954.2
ا - م

آثارِ خواقین

ترجمہ

سیر المتاخرین حصہ دوم

(از حالات ابو الفضل تا شاہجہان)

مترجمہ

مولانا محبوب الٰہی پرنسپل جامعہ شرقیہ لاہور

مطبوعہ

شیخ نذیر احمد پروپرائٹر تاج بکڈپو اردو بازار لاہور

قیمت ۲/-/-

کتاب نمبر ۱۹۷۶

ملک نذیر احمد مالک تاج بک ڈپو اردو بازار لاہور

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No. 068481
★ MAILSI ★

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

انوار الاسلام پریس لاہور سے چھپوا کر شائع کی

عرضِ مترجم

میرے کرمفرما جناب ملک نذیر احمد صاحب پروپرائٹر تاج بک ڈپو لاہور نے مجھ سے فرمائش کی کہ سیر المتاخرین کا وہ حصہ جو منشی فاضل کورس میں بنا شامل ہوا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ کر دوں۔ اگرچہ کتاب کے جزوی حصہ کا ترجمہ کرنا کتاب کے مجموعی محاسن کے تقاضے کے خلاف تھا۔ مگر ان کی فرمائش کو رد کرنا بھی میرے لئے ممکن نہ تھا۔ چنانچہ ابوالفضل کی خود نوشت سوانحمری سے لیکر شاہجہان کے عہد سلطنت کے اختتام تک کا ترجمہ کر کے ہدیہ ناظرین ہے۔

کسی کتاب کا ترجمہ کرنا اور ترجمہ میں محاورہ اردو کی رعایت کے ساتھ ساتھ مصنف کے اسلوب بیان کا اتباع بھی کرنا دقت سے خالی نہیں۔ خاصکر فارسی قدیم کا اسلوب عبارت ایسا ہے کہ اس کا سلیس یا محاورہ ترجمہ کرنا بحد مشکل ہے۔ بہرحال جہاں تک مجھ سے ہو سکا باوجود عجلت کے میں نے اس کا پورا دھیان رکھا۔ چونکہ اس ترجمہ کا مقصد طالب علموں کی معاونت مطالعہ ہے اسلئے حتی الامکان اس کی کوشش کی گئی۔ کہ طلبہ کو ہر ہر لفظ کا ترجمہ عبارت کتاب کے مطابق ملے۔ اس مقصد کے پیش نظر اگر خال خال مقامات پر اردو عبارت کی روانی میں فرق پیدا ہو گیا ہو۔ تو کوئی عجب نہیں ٭

دوسرا امر جو ترجمہ کرتے وقت میری پریشانی کا باعث بنا وہ کتاب میں اغلاط کتابت کی کثرت اور سقم طباعت تھا۔ جس کی مجھے عام ناشرین کتب سے شکایت ہے۔ اس مشکل کو رفع کرنے کے لئے مجھے پنجاب پبلک لائبریری سے قدیم نسخہ مطبوعہ نولکشور ۱۲۸۲ھ بڑی مشکل سے حاصل کرنا پڑا۔ لفظ لفظ کو اس سے ملایا، تصحیح الفاظ و عبارت کے لئے فٹ نوٹ کا اضافہ کیا ہے۔ گو کام دوگنا کرنا پڑا۔ مگر الحمد للہ کہ کام کر کے طبیعت مطمئن ہو گئی۔ مگر بات جب ہے کہ پڑھنے والوں کے لئے بھی موجب اطمینان ہو، جس کا میں اپنے خدا سے امیدوار ہوں ٭

نیاز مند

محبوب الٰہی پرنسپل جامعہ شرقیہ بیڈن روڈ لاہور

یکم دسمبر ۱۹۴۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابوالفضل کی خود نوشت سوانحعمری

اس عجائب[1] نامہ (آئین اکبری) کے راقم کے ذہن میں یہ خیال تھا کہ اپنے بزرگ، آباؤ اجداد اور اپنے بوقلموں احوال بطور نمونہ[2] کچھ تھوڑے بہت لکھ کر ایک الگ رسالہ مرتب کر دے تاکہ دور بین ہوشمندوں کے لئے عبرت کا سامان بن سکے۔ لیکن مختلف قسم کے مشغلے اور خاص کر اس دانش افزا کتاب (آئین اکبری) کا لکھنا مجھے (دوسرے) سب کاموں سے روکتا رہا۔ اسی اثنا میں غیبی پیغام رساں ندائے غیبی نے یہ سمجھایا کہ رفتار زمانہ کو اس کی تاب نہیں کہ (بزرگوں کے) عجیب حالات کے دفتروں[3] کی (تفصیلی) فہرست حیطہ تحریر میں لائی جائے۔ مناسب حال یہ ہے کہ ان کا کچھ حصہ اسی اقبالنامہ (آئین اکبری) میں بیان ہو جائے۔ اور چند مقام پہ خلاصہ بیان کر کے کچھ پسندیدہ نصیحتیں لکھ دی جائیں۔ (چنانچہ) اس مقدس خوشخبری کی بنا پہ ان کا کچھ حصہ قلمبند کر دیا اور دل کو[4] فارغ کر لیا۔ چونکہ نسب[5] کے راگ الاپنا (درحقیقت) مفلسی کی وجہ سے بزرگوں کی ہڈیوں کی سوداگری کرنا اور اپنی جہالت کی متاع

---

[1] شگرفنامہ = عجیب [2] انموذج = نمونہ [3] جرائد = جمع جریدہ۔ دفتر۔
[4] دل خالی کردن = فارغ دل ہو جانا۔ خلجان دور ہو جانا۔ [5] نسب سرائیدن = بڑوں کے گیت گانا۔

کو بازار (تنقید) میں لا ڈالنا ہے - (یعنی نادانی) اور بے وقوفی سے دوسروں کے کمال پہ فخر کرنا اور اپنے عیب پر نظر نہ ڈالنے کے مترادف ہے - اسلئے یہ خواہش نہ تھی کہ اس کے متعلق کوئی سطر[۱] (یا حصہ) لکھ کر افسانہ گوئی سے کام لے (کیونکہ) اس صحرائے جنون[۲] و دیوانگی (دنیا) میں سلسلۂ (نسب) کامیاب نہیں ہوتا - اور ظاہری و مجازی نسب[۳] خوانی سے آبیاری کرنا تفریح گاہ باطن و حقیقت کے لئے کارآمد نہیں ہو سکتی (یعنی نسبی فضیلت دنیا و آخرت میں کام نہیں دیتی)

ترجمہ مثنوی

نادانوں کی طرح باپ (کے نسب) کی قید و بند میں نہ رہ بلکہ باپ کو چھوڑ کر فرزند بہترین (کوئی کمال حاصل کر) (دیکھ) جبکہ دھواں، روشنی کی نمود (اپنے اندر) نہیں رکھتا - تو اس سے کیا فائدہ؟ کہ وہ آگ سے پیدا ہوا ہے -

اہل زمانہ کے محاورہ میں نسب کو بھی اصل، نسل اور ذات یا اسی قسم کے ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے، اسی میں بلند یا پست کی پابندیاں خود لگا لیتے ہیں ہوشمند شخص جانتا ہے کہ لوٹ پلٹ کر اس کا مطلب یہ نکلتا ہے - کہ اس کے (سلسلہ نسب کے) درمیانی باپ دادوں میں سے کسی ایک نے ظاہری دولت[۵] کی فراوانی یا حقیقت شناسی میں کچھ کمال پا کر کسی نام یا لقب یا پیشہ و مقام کے ساتھ شہرت حاصل کر لی ہے - ورنہ تمام وہ لوگ جو کہ سب انسانوں کو حضرت آدم صفی اللہ[۶] کی اولاد شمار کرتے ہیں - وہ (نسب کی) داستانیں سنانے والوں کی باتوں پہ دھیان دیکر کوئی اور خیال (بلندی یا پستی کا) (اپنے دل میں) نہیں آنے دیتے

۱؎ طراز یدن = حاشیہ آرائی کے ساتھ لکھنا ۲؎ دیو لاخ = جنون (جن بھوتوں کے رہنے کا مقام ۳؎ بجلائے نرسیدن = کامیاب نہ ہوتا - ۴؎ انتساب = باپ دادا کی نسبت کا بیان ۵؎ صحیح دو یاب ۶؎ صحیح نبدیے سے نسخہ اصل میں سطرے ہے - مگر شطرے کے معنی بھی درست ہیں -

پس یہ امر بالکل ظاہر (ہو گیا) کہ لوگ اس معاملہ میں راستہ کی دوری کی وجہ سے (یعنی سلسلۂ نسب تا آدم[۳] پہ غور نہ کرنے کی وجہ سے) اپنے آپ کو بیچ میں ہی روک لیتے ہیں۔ اور اس ذات گرامی (آدم) کا اعتبار نہیں کرتے۔ لیکن سعادت مند روشن دل شخص ان انسانوں کو سنگ کیسے خواب غفلت میں پڑ سکتا۔ اور اس پہ بھروسہ کر کے حق پسندی سے باز رہ سکتا ہے (دیکھو) نوح کے بیٹے (کنعان) کو باپ کی خدا پرستی نے کیا فائدہ پہنچایا؟ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا اپنے باپ آذر کی بت پرستی سے کیا نقصان ہوا؟ (کچھ نہیں) بیت ؎

اے جامی! تو غلام عشق بن گیا ہے۔ اور نسب کو چھوڑ کیونکہ اس راستہ میں فلاں بن فلاں (فضیلت نسبی) کی کوئی حقیقت نہیں۔

لیکن چونکہ تقدیر الٰہی سے (راقم) ظاہر پرست اور رسوم[۵] کے پابند لوگوں میں پیدا ہوا، اور اس گروہ کے ساتھ پالا پڑا ہے جو نسبی شرافت کو ذاتی فضیلت پہ ترجیح دیتے ہیں۔ اسلئے مجبوراً اس (نسب) کا کچھ حصہ بیان کر کے اس گروہ کے لئے خوان[۶] ضیافت بچھاتا ہے۔

تذکرہ

آباؤ اجداد کرام کی عدد شماری ایک لمبی داستان ہے۔ (اسپر راقم) قیمتی اوقات کو کیونکر وقت کی ایک غیر ضروری[۷] شے پہ خرچ کرے (مختصر یہ کہ آبا میں سے) کچھ لوگ ولایت و درویشی کے لباس میں ایک گروہ مروجہ علوم میں ایک جماعت امانت و

ص۶ تخمہ = اصل ۔ ثروت = دولت ۔ صفی = برگزیدہ ۔ صفی اللہ حضرت آدم کا لقب تھا۔
ص۷ خلیل = دوست ۔ خلیل اللہ حضرت ابراہیم کا لقب ۔ رسمیان = پابند رسم و رواج ۔ مائدہ = دسترخوان ۔ نااہلیت = غیر ضروری : نامناسب۔

وحکومت کے لباس میں، کچھ لوگ دنیاوی معاملات میں اور ایک طبقہ زہد[1] وخلوت گزینی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ عرصہ دراز سے سرزمین یمن ان بیدار دل اور بلند خاندان لوگوں کا وطن رہا ہے۔ پانچویں پشت کے جد شیخ موسی کو التصوف وسلوک کے ابتدائی حال[2] میں ہی مخلوق سے بے تعلقی پیدا ہو گئی۔ گھربار چھوڑ پردیس کو نکل گئے۔ اپنے علم وعمل کی رفاقت میں تمام دنیا کا سفر کیا۔ نویں صدی ہجری میں قصبہ ریل کے اندر جو سیوستان ایک سرسبز مقام ہے، تقدیر آسمانی سے وہاں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اور حق پرست لوگوں کی دوستی کے تعلق سے (وہاں کے) چودھری بن گئے (اب) اگرچہ جنگل سے شہر میں آئے تھے۔ مگر ترک علائق سے نہ پھرے اور اسی طرح معرفت کی لباط پہ رہتے ہوئے۔ اوقات گرامی کو خودی اور نفسانیت سے جنگ کرنے میں کام میں لاتے۔ اور (اپنی) بے مثال زندگی کو مختلف رنگ اختیار کرنے والے نفس کی اصلاح میں خرچ کرتے تھے۔ (ان کے) سعادتمند بیٹے اور پوتے[3] ان کے طرز کے اتباع میں خوش رہتے تھے۔ اور باطنی (کشف وشہود کا) اور ظاہری (بیان وتقریر کا) علم سیکھتے ہیں ؛

دادا کا حال

(الغرض، دسویں صدی ہجری میں (میرے دادا) شیخ خضر کو ہندوستان کے کچھ اولیاء اللہ کو دیکھنے، اپنے وطن جانے اور اہل خاندان کو دیکھنے (کی آرزو) نے آمادہ بہ سفر کیا۔ چنانچہ وہ چند عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ ہندوستان آئے (پھر) شہر ناگور میں پہنچتے ہیں۔ (تو وہاں) یحیٰی بخاری اچی جو مخدوم جہانیاں (سید جلال) کے خلیفہ اور ولایت باطنی سے پوری طرح بہرہ ور تھے۔ شیخ عبدالرزاق قادری بغدادی جو بزرگ اولیاء اللہ کے نمونہ (یعنی) سید عبدالقادر جیلانی رح کی اولاد گرامی میں سے تھے۔

---

[1] تجرد = دنیا سے بے تعلقی [2] مبادی = جمع مبدا، معنی ابتدا۔ [3] فرزندان بنائر = بیٹے اور پوتے۔

کتاب نمبر

اور شیخ یوسف[۱] سندی۔ جنہوں نے عالم ظاہر و باطن کی سیر (سلوک) ختم کر لی۔ اور بہت سے حقیقی کمالات حاصل فرمائے تھے۔ مخلوق کی رہنمائی میں زندگی بسر کرتے تھے۔ اور اہل عالم ان کے تحفوں (کمالات معنوی) سے بہت فیض حاصل کرتے تھے۔ ان کار شناس بزرگوں کی دلجوئی اور ہمدردی سے اور (اس) دامن[۱] تھامنے والی سرزمین سے اہل زمانہ کی نگاہ میں جگہ پالینے کی وجہ سے یہ مسافر[۲] وطن (شیخ خضر) یہیں رہ پڑے۔

باپ کی پیدائش:۔ سنہ ۹۱۱ھ میں شیخ مبارک (والد ابو الفضل) کے علم چمن[۳] چشم و نظر میں آئے۔ اور وجود کی چادر اوڑھ لی (یعنی پیدا ہوئے)

باپ کے حالات زندگی — چار سال کی عمر میں ان کی قوت باطنی کی مدد سے ہنمندی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ اور انوار الٰہی روز بروز چہرہ کو نورانی بناتے گئے۔ نو سال کی عمر میں (عقل و خرد کا) بڑا سرمایہ حاصل کر لیا۔ چودہ[۱۴] سال کی عمر میں۔ مروجہ علوم سیکھ لئے، ہر علم و فن کے فنون[۵] یاد کر لئے۔ اگرچہ خدا کی عنایت اس بیدار نصیب کی رہنما تھی۔ اسلئے بہت سے بزرگوں اور عالموں کے کوچوں میں (علم و معرفت کی) بھیک مانگی۔ مگر زیادہ تر شیخ عطن[۶] کی خدمت میں رہے۔ ان کی تعلیم سے دل کی پیاس[۶] اور بڑھتی جاتی تھی۔ شیخ (عطن) نسلاً ترک تھے، ایک سو بیس کی عمر پائی۔ سکندر لودی کے زمانہ میں اس شہر میں آباد ہوئے۔ اور شیخ سالار ناگوری کی خدمت میں رہکر معرفت کا بلند مقام حاصل کر لیا۔ شیخ نے تحصیل علم توران و ایران میں کی تھی۔

القصہ شیخ خضر سندھ کی طرف واپس گئے۔ تمام تر ارادہ یہ تھا۔ کہ عزیز و دل سے کچھ لوگوں کو ان شہروں سے لا کر ان علاقوں میں بسا دیں۔ (لیکن) ان کا زمانہ حیات

---

[۱] خاک دامنگیر۔ سفر سے باز رکھنے والی سرزمین [۲] رکھ گئے: مسافر [۳] از علم بعین آمدن:۔ عدم سے وجود میں آجانا گویا پیدائش سے پہلے پردہ علم خداوندی تھے اور اب نگاہ عالم میں ظاہر ہو گئے [۴] لوامع:۔ انوار آثار۔ [۵] متن: مسائل پر حاوی مختصر کتاب [۶] تشنگی دل۔ مراد علم کا ذوق طلب ٭

سفر میں ہی ختم ہو گیا۔ (ادھر) ناگہر کے علاقہ میں قحط عظیم رونما ہوا۔ اور دبائے عام نے ہلکدر مجاوی (میرے) والد اور والدہ کے علاوہ سب (عزیزوں) کا زمانہ زندگی ختم ہو گیا۔ والد بزرگوار کے پر نور قلب سے ہمیشہ جہاں گردی کا ارادہ و شوق ظہور پذیر رہتا اور ہر علاقہ کے بزرگوں کے دیدار اور (اُن سے) فیض خدا شناسی کی بھیک مانگنے (کا شوق) اُمنڈتا تھا۔ مگر خاندان عصمت کی وہ خاتون محترم (والدہ) اجازت نہ دیتی تھی۔ (اور والدہ کے) سعادتمند قلب میں جذبہ سرکشی نہ تھا۔ (اسی) قلبی کشمکش میں شیخ فیاض بخاری کی خدمت میں پہنچے۔ اور (اُنسے ملکر) اضطراب دل میں اور اضافہ ہو گیا (ذوق محمد العلمی بڑھ گیا) (گویا) اُس روشندل پیر (والد) کی نظر تحصیل معرفت کے آغاز میں ہی خدا کے خاص یکتا بندہ (شیخ فیاضی) پر پڑی۔ جس نے نور باطن اور دائمی سعادت حاصل ہو گئی (حتیٰ کہ) ان کے خاص مسلک[1] کو اختیار کرنے اور بیعت ہونے کی درخواست کی۔ جواب ملا۔ کہ عنقریب (خدا کی طرف سے) ایک شخص کو ہدایت کے مقام بلند پر لاکر طلب گاران معرفت کی رہنمائی کے لئے متعین کیا جائے گا۔ اس کا نام عبید اللہ اور معزز لقب خواجہ احرار ہو گا۔ اس وقت کا انتظار کرنا اور انہی کا مسلک اختیار کرنا چاہیئے۔

خواجہ احرار کا حال

خواجہ احرار ان دنوں (معرفت کی) دوڑ دھوپ کے میدان میں آبلہ پا[2] ہو رہے تھے۔ اور حقیقت کے روحانی علاج کی تلاش میں دوڑے پھرتے ہیں۔ جب کامیابی کا وقت آپہنچا۔ اور اس مرتبہ بلند سے سرفراز ہوئے (درجہ ارشاد حاصل کر لیا) تو والد نے خداشناسی کی تعلیم ان سے حاصل کی۔ انہوں نے

لہ۔ روشے معین :۔ خاص مسلک طریقت۔ سے آبلہ پا :۔ چلتے چلتے جس کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے ہوں ؞

گمنامی کو ان کی خلوت تجویز کیا اور (تعلق دنیا سے) آزادی ان کا پیشہ قرار پایا - خواجہ احرار کے کلام میں جہاں کسی کو درویش کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے - اس سے یہی یکتائے روزگار ہستی اور الدمراد ہوتے ہیں (خواجہ احرار) نے تقریباً چالیس سال تک علاقہ خطا[1] میں بسر کئے، پہاڑوں اور جنگلوں میں تنہائی و خلوت کا لطف اُٹھایا - ایک سو بیس سال کی عمر ہو چکی تھی - مگر پھر بھی گرمی[2] باطن اسی طرح روز افزوں تھی -

خواجہ احرار کے ملنے کا واقعہ - ایک رات پدر بزرگوار جائے پیدائش (ناگور) میں ہی چند سعادتمند خدا پرستوں[3] کے ساتھ داستان حقیقت بیان کر رہے تھے - اور بہت سے دل افروز نکتے معرض بیان میں آ رہے تھے - کہ یکایک ایک آہ کی آواز سنی - اور تجلی خداوندی نمودار ہوئی - ہر چند سوچا مگر کچھ سراغ نہ ملا - دوسرے روز سخت جستجو اور تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ ایک کلال (مے فروش) کے گھر وہ پاک باطن ہستی (خواجہ احرار) خلوت گزین ہیں - ان کے نور عقیدت سے (والد کو) کچھ عرصہ سکون حاصل ہوا - اور دل مطمئن ہو گیا - مسلسل چار مہینہ تک (خواجہ) انکا درجہ سعادت بڑھاتے اور اکسیر نظر سے ان کو کندن بناتے رہے - اسی دوران میں عالم آخرت[4] کا سفر درپیش آ گیا - (والد کے) دل کو طرح طرح کے انوار حقیقت سے لبریز کر دیا - اور طلبگاران معرفت و حقیقت کی رہنمائی کی اجازت مرحمت فرمائی (خلیفہ بنا دیا) اور نہایت خوش دلی اور اطمینان خاطر کے ساتھ سامان ہستی باندھ لیا - (انتقال فرما گئے) اسکے تھوڑے ہی عرصہ بعد خاندان عصمت کے لب لباب (والدہ) نے جو والد بزرگوار کی دیکھ بھال رکھتی تھیں - عالم فنا کے خاک نژادوں

---

[1] خطا :- توران کی چینی سرحد پر ایک شہر [2] گرمی درونی :- دل کا ولولۂ طلب [3] خدائیاں جمع خدائی :- خدا پرست و خدا طلب [4] سفر قدس :- عالم بالا کا سفر - موت ؛

(ہم سے) سے چہرہ چھپالیا (انتقال کر گئیں) اس حادثہ ناگزیر نے (والدہ کے حالات زندگی میں) رخنہ ڈالدیا، پھر والد بزرگوار نے دریائے شور کی طرف، دنیا سے[۱] بے تعلق ہو کر قدم ہمت بڑھایا (اب) تمامتر مقصد یہ تھا کہ آبادانی عالم کو ہر چہار سمت کی راہ طے کریں - اور قسم قسم کے لوگوں کے فیض سے بہرہ ور ہوں - (چنانچہ) احمد آباد اور گجرات میں بڑے بڑے علمار کی خدمت میں پہنچے - اور نوبنو علوم سیکھے، ہر فن میں بلند سند حاصل کی رہر چہار ائمہ (مالکؒ، شافعیؒ، ابو حنیفہ اور حنبلؒ کے مسلکوں میں گوناگون اصولی اور فروعی معلومات بہم پہونچا ئیں - اور سخت محنت سے درجہ اجتہاد حاصل کر لیا، اگرچہ وہ اسلاف بزرگ کی موافقت میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مسلک سے منسوب تھے - (حنفی تھے) لیکن ہمیشہ زیادہ محتاط طریق کار سے آرائش عمل کرتے اور تقلید سے دور رہ کر دلیل کے پابند رہتے تھے - جو صورت نفس پر گراں گذرتی وہی اختیار کرتے تھے، (حتی کہ) خوش اقبالی اور فطری سعادت کی بنا پر ظاہر علوم سے گذر کر[۲] باطنی علوم و حقائق تک پہونچگئے - اور چمنستان ظاہر ملک حقیقت کے رہنما بن گیا - تصوف اور تصفیہ باطن کے طریقے سیکھے، (فلسفہ) نظر و استدلال[۳] اور خدا پرستی (الہیات) کی بہت سی کتابیں زیر مطالعہ آئیں، خصوصاً حقائق شیخ ابن عربی، شیخ بن فارض، اور شیخ صدرالدین قونیوی اور بہت سے علمائے ظاہر[۴] اور عرفائے باطن نے نظر کرم ڈالی (جس سے) بجید کامیابیاں ہوئیں - اور عجیب عجیب طریقے (احوال جلوہ گر ہوئے -

خدا کا بڑا[۵] اکرام یہ ہوا کہ (والد کو) خطیب ابوالفضل گازرونی کی خدمت میں

---

۱ تجرد = تعلق دنیوی سے الگ ہونا - ۲ گذارہ شاد = گذر گئے - ۳ نظر و تالہ = استدلال و خدادانی ۴ - اصحاب عیانی و بیانی: - علمائے تصوف و تصوف و فلسفہ - ۵ جلال النعم: - بڑے انعامات ۶ عہ میچ مندگی دلیل کردے -

شرف تقرب حاصل ہو گیا۔ انہوں نے از راہ قدردانی و مردم شناسی آپ کو بیٹا بنا لیا۔ اور گوناگوں علوم و معارف سکھانے[1] میں پوری ہمت سے کام لیا (چنانچہ) مراتب[2] تجرید۔ شفا اور اشارات کے بہت سے مشکل مسائل اور تذکرہ و مجسطی کے نکات سمجھائے (اب گویا) فلسفہ و حکمت کے سراب[3] ستان میں نئی تازگی پیدا ہو گئی اور چشمہ[4] بصیرت و دانائی کو روانی کا ایک درجہ اور حاصل ہو گیا (یعنی نئے علوم و معارف سیکھکر آنکھیں کھل گئیں)

خطیب ابو الفضل کا حال۔ یہ آزاد مرد اور استاد دانشمند، شاہان گجرات کی کوشش سے شیراز سے اس خطہ میں تشریف لائے تھے۔ جنہوں نے چمن علم میں نئی رونق پیدا کر دی۔ اگرچہ انہوں نے علمائے زمانہ کے بے شمار گروہوں سے علم و دانش حاصل کی تھی۔ لیکن حقیقی عقلی علوم (حکمت فلسفہ الٰہیات) میں مولانا جلال الدین دوانی کے شاگرد تھے۔ جناب مولوی صاحب (خطیب ابو الفضل) نے پہلے پہل اپنے والد سے ابتدائی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد مولانا محی الدین اشکبار اور خواجہ حسن شاہ بقال کے درس میں علم حاصل کرنے لگے۔

یہ دونو بزرگ سید شریف جرجانی کے نامور تلامذہ میں سے ہیں۔ مولانا عماد الدین گلناری جنہوں نے طوالع[5] پر مفید حاشیہ لکھا ہے۔ کچھ دنوں ان کے مدرسہ میں آمد و رفت رکھی (چنانچہ) چراغ عقل روشن کر لیا۔ اور خوش نصیبی سے ان کو عجیب انکشافات ہوئے۔ حکمت کی کتابوں کی تہ تک پہنچکر ان کے مطالب نہایت خوش اسلوبی سے بیان کئے۔ چنانچہ ان کی تصنیفات اس پر شاہد اور ان کی فضیلت[6]

---

[1] آموزگاری :- تعلیم [2] تجرید :- شفا - اشارات، تذکرہ اور مجسطی - علم فقہ اور ہیئت کی کتابوں کے نام [3] سراب ستان :- چمکتی ہوئی ریت جو دور سے پانی معلوم ہو - مراد علوم ظاہری [4] زہاب :- آب صاف کا چشمہ [5] طوالع :- کتاب فلسفہ کا نام [6] محمدت تعریف - فضیلت ۔

کی مظہر ہیں ؎

والد بزرگوار کو اسی پرفیض شہر (احمد آباد) میں شیخ عمر تتوی کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ عمر اپنے زمانہ کے بڑے اولیاء اللہ میں سے تھے۔ اس گوہر شب چراغ[1] (شیخ عمر) نے (والدمیں) استعداد کامل دیکھ کر بر تر دانشمندی اور عالی مزاجی کے نہج (مراد تعلیمات سلوک) گردیہ[2] کے طرز پر سکھائے اور (والد) نے سلوک کے بہت سے قدیم سلسلوں۔ شطاریہ، طیفوریہ، چشتیہ۔ اور سہروردیہ سے فیض حاصل کر لیا، اور اسی بابرکت شہر میں شیخ یوسف کا (جو ہوشیار مست اور مجذوب بیدار دل تھے) کی ہمنشینی حاصل ہوئی۔ جس سے معرفت کا اور ہی سرمایہ ہاتھ آیا (چنانچہ) ہر وقت دریائے شہود میں ڈوبے[3] رہتے تھے۔ اور آداب بندگی میں کوئی ادب بھی ہرگز فوت نہ ہونے پاتا تھا۔

(ان بزرگ کی) صحبت گرامی کی برکت سے یہ آرزو پیدا ہو گئی۔ کہ علم ظاہر کے نقش لوح دل سے مٹا دیئے جائیں۔ اور رسمی[4] علوم سے دست کش ہو کر خدا کے جمال مطلق میں محو ہو جائیں۔ لیکن اس اخلاص خانۂ دل کے اسرار دان (شیخ یوسف) نے اطلاع پا کر اس ارادہ سے روکا۔ اور زبان درفشاں سے ارشاد فرمایا۔ " کہ (کارکنان قضا و قدر نے تمہارے لئے) دریا کے سفر کا راستہ بند کر دیا ہے، دارالخلافہ آگرہ کی طرف قدم طلب اٹھانا چاہیئے، اگر وہاں بھی کاربرآری نہ ہو تو ایران و توران کی طرف قدم بڑھانا چاہیئے۔ اور جہاں کہیں (قدرت کا) اشارہ و فرمان ہو قیام پذیر ہو کر علم ظاہر کو اپنے احوال (باطن) کا پردہ پوشش[5] بنا لینا چاہیئے "!

---

[1] گوہر شب فروز:۔ رات کو روشنی دینے والا موتی۔ [2] گردیہ، شطاریہ، طیفوریہ، چشتیہ اور سہروردیہ: تصوف کے مختلف خاندانی سلسلے ہیں [3] مستہلک:۔ فانی۔ غرق۔ [4] رسمیات: مراد علوم ظاہر [5] طیلسان:۔ چوگوشہ رومال جو سر دوش پر ڈالتے ہیں۔ مراد روپوش ؎

اس ارشادِ مبارک کے مطابق یکم ماہ اردی بہشت ۱۶۵ جلالی مطابق چہار شنبہ ۶ محرم الحرام ۹۵۰ھ کو مرکزِ سعادت دار الخلافہ آگرہ (اللہ تعالےٰ اس کو مکروہات و مصائب سے محفوظ رکھے) میں نزول اجلال فرمایا۔ اس بابرکت بستی میں شیخ علاء الدین مجذوب کے ساتھ، جو (کشف باطن سے) لوگوں کے دلوں کی لوح[1] اور اسرار[2] پر نور (کشف قبور) سے مطلع تھے، ہمنشینی کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے مدہوشی سے ہوش میں آکر فرمایا "کہ (تمہارے لئے) خدا کا حکم یہی ہے کہ اس باقبال شہر میں ٹھہرو اور سفر ترک کر دو" انہوں نے (اور) بڑی بڑی بشارتیں ارشاد فرمائیں اور (اسطرح والد کے) سفر پسند مزاج کو سکون مرحمت فرمایا (چنانچہ) آپ دریائے جمنا کے کنارے میر رفیع الدین صفوی الحسینی کے ہمسایگی میں قیام پذیر ہو گئے۔ اور ایک علم و عمل سے آراستہ خاندان قریش کی لڑکی سے رشتہ زوجیت حاصل ہو گیا۔ اور یہ دوسرا نکاح ہے) اسطرح اس میر محلہ سے آشنائی نے محبت و دوستی کا درجہ حاصل کر لیا۔ اور اس پر حقیقت دانا شخصیت (میر رفیع الدین) نے اس تازہ شراب معرفت یعنی والد کی آمد کو غنیمت خیال کر کے گرم جوشی اور کشادہ روی سے استقبال کیا۔ چونکہ ان کے پاس سامان توانگری بہت تھا، چاہا کہ (والد بھی) اس لباس (ثروت) میں ملبوس ہو جائیں۔ مگر اختر اقبال اور توفیق ایزدی کی یاوری و رہنمائی کی بنا پر آپ نے قبول نہ کیا اور بے نیاز ارباب ہمت کے آستانہ توکل کو پسند کرتے ہوئے باطنی مراقبہ[3] اور ظاہری علمی بحثوں پر قدم سعادت جمائے رکھا۔

---

[1] صفائح جمع صفیحہ :- لوح - مراد اسرار دل [2] خفایا جمع خفیہ :- راز -
[3] مراقبہ :- صفائی دل کیلئے سالک کا دل کی طرف توجہ کرنا

میر رفیع الدین کا حال - میر رفیع الدین حسنی الحسینی[۱] سادات میں سے ہیں
ان کے بزرگوں کا کچھ حال شیخ سخاوی کی تصنیفات میں مذکور ہے، اگرچہ ان
کا وطن شیراز کا قریہ ایک ہے - مگر عرصہ سے حجاز (عرب) کی سیر و سیاحت کرتے
رہتے ہیں اور ہمیشہ کچھ کچھ زمانہ ان دونوں مقامات پر گذارتے اور حصول فیض[۲] اور
فیض رسانی کا ہنگامہ گرم کئے رکھتے ہیں - اگرچہ علوم عقلیہ و نقلیہ انھوں نے اپنے
پاک ذات بزرگوں سے حاصل کئے - لیکن مولانا جلال الدین دوانی کی شاگردی نے
ان کو اور چمکا دیا، جزیرہ عرب میں مختلف علوم عقلی (حدیث، فقہ وغیرہ) شیخ
ابن حجر عسقلانی کے شاگرد شیخ سخاوی مصری قاہری سے حاصل کئے
۹۵۴ھ میں جب (میر صاحب دنیا سے) عالم عقبیٰ کی طرف رخصت ہوئے
تو والد بزرگوار گوشہ نشین ہو گئے - جو ہر ظاہر (اعمال) کی آرائش اور باطن کی
صفائی میں برابر مصروف رہے، عہد[۳] ماضی کی گفتگو کو پردۂ حال بنا لیا (یعنی قدیم علمی
بحثوں میں لگے رہتے) خواہش نفسانی کے اژدہا کی زبان کاٹ ڈالی (ترک خواہشات
کیا) عقیدتمندوں سے کچھ سعادتمند اور محتاط[۴] لوگ اگر اخلاص و عقیدت کے ساتھ
کچھ رقم پیش کرتے تو اس میں تھوڑا بہت قبول فرما لیتے اور بقدر ضرورت لے
لیا کرتے تھے، اور دوسرے لوگوں سے اظہار معذرت کر دیتے - اور ان کے
مال سے دست ہمت آلودہ نہ کرتے تھے. تھوڑے سے عرصہ میں ان کی مجلس
تمام خورد و بزرگ اور دانشمندوں کا مرجع و ماوی بن گئی (مخالفین نے) حسد
کی وجہ سے سازشیں کیں اور (موافقین نے) دوستی کے خلوت خانے سجا ڈالے)

---

۱ حسنی الحسینی: وہ سید جس کا سلسلہ حضرت حسنؓ اور حسینؓ دونوں سے ملتا ہو۔ ۲ افاضت فیض
پہنچانا، استفاضت فیض حاصل کرنا ۳ منزل قدسی: مقام پاک مراد عالم آخرت ۴ پارسائی: قدیم
مراد علوم قدیمہ۔

(سب لوگوں میں چرچا ہو گیا) مگر آپ نہ اولی الذکر سے رنجیدہ ہوتے - اور نہ مؤخر الذکر سے خوش، شیر خاں، سلیم خاں، اور دوسرے اعیان سلطنت نے چاہا کہ شاہی وظیفوں سے کچھ قبول فرمالیں - اور مناسب جاگیر[۱] مقرر کر دی جائے - لیکن چونکہ آپ بلند ہمت اور عالی نظر تھے اسلئے انکار فرمادیا اور یہ چیز اور زیادہ بلندی مرتبہ کا باعث ہوئی - چونکہ آپ کی سرشت میں لوگوں کو راہ ہدایت دکھانے کا جذبہ تھا - تو درگاہ خداوندی سے حق گوئی کا حکم اور اولیاء زمانہ کی طرف سے کوئی اشارہ مل چکا تھا - یا یہ کہئے کہ) خیر خواہوں پر مہربانی فرمانے کا درد طلب روز افزوں (تھا کہ) ہمیشہ طالبین ہدایت اور مجلس میں آنے والے سے راست گوئی برتتے تھے - اور لوگوں کی خراب عادتوں پر ملامت فرماتے رہا کرتے تھے - خود پسند اور ظاہر پرست لوگ اس سے رنجیدہ ہو کر نازیبا خیالات کرنے لگے، چونکہ ہنگامہ آرائی کا خیال[۲] (آپ کے) دل میں نہ تھا - اسلئے مقابلہ کرنے اور (اپنی) دوکانداری (بڑھاتے) کا ارادہ آپ کے دل کے پاس[۳] بھی نہ پھٹکتا تھا - (بایں ہمہ) نہ بکار نیکی ملامت اور حق گوئی میں کمی کرتے تھے - اور نہ مخالفت پر آمادہ منحرفین کی تدبیر[۴] پر توجہ دیتے تھے - اس چیز کے ساتھ ساتھ خدائے یکتا نے ان کو منصف مزاج دوست اور سعادتمند اولاد بھی عطا فرمائی تھی

اگرچہ وقت عزیز مسلسل علمی بحثوں میں گذارتے مگر افغانوں کے عہد حکومت میں حقیقی (نکات) معرفت کم بیان فرماتے تھے - کیونکہ وہ بڑے متعصب تھے) اور حبیب (ہمایوں) جنت آشیاں کی فرمانروائی کے ہلال[۵] علم

---

[۱] احتیاط گزین، محتاط مراد متقی [۲] بتول = جاگیر [۳] ہدہ گوئی = راست گوئی [۴] بیچ = ارادہ خیال۔ مقصد [۵] پیرامون خاطر - دل کے گرد [۶] ماہچہ = جھنڈے پر چاند کا نشان

نے پھر از سرِ نو ہندوستان کو منور کیا۔ تو چند ایرانی اور تورانی لوگ اُس عالم آبهر اور[1] ظاہری و باطنی (والد) کی درسگاہ میں پہنچے (پھر کیا تھا) عقل و دانائی کی محفل کی نئی شان ہو گئی۔ علم قحط زدہ کے پیاسوں کے لئے (آپ کے ابرِ کرم سے) پرنالے[2] بہ نکلے۔ اور تنگہ مند راہگیروں (طالبین) نے راحت و سکون کے پُر فضا مقام (مجلس والا) میں قیام کر لیا۔ ابھی تک (علمی) ہنگامے گرم نہ ہونے پائے تھے۔ کہ نظر بد لگ گئی۔ (اور وہ یہ کہ) ہیموں اقبال نے ظلم[3] پہ ہاتھ کھول دیا۔ جس سے زمانہ کے نیک نہاد گوشہ گمنامی میں چھپ گئے۔ اور ناکامی کا سفر طے کرنے پہ مجبور ہو گئے۔ پدر بزرگوار نے قوتِ قلب سے کام لے کر اُسی گوشۂ خلوت میں پاؤں جمائے رکھے۔ خدا کی تائید و توفیق سے ہیموں نے واقف کار لوگ بھیجکر معذرت کی اور اُس خیر اندیش (والد بزرگوار) کی سفارش سے بہت لوگ، رنج و غم کے قید تنگنا[4] سے (نکل کر) شادمانی کی تفریح گاہ میں آ گئے۔ (رہا کئے گئے) تختِ خلافت پہ (اکبر کے) بیٹھنے کے پہلے ہی سال میں، جسطرح کہ دولت و سعادت پہ سپند (ہرمل) جلاتے ہیں اور اس کو نظرِ بد[5] کا بچاؤ سمجھتے ہیں۔ ایک عظیم الشان قحط سالی رونما ہوئی اور پریشانی کا غبار (عالم پہ) چھا گیا، یہ شہر (آگرہ) اجڑ گیا، چند گھروں کے علاوہ (آبادی کا) نام و نشان نہ رہا۔ عام دبا کے دباؤ اور بے حد اضطراب و شورش نے اہلِ عالم کو بہت نقصان پہنچایا۔ ہندوستان کے اکثر شہروں میں (قحط کی وجہ سے) تنگدستی اور (وبا کی وجہ سے) جانی ہلاکت پائی جاتی تھی۔ (لیکن) اس روشن دل پیر (والد) نے

---

[1] انفسی:۔ روحانی۔ باطنی۔ آفاقی:۔ جسمانی ظاہری [2] میزاب۔ پرنالہ۔ جمع میزاب ہا۔ [3] چیرگی:۔ زیادتی ظلم [4] تنگنائے۔ تنگ جگہ مراد قید و بند۔ [5] عین الکمال کمال کو لگنے والی نظرِ بد۔

اسی مقدس گوشہ میں ہمت و حوصلہ سے پاؤں جمائے رکھے - اور ضعف و فتور کا کوئی غبار آپ کے اخلاص مند دل پہ نہ جم سکا (اس (عجائب نامہ (آئین اکبری) کا راقم (ابوالفضل) اسوقت پانچویں سال میں تھا - (اس عمر میں بھی) ہوش و خرد کی تیزی، محراب بصیرت (دل) کے روبرو ایسی نمودار تھی کہ اوسکی تفصیل عرض بیان میں نہیں آسکتی، اور اگر آبھی جائے - تو اہل زمانہ کے تنگ کانوں میں نہیں اتر سکتی (یعنی لوگ یقین نہ کر سکیں گے) یہ واقعہ (راقم کو) خوب یاد ہے - اور دوسرے اہل نگاہ کی عقل بھی اس کی تائید[1] کرتی ہے - کہ زمانہ کی سختی (قحط ووبا) نے بہت سے خاندانوں کو پلیٹ ڈالا تھا - اور بے شمار لوگ ہلاک و تباہ ہو گئے تھے - (لیکن والد کے) اُس کاشانہ میں مرد، عورت، چھوٹے بڑے سب ملا کر کوئی ستر آدمی تھے - (اور سب ایسے خوش وخرم کہ) اہل زمانہ کو ان درویشوں کی خوشحالی اور فارغ البالی پر حسرت ہوتی تھی، لوگ (والد کے متعلق) کیمیاگری اور جادوگری کا گمان کرنے لگے تھے - (حالانکہ) لیا اوقات صرف ایک سیر غلہ ہاتھ آتا - اس کو بھی مٹی کی ہانڈیوں میں پکالیا جاتا اور اس کا آب جوش[2] ان لوگوں میں تقسیم کر دیا جاتا (اس کے باوجود) عجیب تربات یہ تھی کہ اس گھر میں - وزی کی فکر بالکل نہ تھی - خدا کی عبادت کے سوا کوئی دوسرا خیال دل میں نہ آتا - اور نفس کے محاسبہ[3] اور کتب[4] حقیقت کے مطالعہ کے علاوہ دوسرا مشغلہ نہ تھا - یہانتک کہ خدا کی رحمت سبھوں پہ جلوہ گر ہوئی اور عظیم خوشحالی سے چہرۂ مسرت وشادمانی روشن ہو گیا (اکبر کا) ہلال عَلَم شاہی پر توافگن ہوا - اور عالم کو روز افزوں عدل سے منور

---

[1] معاضدت آں :- اس کی مؤید [2] آب تفسیدہ :- جوش دیا ہوا پانی - [3] محاسبہ جائزہ ، حساب کی کتاب :- [4] اسفار :- جمع سِفر :- کتاب - [5] سرہاسی - سر کا بدحجل ہونا - مراد دہاؤ اور زدہ :-

کر دیا، (اب) درگاہ دانش (یعنی مجلس پدر بزرگوار) ترقی پذیر[۱] ہو گئی۔ متاع علم کی قیمت زیادہ سمجھنے لگے، فلسفہ و حکمت کے جملہ اقسام پیش نظر رہنے لگے۔ نئی تحقیقات۔ سچی عمدہ معلومات اور بلند نظریے نمودار ہونے لگے، اور مختلف لوگوں نے عقل کے خزانہ سے بیحد فائدے اٹھائے، اس روشن ذات شخصیت (والد) کا خلوت خانہ ہفت اقلیم کے دانشمندوں کے مقام اجتماع بن گیا، (آپ کا) بول بالا ہونے لگا۔ تو حسد کی بجھی ہوئی آگ پھر بھڑک اٹھی۔ بد ذات لوگوں کی تنگ نظری بڑھ گئی (لیکن) وہ (والد) اپنے دستور پر سرگرم کار رہتے ہوئے (اپنے) متعین راستے پر گامزن رہے، ترک خواہشات کے آستانہ پر جمے ہوئے ضروریات (زندگی کے طلب) کی راہ پر نہ چلتے تھے (غرض بے عمل اور بے سمجھ لوگ تلملا کر بہتان تراشی کے راستے پر چل پڑے۔

مہدویت کا الزام بہت سے (ان کو) کہ وہ مہدویہ کی طرف منسوب کرتے اور بے سر و پا باتوں سے (کام لیکر) داستانیں گھڑتے تھے (اور اسطرح) زمانہ کے سیدھے سادے لوگوں کو ورغلاتے تھے، (غرض اپنے) تباہ خیالات سے (والد کی) دل آزاری کی (پوری) کوشش کرتے تھے۔ ان کی ان تمام تباہ اندیشیوں کا سبب[۱] شیخ علائی کا واقعہ ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ)

شیخ علائی کا واقعہ ہندوستان میں ایک جماعت ہے جو میر سید محمود جونپوری کو مہدی موعود مانتی ہے۔ اور اسمیں بہت غلو سے کام لیتی ہے، اور جو علم و عمل اور اخلاق کی درستی کے باوجود چند احکام شریعت کو نظر انداز کر کے اس مذہب (کی گہرائیوں پر) غور[۲] کرتی ہے، سلیم خان کے زمانہ میں شیخ علائی نامی ظاہری و باطنی

---

[۱] دست آویز۔ وسیلہ، سبب۔ [۲] غور کردن۔ کسی چیز کی گہرائی پہ نظر ڈالنا۔

خوبیوں سے آراستہ ایک نوجوان اس چکر میں پڑ گیا ۔ اور گوشہ نشینی اور دنیا سے بے تعلقی اختیار کر لینے کی مناسبت سے اوّل اوّل اِس مقام سعادت (آگرہ) میں والد بزرگوار سے ملنے آگیا (پھر کیا تھا) بہانہ تلاش کرنے والے فتنہ پرداز لوگوں کی بکواس مارنے والی زبان کھل گئی اور باتیں بنانے کا سامان ہاتھ آگیا ۔ اُس وقت کے علماء (بھی) جو عقلمندی بگھارنے والے جاہل اور تریاق نما جس کی جڑ تھے ۔ دشمنی کے لئے آمادہ ہو گئے (حتی کہ انکے) علاقہ جسمانیت کا خاتمہ کرا دینے (مروا دینے) کی سازشیں کیں ، اور فتوے تیار کرلئے ، والد بزرگوار نے ان کی (رائے سے) موافقت کی اور عقلی و نقلی دلائل کو اُن کا مؤید نہ پایا (بالآخر) انہوں نے حاکم ہندوستان (بادشاہ) کی درگاہ میں معرکہ آرائی شروع کر دی ۔ اور اپنے تباہ خیالات کے مطابق بڑی کوششیں کیں ، مسند حکومت کو زینت بخش (بادشاہ) نے زمانہ کے عقلا کو جمع کیا ۔ اور شرعی حکم معلوم کرنے کی (پوری) کوشش کی والد بزرگوار کو بھی اس مجلس میں بلوایا ۔ جب (بادشاہ نے) معاملہ ان سے دریافت کیا تو (والد) نے ان جاہ پرست باتیں بنانے والوں کے خلاف جواب دیا (بس) اُسی روز سے عداوت پر کمر بستہ ہو کر (ان پر بھی) اس مسلک (مہدوی) کی تہمت لگا دی ۔ اور مہدی موعود کی پیدائش کا معاملہ جو روایاتِ[1] احاد سے ثابت ہے ۔ اس بارے میں صرف عداوت کی وجہ سے ایسی ایسی کوششیں کیں ۔ کہ (بظاہر والد کا) کاروبار خاتمہ کو پہنچا دیا ۔

شیعت کا الزام ۔ اور کچھ (دوسرے) بدذات لوگوں نے مسلک شیعہ کو (والد کے) دل میں جاگزیں سمجھ کر ملامت گوئی کی راہ اختیار کر لی ۔ اور یہ نہ سمجھے

---

[1] ۔ روایات احاد : ۔ وہ حدیثیں جو صرف ایک طریقہ سے بیان کی جاتی ہیں متواتر نہیں اس قسم کی حدیثیں سے یقین کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

کہ (کسی مسلک سے) واقفیت الگ بات ہے اور اس کو اختیار کر لینا الگ امر ہے۔ اسی اثنا میں سادات عراق میں سے ایک یکتائے زمانہ ہستی کو، جسکا علم، عمل سے مطابقت اور قول، فعل سے موافقت رکھتا تھا، تہمت لگائی (مگر) شاہی عنایت سے اس کے دامن تک (ان کی) رسائی نہ ہو سکتی تھی۔ ایک روز قصر مبارک میں گذارش کی میر (عراقی) کا نماز میں امامت ہوتا۔ جائز نہیں۔ کیونکہ جب (شرعاً) اس کی گواہی قابل رد ہے تو اس کے پیچھے اقتدا کیسے جائز ہو سکتی ہے۔ اور (اسکی تائید میں) دو تین حنفی کتابوں سے چند روایتیں بطور شہادت پیش کیں کہ "شرفائے عراق کی گواہی قبول نہیں ہو سکتی (اب) میر (عراقی) کی مشکل سخت ہو گئی۔ چونکہ وہ (والدہ سے) برادرانہ تعلق رکھتا تھا۔ اسلیئے اصل واقعہ (والد سے) ظاہر کیا، والدبزرگوار نے بہت سی عقلمندانہ باتیں سمجھا کر اُن کو تسلی دی اور بد اندیشوں سے مباحثہ پر دلیر بنا دیا۔ اس (شہادت والی) روایت کا جواب (والد کی) گوہر نشاں زبان سے یوں جاری ہوا کہ (مخالفین نے) اس روایت کا مطلب نہیں سمجھا۔ کیونکہ اس سلسلہ میں جو کچھ حنفی کتابوں میں منقول ہے۔ اس سے عراق عرب مراد ہے، عراق عجم نہیں، اس چیز کی (کتب حنفی میں) کئی جگہ تصریح بھی کر دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں (مخالفین نے) اشراف، اور اشراف اشراف میں فرق ملحوظ نہیں رکھا۔ کیونکہ (علمانے) پاداش عمل کے مدارج میں فرمانبرداروں کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔ اول اشرف اشراف (شریفوں میں شریف تر) جیسے حکما، علماء، سادات، اور متقی و پرہیزگار لوگ۔ دوئم۔ اشراف (دنیوی لحاظ سے اونچا طبقہ) اور ان سے مراد امرا، زمیندار اور اسی قسم کے لوگ ہیں۔ سوئم۔ متوسط طبقہ اور یہ پیشہ ور اور تجارت پیشہ لوگ ہیں۔ چہارم۔ اونی گروہ جو ان لوگوں کے بھی برابر نہیں، جیسے

لچے لفنگے اور آوارہ گرد (بھی) ہر ایک کیلئے الگ الگ جزائے عمل تجویز کی ہے۔
کہ نیک کام کرنے کی صورت میں ان سے کیا رویہ برتا جائے۔ اور ان میں سے
ہر ایک کے برے عمل کی سزا کیا ہونی چاہیئے۔ اور حقیقت ہے کہ اگر ہر بد عمل[الف] شخص
کو ایک ہی طرز کی سزا دینے لگیں۔ تو عدل کے راستہ سے منحرف ہو جائیں گے۔ امیر
(عراقی) ان معلومات سے پھولا نہ سمایا اور ہر طرح سے خوش ہو گیا، اور (اپنی پاکدامنی
ثابت کرنے) اور ان بدذات لوگوں کی حالت ظاہر کرنے کے لئے شیخ (مبارک)
کی تحریر (بادشاہ کی) نظر مبارک کے آگے رکھدی۔ (اس نے) وہ بے حیا اور
جھک مارنے والے، حیرت کے گڑھے میں جا گرے اور نہ عیب یہ معلوم ہوا۔ کہ
(یہ تحریر یا اور معلومات) کہاں سے حاصل کی ہیں تو (یہ چیز) آتش[۵] حسد کے اور بھڑک
جانے کا سامان ہو گئی (والد کی طرف سے) اس قسم کی معاونت کئی بار اور کھلم کھلا
ہوتی (اور یہی چیز) جاہلوں کی ہنگامہ آرائی اور نخوت شعاری کا سبب بنی، تعجب
ہے۔ کہ اس کے باوجود کہ لوگوں کے سب گروہ اس امر کا یقین رکھتے ہیں۔ کہ
کوئی مسلک بھی ایسا نہیں ہے۔ کہ جسمیں ایک بات بھی واقعہ کے خلاف نہ ہو۔
اور نہ ایسا ہے کہ سراسر باطل باتوں سے پر ہو اور (پھر بھی یہ حالت ہے کہ)
اگر (مسائل سے) ایک واقف کار شخص کسی مسئلہ میں اپنے (قدیم) مسلک کے خلاف
(انصاف کی رو سے دوسرے مسلک کی کسی بات کو) اچھا کہدیتا ہے۔ تو اس کی حقیقت
کو تو سمجھتے نہیں، (الٹا) عداوت و پرخاش کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں، (غرض)
ملامتوں کی بوچھاڑ کرنے کے بعد پھر (والد کو) شیعیت کی طرف منسوب کر دیا۔
لیکن اللہ تعالٰے کی مدد سے (آپ کا) بدگو ہمیشہ خاک ذلت پر گرتا اور شرمندگی
اٹھا کر مبتلائے غم ہوتا تھا (مگر پھر بھی) نادانی اور بد فطرتی کی وجہ سے عبرت

---

[۵] گو۔ گڑھا۔

حاصل نہ کرتا۔ اور اُسی طرح بد اندیشی کے لئے حیلے تراشتا رہتا تھا، حتی کہ زمانہ کی کرشمہ سازی اور اسکی گلفشانی نے ایک عجیب[۱] گل کھلایا اور عظیم الشان پریشانی عبرت حاصل کرنے کے لئے نمودار ہوگئی (یعنی) سن جلالی کے چودھویں سال مطابق ۹۷۷ھ میں والد بزرگوار کو گوشۂ تنہائی سے نکلنا اور بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ انمیں سے کچھ (راقم) عبرت کے لئے تحریر کرتا ہے۔ کہ اگرچہ برابر حسد کے بھڑوں کے چھتے سے شورش برپا تھی اور دشمنی کے سوراخ کا سانپ (یعنی حاسد) پھنکارے مار رہا تھا، دوستی کا چراغ گل (ہو چکا تھا) اور زمانہ کے (رہنما تھی) نیک کردار لوگوں کے دل بدی پہ آمادہ تھے۔ اور بیگانگی کے دروازے کھل چکے تھے۔ جیسا کہ اس سے پہلے اشارۃً بیان کر دیا ہے۔ لیکن اس وقت جبکہ (والد کی) دانشمندی کا پایہ بلند ہوگیا۔ اور دنیا کے بڑے بڑے علماء (آپ کی) شاگردی کر رہے تھے۔ اور (ادھر) لوگوں کا ہنگامہ گرم تھا۔ اور حسب دستور (والد لوگوں کی) بری عادتوں پہ نکتہ چینی کرتے اور اپنے خیر خواہوں اور دوستوں کو (ایسے لوگوں سے ملنے سے) روکتے تھے۔ تو اس عہد کے علماء و صوفیا جو (والد کی) مبارک ذات کو اپنے عیوب کا آئینہ پاتے تھے، بد اندیشی اور کوتاہ اندیشی (تدبیر سوچنے کے لئے (یکجا ہو کر) بیٹھے اور اپنے آپ کو تباہ کارانہ خام خیالیوں کا مریض پاکر آپس میں کہنے لگے کہ اگر (شیخ مبارک کی گفتگو کا) کچھ حصہ بادشاہ کے ذہن نشین ہوگیا تو ہمارے قدیم اعتبار کا کیا وقار رہ جائے گا (یعنی ہمارا اقتدار جاتا رہے گا) اور ہمارے کام کا انجام کسقدر خراب ہوگا۔ اس لئے (غم و رنج میں مبتلا ہو کر) کینہ داری پہ آمادہ ہوگئے۔ افتراپردازی کے لئے تیز قدم اٹھانے لگے

---

[۱] افروزندہ آگ سلگانے کا سامان۔ گھانس پھونس [۲] نقش شگرف: عجیب نقش [۳] صبح منگا۔ مرہم الخ

اور آستانہ مبارک (شاہی) کے بہت سے مقربین کو اپنی مکاری اور افسانہ خوانی کے ساتھ گڑ گڑا - گڑ گڑا کر بہکا لیا، اور بعض بد ذاتوں کو دینی حمایت کا چکمہ دیکر شر و فساد پہ آمادہ بنا لیا - اگرچہ مدت سے ان کا دستور بھی تھا - مگر ہر دفعہ تو سعادتمند حق گو لوگوں کی مدد سے ان بد اصل لوگوں کا بازار جوش سرد ہو جاتا تھا - ولیکن) اس دفعہ وہ درست کردار اور حق پسند جماعت بھی (مجلس شاہی سے) دور ہو گئی تھی - اور شاہی محفل میں بولنے والوں کا لیڈر رہی (وزیر اعظم) دشمنی کے لئے تیار ہو گیا (اس بنا پہ) ناپاک سرشت شیطانوں اور جنگ جو تباہ کاروں کو موقعہ مل گیا (ایک دن) پدر بزرگوار اللہ کی دوستی کے مقام (یعنی مجلس شاہی) میں تشریف لے گئے - مجھے بھی شرف ہمراہی حاصل تھا - اور وہ متکبر و مغرور (سر آمد سخن سرایاں) بھی اس محفل میں آگیا - اور سلسلہ گفتگو شروع کر دیا (اسوقت) جلد بازی اور (عقل) کی مستی میرے دماغ میں ابھری ہوئی تھی - اور مدرسے سے مقام معاملہ فہمی تک (گویا) میں نے کوئی قدم نہ اٹھایا تھا - (گویا ہر جگہ کو مجلس طالبعلمی سمجھتا تھا) اس کی بیہودہ گوئی پہ میری زبان کھل ہی گئی - اور بات یہاں تک پہنچا دی کہ (بالآخر) وہ شرم میں ڈوب گیا - دیکھنے والے حیران رہ گئے - کہ کس طرح ایک نوجوان نے اسے خاموش کر دیا) اس روز سے وہ اپنی بے عقلی کا انتقام لینے کے لئے کمربستہ ہو گیا (چنانچہ) اس نامراد گروہ کو (خود اس نے) اور بھڑکایا (ادھر) والد صاحب ان لوگوں کے مکر و فریب سے خالی ذہن تھے - اور میں بھی اپنی عقل کے نشہ میں بے خبر تھا؛ پہلے[1] تو ان زبردست بے دینوں نے چالاک و ہوشیار مکاروں کیطرح حق گوئی اور دین داری کا سکہ جمانے کے لئے جلسے کئے - اور (اپنے مخالفین) صلح پسندوں[2] کے گھروں پہ رات

---

[1] مدتر دد شدند - [2] صحیح تخمیں :- پہلے

کو چھاپے مار کر بہت سوں کو گھیر گھیر کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (یقیناً) جبکہ آقائے جہان (بادشاہ) خوش فہمی اور حسن ظن کی وجہ سے دین، علم و دانش اور عدل و انصاف کا کام (محض) ظاہر کے اعتبار سے نیک لوگوں پہ چھوڑ کر بیٹھ رہے اور خود بے توجہی کی چادر اوڑھ لے تو حق سرشت حق گو بزرگوں کا بے رونق ہو جائے گا۔ اور شیطان مزاجوں کے جھوٹے نقش[له] (فریب) رواج پا جائینگے (چنانچہ) ارکان سلطنت ان چند مکاروں کے پشت پناہ ہو جاتے ہیں۔ اور تعصب کا بازار گرم ہو جاتا ہے (پس) یہ تو اس بات کا مقام ہے کہ خاندان کے خاندان برباد اور تمام کی عزت و آبرو تباہ ہو جائے۔ ایسے نامناسب وقت میں جبکہ بدذات اور تباہ کار لوگ نیک کرداری میں اس نازک اندام لونڈی کی طرح نامور ہیں جیسے دوشیزہ (کنواری)، کھکیہ بجیس اور ربہ تی بدتائی ثابت ہو یعنی ظاہر خوش نما اور باطن خراب ہو) (نیز) رواداری نہ برتنے والے دنیا داروں کو غلبہ حاصل ہے۔ دل کے اندھے اور تنگ نظر لوگ (تصویر کا) ایک رخ ہی دیکھنے والے ہیں، خیر خواہ حمایتی پاس نہیں۔ حق گو گوشہ نشین ہو چکے ہیں۔ اور بے دینوں کی طرف سے ہنگامہ قتل و قتال گرم ہے (مخالفین نے) باہم یک زبان ہو کر راز گوی (سازش) کے لئے جلسہ کیا۔ اور دل آزادی کے عہد و پیمان کی تجدید کی، (حتی کہ) انہوں نے والد کے شاگردوں میں سے ایک شخص کو جو دس طرف[کے] کا خیال رکھنے والا منافق اور بدکردار (بار وقت رصفت) تھا۔ اور جس نے والد بزرگوار کی درسگاہ میں حیلہ بازی سے نیکی کے

مله یہ عبارت اصل نسخہ میں بھی مضطرب ہے۔ بظاہر یہ ہونا چاہئے "دیو کیشاں را نقش ناراست بود۔ اصل نسخہ میں عبارت یوں ہے "دیو کیاران دانش ناراست رود۔

کے دہ وله = دس دل والا۔

بدلے مکر و فریب حاصل کئے تھے۔ اور وہ اس باطل پرست جماعت کے ساتھ مخلصانہ اتحاد رکھتا تھا، پیدا کر لیا۔ اور خدا آزاری اور بے ہوشی کے منتر اس کے کان میں اپھونک کہ آدھی رات گئے اُسے بھیجا (چنانچہ) وہ فریبی، مکار اس اندھیری رات میں کپکپاتے دل، روتی آنکھوں، اپژمردہ رنگ اور غمگین چہرہ کے ساتھ (میرے) بڑے بھائی (مبینی) کے حجرہ میں گیا اور نصیحت[له] آمیز فریب کاری سے اُس بھولے بھالے اور مکر و فریب سے ناواقف (نوجوان) کو بے چین اور لرزہ براندام کر دیا۔ (اس کی) باتوں کا خلاصہ یہ تھا کہ "سرداران زمانہ عرصے سے (شیخ مبارک سے) دشمنی رکھتے ہیں۔ اور (ان) ناشکر گذار کم اصل لوگوں کا رویہ غیر مصالحانہ[ٮه] ہے۔ آج قابو پا کر سب (بادشاہ کے ہاں) مجتمع ہوئے ہیں۔ بہت سے علما کو گواہ اور بعض کو مدعی بنایا ہے۔ اور اپنے بہتانوں کی تصدیق کے لیئے مناسب بیانات گھڑ لئے ہیں۔ یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ ان لوگوں کا شاہی دربار میں کس قدر اعتبار قائم ہے۔ اور وہ اپنی گرم بازاری پر کیسے مغرور ہیں۔ (بہت سے) لوگوں کو قتل کرا چکے ہیں اور کیسے کیسے بڑے ظلم ڈھائے ہیں۔ میرا ایک شخص ان کا تنہائی کا رازدار تھا، اب آدھی رات گئے مجھے اس نے یہ اطلاع دی۔ اور میں نے بے تاب ہو کر یہ خبر آپ تک پہنچا دی۔ ایسا نہ ہو کہ دن ہو جائے، اور معاملہ تدبیر سے باہر ہو جائے۔ اس وقت مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ فوراً اسی وقت شیخ کو اسکے بغیر کہ کسی کی اس کی خبر ہو۔

له صحیح لے آزری ہ۔ غیر مصالحانہ رویہ ٮه تذکار:۔ وعظ و نصیحت ذکر، بیان ہ

کہیں کسی گوشہ میں لیجا کر چھپا دیں۔ اور چند روز (وہ یہاں سے دور) کسی الگ مقام پہ رہیں۔ تا آنکہ دوست اور ہمدرد لوگ جمع ہو جائیں۔ اور حقیقت[1] حال بھی بادشاہ کے روبرو پیش ہو جائے (تب باہر آئیں)" (یہ سنکر) اُس (برادر) نیکدل پہ خوف طاری ہو گیا اور بڑی بیتابی سے شیخ (مبارک) کے حجرہ میں پہنچکر واقعہ عرض کیا، (والد نے) فرمایا کہ" اگرچہ دشمن غلبہ پائے ہوئے ہیں۔ (لیکن) خدائے یکتا (حقیقت حال سے)[2] آگاہ ہے۔ پادشاہ عادل سر پہ موجود ہے۔ ہفت اقلیم کے دانشمند موجود ہیں۔ اگر مٹھی بھر بے دین اور بد دیانت لوگوں کو حسد کی بدمستی[3] نے بے چین بنا رکھا ہے۔ تو درست کرداری و راست بازی اپنی جگہ ہے (پھر) تحقیق و تفتیش کا دروازہ بھی بند نہیں، علاوہ ازیں اگر خدا کا حکم ہمیں تکلیف نہ پہنچنے دینے کا ہے۔ تو (یہ لوگ) اگر سب مل کر بھی آ جائیں تو وہ کوئی تکلیف نہیں پہونچا سکتے۔ اور کوئی بڑی چال نہیں کھیل سکتے۔ اور ہمیں کوئی بھی آسیب نہ پہنچے گا۔ اور اگر پروردگار عالم کی مرضی یہی ہے (کہ گزند پہونچے)، تو ہم بھی خندہ پیشانی کے ساتھ چہرہ پہ تازگی رکھتے ہوئے نقد جان سپرد کرنے کو اور سخت جانی سے دستکش ہونے کو تیار رہیں۔" (برادر بزرگ)، چونکہ عقل کھو بیٹھے اور غم بڑھا بیٹھے تھے کہ (والد کے) بیان حقیقت کو افسانہ خوانی اور (اپنی) اضطراب انگیزی کو غم خواری سمجھکر (والد پہ زور ڈالنے کے لئے) یہ حربہ چلا" کہ (دنیاوی) معاملہ فہمی الگ چیز ہے اور تصوف کی داستان الگ، اگر آپ نہیں چلتے ہیں تو میں ابھی خودکشی کئے لیتا ہوں۔ پھر آپ جانیں اور آپ کا کام، میں تو

---

[1] صحیح حقیقت حال بہ اصل واقعہ [2] صحیح ایزد بے ہمال [3] صحیح نتواند رسانید و شاہ کار بے بیا رند باخت۔

ناکامی و نامرادی کا دن نہ دیکھوں گا" پدرانہ تعلق و شفقت سے مجبور ہو کر (والد نے) ان کی خواہش منظور کر لی، اس نورانی بزرگ کے فرمانے پر میں بھی بیدار ہوا ناچار اس اندھیری رات میں یہ تین شخص (والد، بھائی اور راقم) پیدل نکل پڑے نہ کوئی رہبر تھا اور نہ چلنے پر پاؤں قادر تھے۔ پدر بزرگوار تقدیر کی بوالعجبی پر حیران اور خاموش تھے، (صرف) میرے اور بھائی کے درمیان جائے پناہ کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ بھائی اس زمانہ میں کار ملکی معاملات دنیوی میں کسی کو اپنے سے بڑھ کر نہ جانتے تھے۔

(غرض) جس شخص کو وہ پیش کرتے تھے (کہ اس کے ہاں پناہ لیں) اُسے میں مجروح کر دیتا تھا۔ اور جسے میں بتاتا تھا۔ اس پر وہ ہاتھ جھٹک دیتے تھے رد کر دیتے تھے ابیات

دشمنوں نے کینہ و عداوت کے ہاتھ (آستین سے) باہر نکال لئے ہیں کوئی مہربان دوست نظر نہیں آتا۔ یوں تو سارا جہان آدمیوں سے بھرا ہوا ہے لیکن کوئی صاحب مروت انہیں موجود نہیں (پھر تو) میں دشمنوں کے اندر جاتا ہوں کیونکہ دوستوں سے امداد کی توقع نہیں،

(القصہ) ہزار بھاگ دوڑ کر کے ایک شخص کے گھر پہنچے۔ جس کی نیک ذاتی کا بھائی کو تو یقین تھا۔ اور مجھ جیسے صحیح وجود (حالات زندگی) سے ناواقف اور ترکیب عنصری[لہ] کے بازار سے نقصان رسیدہ کو اس کی صداقت کا) گمان تک بھی نہ تھا۔ (چنانچہ) وہ ان آسودہ حال بزرگوں (والد، بھائی وغیرہ) کو دیکھتے ہی گھبرا گیا (بلکہ گھر میں سے) نکل کر آنے پر پشیمان سا ہوا۔ اور حیران رہ گیا،

[لہ] زیان کار عنصری بازار ترکیب۔ جسم کی ترکیب عناصر سے نقصان اُٹھانے والا یہ فقرہ اپنے لئے بطور انکسار لایا ہے ۵

مجبوراً (ہمارے) رہنے کے لئے جگہ منتخب کی۔ جب اُس خراب خستہ مکان میں پہونچے (تو دیکھا کہ وہ مکان) اُس کے دل سے بھی زیادہ پراگندہ و بے قرینہ تھا۔ (اب یہ) عجیب موقع پیش آیا۔ اور عجیب قسم کا غم پورے دل پر چھا گیا۔ بڑے بھائی نے میرے بات کی چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے کہا کہ باوجود (میرے ساتھ) کافی واقفیت کے (اس شخص نے تو) غلط رویہ اختیار کیا۔ اور تو نے (اس کے ساتھ) باوجود کم میل رکھنے کے صحیح خیال کیا تھا (اب تدبیر کار کیا ہونی چاہیئے؟ تمہارا) خیال کس طرف جاتا ہے؟ کہاں جا کر آرام مل سکتا ہے؟ میں نے یہ جواب دیا کہ اب بھی کچھ نہیں بگڑا، لوٹ کر اپنے ہی گوشہ (عافیت) میں چلنا چاہیئے۔ اور مجھے گفتگو کے لئے نمائندہ قرار دیدینا چاہیئے۔ امید ہے کہ اہل زمانہ کا یہ دہ (چادر فریب) اٹھ جائے گی۔ اور مشکل حل ہو جائے گی۔ میرے والد نے مجھے آفرین کہی اور اسی پر آمادہ ہو گئے۔ (مگر) بھائی نے اسی (پہلے) دستور کے مطابق انکار کر دیا۔ اور کہا کہ اس ماجرے کی مجھے (پوری) خبر نہیں ہے۔ اور تو اس جماعت کی ہاروت مزاجی (سحر آفرینی) اور مکاری سے واقفیت نہیں رکھتا۔ اس خیال کو چھوڑ، راستے کے بارے میں بات کر (کہ اب کہاں جانا چاہیئے) باوجودیکہ (بندہ نے) آزمائش (احباب) کے صحرا کو طے نہ کیا تھا اور نہ لوگوں سے نفع نقصان اٹھایا تھا۔ (یعنی تجربہ نہ تھا) مگر اللہ کی جانب سے الہام و القا سے ایک شخص کا دھیان آیا۔ عرض کیا کہ دل یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر معاملہ (زیادہ) سخت نہ ہوا تو یقیناً یہ شخص مدد کر سکتا ہے۔ لیکن (حکومت کی طرف سے) سخت گیری کے وقت اس کا بھی مستقل مزاج رہنا بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ مہلت زیادہ نہ تھی، اور طبیعت پریشان تھی (بہر حال) اس کی طرف چل پڑے۔ پاؤں میں چھالے پڑے ہونے کے باوجود قدم پھسلنے[1]

---

[1] لغزگاہ۔ چکنی زمین جہاں سے پاؤں پھسل جاتے۔

والے کیچڑوں[1] میں چلنا پڑتا تھا - اور زمانہ کے عجیب انقلاب سے عبرت ہوتی تھی۔ (حق یہ ہے کہ) توکل کا مضبوط سہارا ہاتھ سے نکل چکا تھا، اور بے دل والے صبر کی راہ در پیش تھی۔ (اسلئے خوف کے مارے) ساری دنیا اپنی سختی سے تنگ آ تی تھی۔ اور ایک ایک قدم مشکل سے اٹھتا تھا۔ (بلکہ) سانس تک دشواری سے لیا جاتا تھا۔ عجب دلی پریشانی تھی۔ اور بدذات لوگوں کی (برپا کی ہوئی) قیامت کی دیکھی کا سامنا تھا (بہرحال جوں توں کرکے) جو پہنچے اس (شخص) کے دروازہ پر پہنچے۔ وہ یہ خبر سنکر بڑی گرمجوشی سے پیش آیا اور (رہنے کے لئے) ایک عمدہ مکان مقرر کر دیا، گوناگوں غم کچھ عرصہ کے لئے دور ہو گئے۔ اس آرام خانہ میں دو روز کے بعد اطلاع ملی کہ حاسدوں نے حسد سے کام لے کر اور صلح و آشتی بالائے طاق رکھ کر اپنے پُر خباثت دل کی چھپی بات ظاہر کر دی ہے۔ (یعنی) بڑے پختہ کار بنکر انہوں نے بادشاہ کی خدمت مبارک میں (حالات) عرض کئے اور (بادشاہ کے) دل مقدس کو تشویش میں ڈالدیا (چنانچہ) بارگاہ شاہی سے فرمان جاری ہو گیا کہ چونکہ ملکی و مالی معاملات بھی ان کی (شیخ مبارک کی) رائے معلوم کئے بغیر انجام نہیں پاتے تو یہ تو خود دین و مذہب کا معاملہ ہے، اس کا انجام بھی (خاصکر) انہی سے وابستہ ہے (اسلئے) محکمہ عدالت میں طلب کریں اور جو کچھ شریعت حقہ کا حکم ہو اور علمائے زمانہ تجویز کریں۔ اس پر عامل ہوں (اس جماعت نے) شاہی پیادوں کو بہکا کر (والد کی) طلبی کے لئے بھیجدیا، اور چونکہ اصل واقعہ سے وہ خوب واقف تھے۔ اس لئے پتہ چلانے کی بڑی کوششیں کیں۔ کچھ شرارت پسند بدمعاشوں کو ساتھ کر دیا، جب (شیخ کو) گھر میں نہ پایا، تو کورے جھوٹ کو سچ سمجھکر (والد کا) گھر قرق کر لیا۔ اور (کمسن بھائی) (شیخ ابوالخیر کو اس گھر میں پاکر درگاہ اقبال (شاہی) میں لیگئے۔

---

[1] یعنی گلزارہا۔ کیچڑ والی زمین۔

اور نہایت بڑھا چڑھا کر شیخ کے روپوش ہو جانے کی داستان بیان کی اور اس کو اپنی غیر مصالحانہ ...ہوں کی دلیل گردانا۔ (یہ بات) آسمانی عجیب و غریب تائید (بن گئی) کہ بدگ... ...لوں کے اس طرح ہجوم کرنے اور بے ہودہ بیانی کے طرز سے دیدہ ور ...ہوشیار) بادشاہ (کچھ) تاڑ گیا۔ جواب دیا کہ اتنی بہت سی سخت گیریاں ایک گوشہ نشین، مرتاض اور دانشمند درویش کے بارے میں کیوں کی جا رہی ہیں اور ا... بیکار بھیڑیں کس لئے لئے ہیں؟ شیخ ہمیشہ سیر کو جایا کرتے ہیں۔ اب (کہیں) باہر) سیر و تفریح کے لئے چلے گئے ہونگے؟ اس کمسن بچے کو کیوں لائے ہو؟ ...۔ ان کا گھر کیوں قُرق کیا گیا؟ (چنانچہ) فوراً ہی اس کم عمر (بھائی) کو چھوڑ دیا ...گھر کے گرد سے (بھی) ہٹ گئے (گویا) راحت کی (یہ) ہوا اس منزل پہ (پہونچ کر) آئی (لیکن) کیونکہ راستہ میں کچھ ناکامیاں ہوئی تھیں (اسلئے) وہم بڑھا ہوا تھا۔ اور (کچھ) اسکے خلاف افواہیں بھی اڑ رہی تھیں (اس بنا پر) یقین نہ کرتے ہوئے چھپے رہنے کی ہی کوشش جاری رکھی (ادھر) وہ شرمسار، کمینہ اور بدذات لوگ اس خیال میں لگ گئے کہ آج جبکہ (یہ لوگ) بے خانماں ہو گئے ہیں تو اس کام (کو انجام تک پہونچانے کی) تدبیر کر لینی چاہئے۔ اور ایسے بدخیال، سیاہ دل لوگوں کو مفرور کر دینا چاہیئے۔ جو جہاں کہیں (انہیں) پائیں۔ (انکا) خاتمہ کر دیں (کیونکہ) ایسا نہ ہو کہ (یہ لوگ) اس حالت سے آگاہ ہو کر بادشاہ کے آستانہ پہ پہونچ جائیں۔ اور دادخواہی کے ہنگامہ کو اپنے نورِ عقل سے روشن کر دیں (اسلئے) انہوں نے بادشاہ کے (اصل) جواب کو چھپا کر وحشت اور دہشت پھیلانے والی باتیں بادشاہ کی طرف سے مشہور کرا دیں (اسطرح) وہ (ہمارے) دوستوں اور بھولے بھالے آشناؤں کا خوف اور بڑھاتے تھے اور (اپنے لئے) اچھے وسائل و ذرائع پاتے تھے۔ (جس سے) لوگ دور دراز اندیشوں پہ پڑ جاتے تھے اور

ہماری) خیالی امداد سے بھی دستکش ہو جاتے تھے۔ (یہاں قیام کو) جب ایک ہفتہ گذر گیا تو صاحب خانہ بھی قابو سے نکل گیا، اور غیر مصالحانہ رویہ اختیار[1] کر لیا۔ اُس کے نوکروں نے (بھی) آشنائی کا اسلوب بدل دیا، (ہماری) عقل (پھر) وہم کے نیچے دب گئی اور دل بے قرار کو (غلط) یقین ہو گیا کہ وہ پہلی باتیں (یعنی بادشاہ کا دور اندیشانہ جواب وغیرہ) بے اصل تھیں اور یہ کہ بادشاہ بھی تلاش میں ہے اور سارا عالم بھی (ہماری) جستجو میں دوڑ دھوپ کر رہا ہے (بلکہ یہ خیال ہو گیا کہ) صاحب خانہ ہی پکڑ کر[1] حوالہ کر دیگا۔ (غرض) ایک عجیب غم پورے دل پر چھا گیا، اور بڑی فکر دل میں پیدا ہو گئی (اس حالت میں) میں نے کہا کہ دربار شاہی کے واقعہ سے میں اتنا سمجھتا ہوں کہ پہلی بات سچ ہے، ورنہ بھائی (ابوالخیر) کو نہ چھوڑتے اور لوگ گھر کے گرد سے ہرگز ہرگز نہ ہٹتے۔ پس یہ سب باتیں جو (ہمارے) دل میں گذر رہی ہیں (بظاہر) یہ حقیقت) نہیں ہیں (یوں تو) امن کے زمانہ میں بھی جب (ان لوگوں کی بکواس کانوں میں پڑتی تھی۔ تو اچھے خاصے[2] لوگ فریب میں مبتلا ہو کر دشمنی پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ تو آج اگر صاحب خانہ جیسا شخص خوف میں مبتلا ہو گیا ہے تو کوئی تعجب نہیں۔ (نیز اگر وہ) ہمیں پکڑوانے کے خیال میں ہوتا تو ظاہری سلوک میں تغیر نہ کرتا (تاکہ ہم بدگمان نہ ہونے پائیں) اور اس کام میں تاخیر بھی نہ کرتا، یقیناً بد ذات بد اندیشوں کی فسانہ خوانی نے اس کو بے وقوف[3] و پریشان کر دیا ہے۔ (جسکی وجہ سے یہ پہلو تہی کرنے لگا ہے) اور اپنے لوگوں کو اس (رویہ) پر آمادہ کیا ہے۔ تاکہ ہم بُرا برتاؤ دیکھ کر اس کا گھر چھوڑ کر چلے جائیں اور انکے

---

[1] صحیح "گرفتہ" [2] صحیح گزیدہ۔ [3] کالیوہ:- بے وقوف پریشان:

دل کا بوجھ ہلکا کر دیں۔ (غرض) کچھ ہوش و حواس بجا کر کے ہم نے تدابیر سوچنے پر توجہ کی، پہلی رات سے بھی زیادہ روز سیاہ اور سخت زمانہ درپیش تھا۔ میری پہلی سوجھ بوجھ اور موجودہ حالت کی (پیشگوئی کی) تفصیل پر وبھائی وغیرہ نے) تعریف کی اور مجھے سچا مشیر کار مان لیا اور میرے چھوٹے ہونے کو نظر انداز کر کے عہد کر لیا، کہ آئندہ میری رائے سے اختلاف نہ کیا جائے گا، جب شام ہوئی تو گو دل ہزار ٹکڑے دل میں بٹا ہوا، دماغ پریشان، سینہ زخمی اور دل غم کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا۔ (بہرحال) اس وحشت انگیز غمخانہ سے قدم باہر نکالا۔ نہ کوئی مددگار دکھائی دیتا تھا۔ نہ پاؤں میں جان تھی۔ نہ کوئی پناہ گاہ معلوم تھی اور نہ زمانہ پُر سکون تھا۔ یکایک اس تاریک شیطان خانہ (شبِ غم) میں (امید کی) ایک بجلی چمکی (یعنی) شاگردوں میں سے ایک کا گھر نظر آیا۔ اور کچھ اطمینان کا انس لیا۔ اگرچہ اس کا گھر اس کے دل سے زیادہ تنگ اور اس کا دل ہماری شبِ اول سے بھی زیادہ سیاہ تھا۔ مگر پھر بھی ہمنے کچھ آرام پایا، اور بے سروپا مارے مارے پھرنے سے بچ گئے، بالآخر کام کے انجام کی فکر اور گوشہ گمنامی کی تلاش میں خیال دوڑنے لگے اور اسی سلسلہ میں خیالات دور دور گئے (لیکن) جب کوئی آرام کی جگہ دکھائی نہ دی اور اطمینان حاصل نہ ہو سکا۔ تو (راقم نے) جواب دیا، کہ بہترین دوستوں، قدیم شاگردوں، اور پختہ کار مرید دل کا حال تو ان چند دنوں میں آشکارا ہو گیا، اب مصلحت وقت یہی ہے کہ اس پر نفاق شہر سے، جو علم و ہنر اور فضل و کمال کے لیئے مقام عذاب و وبال ہے ہم کوچ کر دیں۔ اور ان دورخے آشناؤں[۱] اور بے وفا دوستوں سے یکسو ہو جائیں۔ جس کا پایہ وفاداری بادِ بہار پر قائم ہے۔ (یعنی راحت کے ساتھی ہیں)

---

[۱] صحیح :- آشنایان دو رو

اور سامان ناپائداری تیز رو سیلاب پہ رواں ہے (یعنی مصیبت کے وقت بیوفا ہیں)، ممکن ہے کہ کوئی گوشۂ تنہائی میسر ہو جائے اور کوئی سعادتمند ناواقف شخص ہی ہمیں اپنی پناہ میں لے لے، اور وہاں رہکر (شاہ زمانہ کے (مزاج کے) حال سے واقفیت حاصل کر کے اسکے لطف یا غضب کا اندازہ لگایا جا سکے۔ اگر کچھ گنجائش پائی جائے۔ یا کچھ انصاف پسند خیرخواہ درمیان میں ڈالے جائیں اور زمانہ کے مزاج سے بو پاس حاصل کی جائے (یعنی اندازہ حالات ہو) اور وقت ساتھ دے، اور زمانہ مدد کرے تو بخیر واپسی ہو جائے۔ ورنہ قدرت نے عالم کی وسیع فضا کو تنگ نہیں کر دیا ہے، ہر طائر کو الگ شاخ اور الگ آشیانہ میسر ہے۔ اسی پر عذاب و بلا شہر میں دائمی قیام کا پٹہ (ہمارے نام) نہیں ہو گیا ہے۔ شہر کے مضافات میں فلاں امیر نے اجازت جاگیرداری حاصل کر کے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ اوسکے روزنامچۂ احوال سے تھوڑا بہت نور صدافت معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کی طرف بوئے محبت، دور اندیش عقل کو محسوس ہوتی ہے، اب (ہمیں یہ چاہیئے کہ) تمام لوگوں سے دستکش ہو کر اُس کے پاس پناہ لیں۔ شاید اُس نامعلوم (غیر مشہور) مقام پر ہمیں کچھ آرام میسر ہو جائے اگرچہ دنیاداروں کی آشنائی کو دوام و قرار نہیں (لیکن) اتنی بات ضرور ہے کہ اس کا اُن (مخالف) لوگوں سے کسی قسم کا میل ملاپ نہیں ہے۔

(چنانچہ اس مشورہ پر) یہ اد رگرامی بھیس بدل کر چل پڑے اور بعجلت اس طرف گئے وہ (امیر) اس خبر سے بہت خوش ہوا اور خنداں پیشانی سے (والد ہمارے) آمد کو مغتنم سمجھا۔ چونکہ اس روز وہاں بنیٹھ بھرتی تھی۔ اسلئے (اپنے) چند سپاہی (رہائی کے) ہمراہ کر دیئے تاکہ راستہ میں (ہمیں) کوئی تکلیف نہ پہنچے اور بدذات کھوج لگانے والوں کے ہاتھوں گرفتار نہ ہو سکیں۔ جب شب مایوسی

آدھی گذری تو وہ ہوشیار و بیدار دل (بھائی) واپس پہنچے، اور مژدہ راحت لائے۔ اور پیام سکون پہنچایا، اسی[1] وقت بھیس بدل کر (سب) چل پڑے اور مختلف راستوں سے اوسکے گھر پہ پہنچے۔ بڑی بشاشت اور خدمت گذاری کا اظہار کیا، اور بڑے اطمینان اور سعادت کی خوش خبری دی، دن اس جگہ آرام وسکون سے گذرا۔ اور زمانہ کی خلاف انگیزی سے پناہ میں رہے، کہ یکایک پہلی پیش آمدہ پریشانیوں سے بھی زیادہ سخت مصیبت آسمان تقدیر سے ٹپک پڑی (وہ یہ کہ) اس شخص کی دربار میں طلبی ہوئی اور جس شراب[2] سے کہ دوسرا شخص بے ہوش ہو گیا تھا۔ وہ اس سادہ مزاج (امیر) کے حق میں اور زیادہ تیز کردی (ورغلایا اور دھمکایا) اور یہ (اپنے سے) پہلے والے سے بھی زیادہ مدہوش ہو گیا۔ آشنائی کا دفتر ایکدم لپیٹ کر دھر دیا (الغرض) رات کو وہاں سے نکلکر ایک اور دوست کے گھر چلے، اوس نے (والد کی) تشریف آوری کو بہت ہی غنیمت سمجھا۔ چونکہ اس کی جگہ ایک شریر اور بدذات کے پڑوس میں تھی۔ اس لئے (ہمیں) بڑی پریشانی لاحق ہو گئی۔ اور بے انتہا حیرت و پریشانی نے دیوانہ وسرگشتہ بنا دیا۔ جب اور لوگ سو گئے، تو (ہم) غیر متعین مقام مقصود کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ ہر چند معاملہ پہ غور کیا اور فکر و تامل سے کام لیا۔ مگر کوئی جائے پناہ نظر نہ آئی۔ مجبوراً غم زدہ طبیعت اور پریشان دل کے ساتھ (پھر) اسی جگہ (واپس) چلے اور یہ عجیب ترپات (ہوئی) کہ اس طرف کے لوگوں کو (ہمارے) جانے کی خبر تک نہ ہوئی تھی۔ جب ان رشتہ توکل چھوڑے ہوئے لوگوں (ہم) نے آرام کیا، اور (ذرا) پریشانی سے نجات ملی۔ تو بھائی کی رائے

---

[1] ہماں دم :- اسی وقت۔ [2] ہیچ بادہ :- شراب۔

یہ ہوئی کہ (ہمارا) یہاں سے نکل کر کھڑا ہونا (محض) وہم و شبہ کی بنا پر تھا۔ حکم عقل[1] کے مطابق ہر چند (راقم نے) عرض کیا، کہ حالات کی تبدیلی کھلی رہنمائی کرتی ہے۔ اور (اس کے) ملازموں کے اطوار کا بدلنا کھلی دلیل ہے۔ مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا، اگرچہ (اسکی جانب سے) گرانی کے آثار بڑھتے جا رہے تھے۔ مگر کوئی دوسرا چارہ کار بھی ہاتھ نہ آیا۔ (بالآخر) جب اُس دورانکار خیال کرنے والے، کم عقل اور احمق نے دیکھا کہ یہ قباحت نہ سمجھنے والے (ہم) متنبہ نہیں ہوتے اور اس کا خیمہ خالی نہیں کرتے، تو روز روشن میں اسکے بغیر کہ کوئی مشورہ کرے یا آشنائی و ہمدردی کا کوئی لفظ زبان پر لائے اس نے کوچ کر دیا۔ اور اسکے نوکر چاکر خیمہ اکھاڑ کر چل دیئے، اب ہم تین شخص اُس جنگل میں، جسکے قریب ہی گھوڑوں کا بازار آراستہ تھا۔ بیٹھے رہ گئے۔ عجیب حالت درپیش تھی، نہ رہنے کی جگہ، نہ جانے کی صورت اور نہ کوئی پردہ حائل (کہ نگاہ سے چھپے ہی رہیں) اور (اُدھر) ہر طرف سے منافق و افتکار، سو طرح کے دشمن، بے حیا اور جفاکار نا آشنا، اور بے وفا عہد و پیمان باندھنے والے (ہماری تلاش میں) مصروف جستجو تھے۔ اور (ادھر) ہم بے پناہ جنگل میں بے بسی کی خاک پر پڑے ہوئے تھے۔ سخت زمانہ اور پریشان حالی کو دیکھ کر بڑے[2] غم میں مبتلا ہو گئے (لیکن) بہر حال (وہاں سے) اُٹھے اور اور کسی طرف قدم بڑھانے پر ہی مجبور تھے، (مجبوراً) انہی بد اندیشوں کے ہنگامہ میں ہم چل پڑے، حفاظت خداوندی نے لوگوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اور خدا کے حفظ و امان کی مدد سے اُس خطرناک مقام سے نکلے، اور

---

[1] فرمان خرد :- حکم عقل [2] صحیح اندوہ در شدیم ؞

سب لوگوں کی ہمدردی و ہمراہی کے وحشت خانوں کو آگرایا، سیلاب میں بہاکر بیگانوں کی ملامت اور آشناؤں کی خوش آمدید سے چھٹکارا پایا، ایک باغیچہ میں گذر ہوا۔ اور (وہاں) پناہ کی صورت دکھائی دی، گئی ہوئی طاقت واپس آگئی، اور دل کو بڑی ڈھارس ہوئی، ناگاہ اشکارا ہوا کہ چند بدانجام کھوج لگانے والے (یہاں سے) گذرنے والے ہیں۔ (غرض) بھاگتے بھاگتے چکنا چور ہو کر ذرا دیر (وہاں) آرام کیا اور (پھر) گو دل ٹکڑے ٹکڑے اور ظاہری حالت پریشان تھی، وہاں سے نکلے۔ جہاں بھی پہنچتے تھے (کوئی نہ کوئی) ناگہانی مصیبت رونما[1] ہو جاتی تھی۔ اور (ابھی) ایک جگہ ڈھنگ سے قیام بھی نہ ہونے پایا تھا کہ (دوسرے) خطرناک بیابان کی راہ پیمائی کرنے لگتے تھے۔ تا آنکہ اس بے تابانہ بھاگ دوڑ اور اندھا دھند چلا چل کے دوران میں ایک باغبان نے (ہمیں) پہچان لیا۔ (بس اب تو ہماری) حالت بڑی غیر ہو گئی، قریب تھا کہ جسم سے جان نکل جائے۔ اور نقد زندگی (موت کے) سپرد کر دیا جائے، (لیکن) وہ نیک ذات ہر طرح کی مہربانی کام میں لا کر (ہمارے) دل وارفتہ کو ٹھکانے پہ لایا۔ اور حسن سلوک کے ساتھ اپنے گھر لے گیا۔ اور غمخواری پہ آمادہ ہوا، اگرچہ بڑے بھائی (اب بھی خوف و ہراس کی) اس بری حالت سے نہ نکلے تھے۔ اور ہر ہر لمحہ (ان کے چہرہ کا) رنگ بدلتا تھا۔ مگر میں اس کے برخلاف خوش تھا۔ اور اس آؤ بھگت کرنے والے (باغبان) کی پیشانی حال سے صدق و صفا کے آثار مطالعہ کرتا[2] تھا۔ والد بزرگوار کو تو خدائے بے مثال کی معیت حاصل تھی، فرش معرفت

---

[1] سیاہی کردن یا نمودن :- ظاہر ہوا، سامنا ہوا۔ [2] برخواندمے صیغہ واحد متکلم۔

پر چلتے ہوئے تقدیر کی کرشمہ سازی کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ رات کا کچھ حصہ گزر چکا تھا، کہ صاحب خانہ دلداری کے لئے آیا۔ اور زبان شکوہ[۱] کھولکر کہنے لگا کہ مجھ جیسے دوست کے ہوتے ہوئے اس شورش و فساد کے زمانہ میں کہاں کہاں وقت گذارتے رہے، مجھ سے کیوں دامن بچایا گیا (غرض) جو (ہمدردانہ جذبات) ہمارے دھیان میں بھی نہ تھے وہ اس کے دل میں موجود تھے، میں نے جواب دیا کہ اس دشمن مراد ہنگامہ میں سب بخیال دوستوں اور مخلص خیرخواہوں سے اس لئے علیحدگی پسند کی کہ ایسا نہ ہو کہ ہماری وجہ سے ان کو تکلیف پہنچ جائے (یہ سنکر) وہ تھوڑی دیر کے لئے حیرت و تعجب میں ڈوب گیا، کہنے لگا۔ کہ اگر میرے (اس) گوشہ (مکان) کو آپ پسند نہیں[۲] کرتے تو اس کی بھی تدبیر کی جائے گی، دامن چھپنے کے ٹھکانے اُس نے نے بتائے، اس کی باتوں سے دوستی کے آثار ظاہر تھے۔ اس کی درخواست قبول کرتے ہوئے ایک گوشۂ گمنامی انتخاب کر کے ہم (وہاں) مقیم ہو گئے حسب دلخواہ مقام اخلاص دامن ہاتھ آگیا، اس مقام سے، انصاف پسند سعادتمندوں اور صداقت مند دوستوں کو پر از حقائق خطوط بھیجے گئے، ہر (اپنے آدمی کو) اپنی حالت معلوم ہو گئی اور وہ چارہ گری کے لئے تیار ہوا، کنبہ و خاندان[۳] والوں کو بھی (گونہ) اطمینان ہوا۔ ایک مہینہ کچھ دن اس آرام گاہ میں گذرے، بڑے بھائی آگرہ سے فتحپور سیکری گئے۔ تاکہ اس بڑے لشکرگاہ میں ہمدرد چارہ سازوں کو (ہمدردی کا) جوش دلائیں، صبح کو وہ دوراندیش (مظہر) کمال محبت (یا آفتاب یعنی بھائی) ہزار درد و تکلیف کے ساتھ واپس

---

[۱] پیغارہ :- طعنہ، شکوہ [۲] صحیح نمی کنید [۳] جمع اعراق :- جمع عرق بمعنی رگ، مراد کنبہ دار جس کا تعلق اصل خاندان سے تھا۔

آئے اور سختی زمانہ کا پیغام لائے، (واقعہ یہ ہوا کہ) اعیانِ سلطنت اور بارگاہ خلافت کے مقرب ارکان میں سے ایک (اپنا ہمدرد) شخص، بدذات حاسدوں کی داستانوں کی خبر پاکر بھر گیا اور دربارگاہ شاہی میں (نیازمندی اور بندگی کے آداب کا لحاظ نہ کرتے ہوئے خداوند عالم (بادشاہ) کے ساتھ سختی سے پیش آیا۔ اور تند آواز میں کہا کہ آسمان کی گردش ختم ہونے کو ہے اور قیامت کا دن قریب آگیا ہے کہ اس سلطنت میں بد دماغ اور بد کار۔ لوگوں کو کھلی چھٹی مل گئی ہے۔ اور نیک لوگ مارے مارے پھرتے ہیں۔ یہ کونسا آئین سلطنت ہے جو عمل میں لایا جارہا ہے؟ اور کیا ناشکری ہے۔ جو رونما ہو رہی ہے؟ اس جنگجو (بہادر) مگر بد بار (بادشاہ) نے اس کی نیکی و اخلاص پر نظر کرتے ہوئے (اس کی جرأت کو معاف کرکے فرمایا کہ تو کس کے متعلق کہہ رہا ہے؟ اور اس سے مراد تیری کون شخص ہے؟ تو خواب دیکھ رہا ہے یا تیرے ہوشمند دماغ میں جنون بھر گیا ہے؟ جب اس نے (والد کا) نام لیا، تو حضرت (بادشاہ) اسکی بے راہ[1] روی پر برہم ہوگئے اور زبان (گوہر بار) سے فرمایا کہ سب علمائے زمانہ اُن کی (یعنی والد کی) دشمنی اور ہلاکت پر کمر باندھے ہوئے ہیں۔ فتوے تیار کر رکھے، کہ ایک لمحہ مجھے چین سے نہ بیٹھنے دینے اور باوجود اسکے کہ مجھے معلوم ہے کہ شیخ فلاں مقام پر ہیں، اور (یہ کہتے ہوئے بادشاہ نے) اس خلوت خانہ کا نام لیا، لیکن (ہماری طرف سے) جان بوجھ کر تغافل کیا جا رہا ہے۔ اور میں ہر ایک کو (جدا جدا) جواب دے کر ٹال رہا ہوں۔ تو بے سمجھے، شور مچاتا ہے اور اپنے درجہ سے باہر ہوا[2] جاتا ہے (بس اب تو ہم حکم دیتے ہیں کہ) صبح کو آدمی جائے۔ شیخ کو (درگاہ میں) حاضر کرے

سلہ۔ بیچ گرائی:۔ بے راہی، گمراہانہ رفتار۔

سلہ۲

اور علما کا جلسہ منعقد ہو" بڑے بھائی یہ شور و شغب سنتے ہی راتوں رات ایلغار کے طور پر (یعنی راستہ میں منزل کئے بغیر) پہنچے۔ اور ہم لوگوں کی لاعلمی میں پھر پہلی طرح بھیس بدلکر یہاں سے نکل کر چل پڑے۔ ناکامی کے سب دنوں سے زیادہ (آج) خوف و اضطراب دل میں پیدا ہوا۔ اگرچہ تھوڑی بہت اس پر بھی روشنی پڑی۔ کہ لوگ کہاں تک ساتھ دینے والے ہیں؟ اور بادشاہ عادل سے کیا کیا کچھ انہوں نے کہا ہے؟ اور (شاہ) غیب دان کیونکہ (ہمارے) حال سے واقف ہیں۔ لیکن (پھر بھی) پہلے سے زیادہ سخت پریشانی (ہم پر) چھا گئی (غرض) ان لوگوں کی بے خبری میں پھر آوارگی اختیار کی، سورج کا اجالا، بدذاتوں (کے دل کا) اندھیرا، شہر کے رستوں میں بھیڑ بھاڑ، بدانجام تلاش کرنے والوں کی ہنگامہ آرائی، دوست ناپید اور مددگار[1] غیر موجود (غرض یہ کہ) لکڑی کے قلم میں اتنی ہمت کہاں؟ کہ اس حالت کا کچھ بیان کر سکے۔ روانی سے چلنے والی زبان کو لکنت ہوتی ہے۔ تو اس پھٹی زبان والے (قلم) میں ایسی کونسی طاقت آگئی ہے؟ (انجام کار۔) بدرجہ مجبوری ہر نوع کی پریشانیوں[2] کے ساتھ ایک ویرانہ کا رخ کیا شہر کے ہنگاموں اور دشمنوں کی نگاہ سے کچھ نجات ملی۔ چونکہ بادشاہ کی نوازشوں کا حال تازہ بتازہ معلوم ہوا تھا۔ تو سب کی یہ رائے قرار پائی۔ کہ چند گھوڑے فراہم کئے جائیں اور اس ویرانہ سے اس مقام اقبال (آگرہ) کی طرف کوچ کیا جائے، اور (پہلے) فلاں شخص کی قیام گاہ پر پہنچایا جائے (کیونکہ) اسکے اور ہمارے درمیان دیرینہ صداقت کا رابطہ ہے، ممکن ہے کہ (اس صورت میں) یہ غوغا دب جائے اور بادشاہ عفو و بخشش فرمائے، (پس) ناچار یکہ تازوں

---

[1] یار اندار : ۔ مددگار، سہارا، پشتہ [2] سراسیمگی :۔ پریشانی میں۔

کے اسلوب کے مطابق راستہ کا انتظام کیا، اور ایسی اندھیری رات میں چل پڑے، جو حاسدوں کے دل سے زیادہ سیاہ اور ہکو اس مارنے والوں کے افسانہ طرازیوں[1] سے بھی زیادہ دراز تھی۔ راہنما[2] (یعنی راقم) کی ناتجربہ کاری اور بے راہ روی کے باوجود صبح کا اجالا ہوتے ہوتے اس مقام تاریک (یعنی منزل مقصود) پہ پہنچے۔ اس ناواقف حقیقت نے اگرچہ اپنی جگہ سے تو لغزش نہ کی (یعنی ہمدردی برتی) لیکن خوف و ہراس کی اتنی داستانیں پڑھ ڈالیں کہ بیان سے باہر ہیں (یعنی) از روئے مہربانی اُس نے کہا۔ اب وقت نکل چکا ہے، اور (بادشاہ کا) مزاج اقدس ذرا برہم ہو چکا ہے۔ اگر اس سے پہلے (آپ لوگوں کا) آنا ہو جاتا تو کوئی تکلیف نہ پہنچتی اور آسانی سے مشکل حل ہو جاتی۔ یہاں سے قریب ہی ایک گاؤں کا مجھے پتہ ہے (اب) چند روز اس گمنام جگہ میں بسر کرنے پڑینگے تا آنکہ بادشاہ کا دل مقدس لطف و کرم پہ مائل ہو۔

(خلاصہ یہ کہ) ایک چھکڑے (بیل گاڑی) میں بٹھا کر (ہمیں) اس طرف روانہ کر دیا (راستہ میں) طرح طرح کے غم و اندوہ سے دوچار ہونا پڑا۔ جب وہاں پہنچے تو وہ کاشت کار، جس کی امید پہ بظاہر (ہمیں) وہاں بھیجا تھا موجود نہ تھا۔ (تو) اس اجڑی بستی میں ہم بے موقع آکر اُترے (وہاں کے) دلروغہ (نمبردار) کو خط پڑھوانے کی ضرورت تھی۔ اور علم کے آثار اُس علاقہ میں ناپید تھے (ہمارا نہ چلا تو) اس نے ہمیں، ٹلوایا، چونکہ وقت تنگ تھا۔ اسلئے انکار کی راہ اختیار کرتی پڑی، اور (پھر) تھوڑی دیر کے بعد ہی معلوم ہو گیا کہ یہ گاؤں ایک سنگدل بھرے دماغ مخالفوں میں سے ایک کا ہے۔ اور اُس (بھیجنے والے) نے اپنی ناواقفیت کی بنا پر (ہمیں) یہاں بھیجدیا ہے۔ بصد اضطراب و غم ہمنے

---

[2] صحیح تلاوز :- رہنما۔

اپنے آپ کو اس مقام سے نکالا[۱] - اور ایک اجنبی رستہ بتانے والا پکڑ کر دارالخلافہ آگرہ کے مضافات کے ایک گاؤں[۲] کی طرف، جہاں سے ایک آشنا کی بو آرہی تھی، چل پڑے، (گویا) اس روز تیس کوس کا بیراہ اور غلط سفر کرتے ہوئے اس منزل مقصود میں جا پہنچے، وہ نیک خصلت (آشنا) بڑی انسانیت و مروت سے پیش آیا - لیکن معلوم ہوا کہ یہاں بھی بے بات لڑنے والے مخالفوں میں سے ایک شخص کھیتی باڑی کا کام کرتا ہے اور وقتاً فوقتاً وہ اس طرف آتا رہتا ہے، (مجبوراً) اسے بھی چھوڑا اور آدھی رات کو پریشان دلی کے ساتھ (پھر) راہ پر پڑ لیے - اور صبح کے وقت دارالخلافہ آگرہ میں داخل ہو کر ایک دوست کے گھر کا گوشہ ہاتھ آیا۔ تھوڑی دیر، اس بے مروت سرزمین[۳]، عہد فراموشش[۴]، نااہل خطہ شیطانی[۵] اور بے عقلی کی فضائے[۶] (آگرہ) میں آرام کا سانس لیا۔ لیکن زیادہ دیر نہ گذری کہ اُنہی خدا کو ناراض کرنے والے بے حیاؤں اور غیر مصالحانہ رویہ اختیار کرنے والے مطلبیوں میں[۷] سے ایک کا نام[۸] (دوران گفتگو میں) زبان پر آیا - کہ پڑوس میں ایک پریشان عقل نالائق اور بد دماغ بد کار رہتا ہے تو (لازمی طور پر) صحن دل کو نئے غم نے گھیر لیا - اور عجیب پریشانی لاحق ہو گئی، اور چونکہ قدم بھاگ دوڑ سے، دماغ خیال صبح دینی رات بھر چلتے رہکر صبح کر دینے سے کان جرس قافلہ (گھنٹہ) کی آواز سے اور آنکھیں، بیداری

---

[۱] صحیح - انداختیم :- صیغہ جمع متکلم [۲] دیہہ :- ایک گاؤں [۳] خاکدان :- مٹی اور کوڑے کباڑ ڈالنے کا برتن [۴] خواب گاہ :- غفلت خانہ [۵] دیوسار :- دیو و شیطان کا خط [۶] تنگ بار :- مقام تنگی، سب آگرہ مراد ہے [۷] ازجیرہ رویان :- باضافہ از صحیح ہے - [۸] نامیکے :- باضافہ یکے صحیح ہے -

کے نشتر سے زخمی و عاجز آ چکی تھیں۔ اسلئے عجب درد نے دل کو آگھیرا، اور بڑے بھاری غم کا دل کو سامنا کرنا پڑا۔ ناچار اور تدبیریں سوچی گئیں۔ صاحب خانہ نے بھی کوئی (امن کی) جگہ ڈھونڈنے کے لیئے قدم ہمت بڑھایا، دو روز اسی تلبی کشمکش میں گذرے، ہر لمحہ زندگی کو آخری سانس سمجھکر (یہ) زمانہ گذر رہا تھا۔ تا آنکہ اس پیر روشن ضمیر (والد) کو ایک سعادتمند (واقف کار) کا خیال آیا، صاحب خانہ کی سخت کوشش و جستجو سے وہ ملا۔ اس نے آرام و راحت کے ہزاروں مژدے سنائے، فوراً اس مقام خلوص (واقف کار کا گھر) پہ پہنچے (موجودہ) صاحب خانہ کی بشاشت و دلی شادمانی سے (ہمیں بھی) بہت خوشی حاصل ہوئی، (گویا) آرزو کے گل بوٹوں پر کامیابی کی نسیم کے جھونکے چلنے لگے۔ اور کاروبار میں نئی آب وتاب پیدا ہو گئی، (یہ شخص) اگرچہ اصحاب باطن (سالکین و مریدین) میں سے نہ تھا۔ مگر سعادت سے بہرہ ور تھا، گمنامی کی حالت میں بھی آبرو سے زندگی بسر کرتا تھا۔ باوجود غریب ہونے کے غنی دل تھا۔ باوجود تنگ دست ہونے کے کشادہ دلی اور باوجود بوڑھا ہونے کے نوجوانی اس کی پیشانی احوال سے نمودار تھی (غرض) مرضی کے مطابق خلوت کی جگہ (ہمارے) ہاتھ آگئی، خطوط لکھنے کی پھر سے بنیاد پڑی۔ اور چارہ جوئی کا کام سامنے آیا۔ پورے دو ماہ اس آرام گاہ میں قیام رہا اور (یہیں سے) در مقصود وا ہوا (اسطرح کہ) حق پسند خیر اندیش لوگ امداد کے لیئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اقبالمند واقفین کار مدد کے لیئے جم بیٹھے، سب سے اول محبت و دوستی کی دل لبھانے اور پیار بڑھانے والی باتوں سے بہانہ یاز فتنہ پردازوں اور بے ڈھنگے نا اہلوں کو دبانے کا بند و بست کیا، اور اس کے بعد شیخ کی نیک کرداری کی تفصیل بارگاہ خلافت میں پونچائی اور نہایت دلکش اور رحمت انگیز طرز سے پہونچائی، اقبالمندی کے تخت نشین

(بادشاہ) نے دور اندیشی اور قدر شناسی کے لحاظ سے محبت بھرے جواب دیئے۔ اور عزت واحترام کے ساتھ (بارگاہ میں) طلب فرمایا۔ چونکہ میرا سر درباری تعلق[1] کے لئے (کبھی) نہ جھکتا تھا۔ اسلئے میں ساتھ نہ گیا۔ اس روشن دل پیر والا نے بڑے بھائی (ابوالفیض فیضی) کے ہمراہ نیازمندانہ طور پہ بارگاہ خسروی کا رخ کیا۔ ہر قسم کی شاہانہ نوازشوں کے ساتھ درجۂ بلند پایا۔ اسکے بعد فوراً ہی ناشکرگذاروں کا نوبت[2] خانہ خاموش ہو گیا۔ (شریر لوگ شرارت سے باز آگئے) اور پُرشور دنیا سکون پذیر ہو گئی (والد نے) درس مشغلہ اور معرفت کے خلوت خانہ کو (نئی) آرائش دی۔ (گویا پھر) زمانہ نے نیک ذات لوگوں کے طریق کار کو ترقی دی رباعی:۔

اے رات! اب، وہ سب لڑائی جھگڑے نہ کرنا جو کل کئے تھے؟ اور دل کا راز اسطرح آشکارا نہ کرنا۔ جس طرح کل کیا تھا۔ تو نے دیکھ لیا کہ میری کل والی رات (غم میں) کس قدر دراز ہو گئی تھی۔ اور اسکے تھوڑے دن بعد والد بزرگوار درگاہ (نظام الدینؒ اولیا) دہلی کے طواف گاہ کی طرف متوجہ ہوئے، اور اپنی محفل مقدس کے چند فیض یافتہ اصحاب کے ساتھ مجھے بھی ہمراہ لے گئے۔ (کیونکہ جس سال سے دارالخلافہ آگرہ میں قیام گزیں ہوئے تھے۔ تو اس منور گوشہ میں عالم بالا کے تماشے میں اسقدر لگے رہے کہ عالم دنیوی کے عجائبات کی طرف نگاہ ڈالنے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ (اسوقت) ایک دم اس خواہش (زیارت نظام الدینؒ) نے گریبان دل تھام لیا۔ اور ہمت کا دامن کشادہ کر دیا

---

[1] تعلق:۔ مراد درباری تعلق [2] نقارخانہ، نوبت خانہ۔ ع ۵ صحیح دبانزاز سرنامہ نویسی ۵

(چونکہ) علاوہ پیدائشی اور پدرانہ تعلق کے مجھے (والد کے ساتھ) روحانی تعلق بھی حاصل تھا۔ (اسلئے) بے مثل نوازش سے مخصوص فرماکر (مجھ سے) راز کی باتیں ظاہر فرمائیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تجلیات سحر گاہی میں جبکہ دل آسمانِ جمالِ خداوندی سے ملا ہوا اور فرشِ نیازمندی (مصلے) پر اظہارِ نیازمندی (عبادت مراقبہ) کیا جارہا تھا، تو خواب و بیداری کی درمیانی حالت (غلبہ لطیفہ) میں خواجہ قطب الدین اوشی اور شیخ نظام الدین اولیا نمودار ہوئے اور بہت سے بزرگ مجتمع ہوئے، اور باہمی مصاحبت کی محفل آراستہ کی (گویا اسلئے اب والد ان کے مسلک سماع وغیرہ کی مخالفت کرتے اور اتنک آستانہ پر حاضر نہ ہونے کی) معذرت کرنے کے لئے ان کے مزاروں پر جاتے ہیں (تاکہ) اس سرزمین میں کچھ عرصہ اُن (بزرگوں) کے مسلک کے مطابق (وجد و سماع سے) اشتغال رکھا جائے والد بزرگوار نیک انجام اسلاف[1] کے طرز پر (شریعت کے احکام) ظاہر کی بھی بڑی حفاظت کرتے تھے (چنانچہ) گانے[2] اور عود و بربط[3] کے سننے سے پرہیز کرتے ہیں وجد و سماع، (قوالی وحال) جو صوفیا کے ہاں مروّج ہے، پسند نہ فرماتے تھے (بلکہ) اس مسلک والوں پر طعن فرمایا کرتے تھے۔ ہمیشہ ان کی پرجواہر زبان سے یہ نکلتا رہتا تھا۔ کہ اس صورت میں بھی کہ دولت و افلاس، تعریف و مذمت اور سونے اور مٹی کو یکساں سمجھنا اس (سیر و سلوک کی) کاروائی کی شرائط میں سے ہے۔ (پھر بھی) ایک بے دماغ اپنے اندر رنگینیاں رکھتا ہے۔ (حضرت نظام الدین اولیاءؒ یا ان کے متبعین سے کسی ایک کی طرف اشارہ ہے) آگاہ دل لوگوں کے ٹھوکر کھا جانے کی صورتیں (والد) گن گن کر بتایا کرتے تھے۔ اور اُن سے سخت پرہیز و اجتناب

---

[1] نیاگان = گذشتہ بزرگ۔ [2] اغانی:- جمع اُغنیہ :- گانا قوالی [3] ابریشم: ساز

کیا کرتے تھے اور اپنے دوستوں کو بھی روکتے تھے۔ شاید اس رات میں جبکہ شبستانِ[1] معرفت کے ان متوالوں[2] امراد خواجہ و شیخ و دیگر بزرگ) نے اس طرح (غلبہ و مراقبہ میں) سفر واپسی فرمایا (یعنی پلٹ کہ عالم جسمانی میں آئے) اور نیت کی درستی اور عمل کی سچائی سے اسطرح پرسش احوال کی تو اس خدا پرست پیر (والد) کا دل چھین لیا۔ (غرض) اس باسعادت سفر میں اس چمن (معرفت دہلی) کے بہت سے (قبر دل میں) محو خواب بزرگوں پر گذر ہوا (میرے) دل میں اسقدر تجلیات نمودار ہوئیں۔ اور اسقدر فیض پہنچا (کہ اسکی) سرگذشت اگر تفصیل سے رقم کی جائے تو لوگ افسانہ تصور کرینگے اور بوجہ بدگمانی کے گنہ گار بن جائیں گے (غرض) یہانتک (فیض پہونچا) کہ مجھے تجرد (دنیا سے بے تعلقی) کے گوشہ سے نکال کر تعلق (ع ادھر مخلوق میں شامل اُدھر اللہ سے واصل) کے دربار میں پہنچا دیا، اور دولت (روحانی) کا دروازہ کھول دیا، اور اعتبار و وقعت کا بلند درجہ حاصل ہو گیا (جس سے) حرص و ہوس میں مدہوش اور حسد کے مارے ہوئے لوگوں کی حالت پریشان ہو گئی، (لیکن) میرا دل سوز و گداز میں تھا۔ اور ان (حاسدوں) کی پریشانی بھی پیش نظر تھی۔ نہایت خشوع و خضوع سے خدائے بے ہمتا کے ساتھ عہد کیا، اور اپنے دل میں فیصلہ کر لیا، کہ ان اندھوں (حاسدوں کی) نقصان رسانی (کا احساس) (میری) نیک کردار طبیعت سے نکل جائے اور اسکے بالعوض نیکی (حسن سلوک) کے سوا (میرے) دل میں اور کچھ نہ آنے پائے۔ توفیق خداوندی کی مدد سے اس خیال میں کامیابی ہوئی۔ اور ایک نئی (قلبی) نشاط اور اس کی وجہ سے زورِ ہمت مجھ میں پیدا ہو گیا (حاسد) لوگ (اپنی) تباہ کاری سے عبرت گیر ہوئے اور باز آ گئے، والد بزرگوار نصیحت فرمانے لگے۔ لوگوں کو جنگ جوئی، کج عقلی، باطل پرستی اور نالائقی کے متعلق

---

[1] شبستان:۔ رات بسر کرنے کا گھر، رین بسیرا [2] غنودگان:۔ اونگھنے والے مراد مصروف راحت۔

ارشاد فرمایا اور بدکاروں کو (پوری) سزا دینے کی اہمیت ظاہر فرمائی۔ (خادم) کچھ دنوں راز نہاں کو اشکارا کرنے سے گریز کرتا رہا۔ اور اپنے اس مربی (کی بات) کا جواب دینے میں شرم محسوس کرتا رہا۔ آخر کار مجبوراً اپنی حالت کو (خدا سے عہد کرنے اور لوگوں کی بدی کا جواب نہ دینے کے عزم کا حال) بیان کیا اور ان کے باطنی (منتقمانہ) جوش کو فرو کیا (جس سے) دل کی سیکڑوں گرہ کھل گئیں اور پرانا ناسور بھر گیا۔

یہ داستان تو بہت دراز ہے (آخر یہ کہ) جب شاہی پھریرے دارالحکومت لاہور میں ملکی مفاد کی خاطر (کچھ عرصہ) جم کر رہ گئے (اور والد بھی بادشاہ کے ساتھ لاہور ہی تھے) تو دل میں اس پر حقیقت کی جدائی سے اضطراب پیدا ہو گیا، ۳۲ جلد الہی مطابق ۹۹۵ھ (میں نے) واپس تشریف آوری کی درخواست کی۔ اور اس روحانی وجسمانی عارف (والد) نے درخواست قبول فرما کر ۲۳ رماہ خورد الہی ۳۲ سنہ الہی موافق یوم شنبہ ۶ رجب ۹۹۵ھ سایہ الطاف اس وحدت شعار کثرت نما (خادم) کے سر پر ڈالا، اور ہر قسم کی عنایات سے عزت بخشی۔ اسکے بعد (والد) برابر گوشہ تنہائی میں خوش وخرم رہتے۔ اور سب چیز دل کو چھوڑ کر اپنے عہد کے متفرق واقعات لکھنے اور عجائب کارنفس کے تزکیہ میں دن گزارتے رہے۔ اور آزاد مردی کے گوشہ میں چھپے رہکر (دنیوی تعلقات سے) آزاد رہے، تاآنکہ مزاج مبارک عنصری اعتدال سے ذرا منحرف ہو گیا (بیمار ہو گئے) اگرچہ اس قسم کی بیماری (پہلے بھی) بہت ہوتی رہتی تھی۔ مگر اس دفعہ سفر واپسی کی اطلاع پائی، اور اس (خادم) پریشان حال کو بلوا کر ہوش افزا باتیں فرمائیں اور (دنیا سے) رخصت ہونے کے سامان ظہور میں آئے، چونکہ یہ سب باتیں مخفی طور سے ہوتی تھیں۔ اور مجھے صاحب دل سمجھتے ہوئے انہوں نے یہ راز آشکارا

فرمایا تھا۔ اسلئے لہو کے گھونٹ پی کر ضبط کیا، اور باوجود بیحد اضطراب کے اپنے آپ کو کچھ سنبھالے رکھا اور ملک تقدس کے اس پیشوا کی پر تاثیر ذات کی برکت سے کچھ سکون سا رہا۔ (غرض) سات دن بعد نہایت ہوش وحواس اور خوب شعور وحضور کی حالت میں ۱۴ امرداد ماہ الٰہی مطابق ۷ ذی قعدہ سنہ ۱۰۱۱ھ باغ قدس میں تشریف لے گئے۔ (انتقال فرمایا گویا) آسمان معرفت کا خورشید[1] روپوش ہو گیا، اور خداشناس چشم عقل تاریک ہو گئی۔ اور (غم میں) علم کی کمر دوہری ہو گئی، اور حکمت کا عہد ختم ہو گیا۔ مشتری[2] نے چادر (معرفت) سر سے اتار پھینکی اور عطارد[3] نے (بیکار سمجھتے ہوئے) قلم توڑ ڈالا۔ قطعہ

(آج دنیا سے) وہ گذر گیا، جو دنیا میں دانشمند روزگار تھا، جس نے آسمان معانی (حقیقت) کے دروازے کھولے تھے، جس کے بغیر اس کے اقربا مردہ دل یتیم بنکر رہگئے ہیں۔ کیونکہ وہ کنبوں قبیلوں کا باوا آدمؑ اور خاندان کے لئے عیسیٰؑ کا درجہ رکھتا تھا۔

جیسا کہ اس کی کچھ تفصیل اپنے موقع پہ کی جا چکی ہے۔ اب (راقم) جب اپنے بزرگوں کے حالات کا کچھ حصہ لکھ چکا ہے۔ تو کچھ اپنے متعلق لکھکر دل کو (اس خیال سے) فارغ کر لینا، کلام کو آب وتاب دینا اور بند زبان کو کھولنا چاہتا ہے

ذکر قائل

میری روح پاک بدن عنصری کے ساتھ پیوست ہو کر (سنہ ۷۲ھ جلالی مطابق

---

[1] صحیح نیر سپہر :- خورشید آسمان [2] مشتری :- نام ستارہ جس کا لقب قاضی فلک ہے
[3] عطارد :- ستارہ ملقب بہ دبیر فلک۔

۱۹۵۷ء میں انسانی مشیمہ[۱] (رحم مادر) سے دنیا کی تفریح گاہ کی طرف آئی (میں پیدا ہوا) ایک سال اور کچھ مہینوں میں (قدرت نے) اچھی طرح بولنا سکھا دیا، پانچ سال کی عمر میں تو غیر معمولی سوجھ بوجھ پیدا ہو گئی، (گویا) قدرت نے استعداد کا دریچہ کھولدیا پندرہ سال کی عمر میں والد کے خزانۂ علم و معرفت کا خزانچی، اور جواہر حقیقت کا امانتدار محافظ بن گیا۔ (یعنی اس) خزانہ پہ سانپ (ننگہ) بیٹھ گیا۔ یہ عجیب بات ہے آسمان نیرنگ ساز کی گردش سے میری طبیعت کسبی علوم اور زمانہ کی رسومات سے متنفر بے رغبت اور گریزاں رہتی تھی۔ اور اکثر اوقات بہت کم سمجھ میں آتا تھا۔ والد اپنے ڈھنگ پہ علم کا افسوں پھونکتے اور ہر علم و فن میں ایک ایک مختصر رسالہ تصنیف فرما کر یاد کراتے رہتے تھے، (اس سے) اگرچہ میری عقل میں کچھ اضافہ (ضرور) ہوتا تھا، (لیکن) مکتب علم کی کوئی بات دل میں نہ جمتی تھی۔ کبھی تو بالکل سمجھ میں بھی نہ آتی تھی، اور کبھی شبہات و شکوک راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے تھے، زبان اتنا بھی ساتھ نہ دیتی تھی کہ میں ان باتوں کو زبان پہ لا بھی سکوں، لُکنت کا پردہ پڑ جاتا تھا۔ بار یہ کہئے کہ بیان کی طاقت ہی نہ تھی۔ اس محفل (درس) میں ہی رو پڑتا تھا اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگتا تھا۔ اسی دوران میں مجھے مظاہر (حسن و جمال) دنیوی میں سے ایک (حسین) کے ساتھ تعلق خاطر ہو گیا، اور دل اُس کم نظری اور دریافت کی کوتاہی سے چھوٹ گیا۔ چند روز اس واقعہ پہ نہ گذرنے پائے تھے۔ کہ اس کے ساتھ ہمنشین و ہمکلام ہونے کی آرزو نے مجھے مدرسہ جانے کا طلبگار بنا دیا، (گویا یوں میری) سرپھری اور بھگوڑی طبیعت کو وہاں (مدرسہ) پہونچا دیا۔ اور تقدیر کا کرشمہ دیکھئے! کہ مجھے تو غائب کر دیا اور (میری جگہ) کسی اور ہی کو (قدرت) نے لا بٹھایا (یعنی میری حالت میں بالکل

---

[۱] مشیمہ۔ وہ جھلی جس میں بچہ رحم کے اندر لپٹا ہوا ہوتا ہے۔

انقلاب ہوگیا) رباعی

میں مے خانہ میں پہنچا تو (مغون نے) جو حاضر تھا۔ میرے سامنے رکھدیا یعنی جام شراب پیش کردیا، (میں نے تو پی لیا مگر) اس کی کیفیت نے مجھے ہوش سے بیہوش کردیا (گویا) مجھے (تو کہیں اور) لے جا ڈالا اور (میری جگہ) دوسرا لا بٹھایا۔

اب حکمت کے حقائق اور علم رسمی کی باریکیاں مجھ پر کھلنے لگیں (چنانچہ) جو کتاب (اب تک) نظر و مطالعہ[1] میں بہت کم آئی تھی۔ وہ پڑھی ہوئی کتاب سے بھی زیادہ صاف طور سے سمجھ میں نہ آئی، اگرچہ یہ خاص خدا کی دین تھی۔ جس کا عرش پاک سے متر قیانہ نزول ہوا تھا۔ لیکن والد بزرگوار کے ملفوظات[2] و بیانات اور ہر علم کا خلاصہ یاد کرتے رہنے کے غیر منقطع سلسلہ نے (علمی ترقی میں) بڑی مدد دی، اور انکشافات علمی کا بڑا سبب یہی ہوا۔ آئندہ دس سال خود تعلیم دینے اور علمی فائدہ پہنچانے میں گذارے (اسطرح کہ) رات اور دن میں، بھوک اور سیری میں، خلوت اور جلوت میں اور غم اور خوشی میں سے ایک کو دوسرے سے الگ اور ممتیز نہ کرسکا۔ باطنی و شہودی تعلق اور علمی علاقہ کے سوا کسی دوسری چیز کا دھیان نہ تھا۔ مزاج انسانی (کی احتیاج) کے سمجھنے والے اس بات پر کہ دو دو تین تین دن (مجھے) بغیر کچھ کھائے گذر جاتے تھے اور (میرا) طلبگارِ علم، نفس کھانے کی رغبت ہی نہ کرتا تھا۔ حیران رہ جاتے تھے، اور انہیں (مجھ سے) بڑی عقیدت بڑھتی تھی، (بندہ ان کی حیرت کا) جواب یہ دیتا کہ (دیکھو) مالوف و عادی چیز دل کی غلامی (یعنی ضرورت کو) دور کرکے بیمار کو اس کی طبیعت کس طرح مرض کے لاحق ہونے کے سبب کھانے پینے سے روک دیتی ہے! اور (اس پر) کسی کو تعجب نہیں ہوتا تو اگر معنوی امور پہ توجہ (عادی

---

[1] صحیح :- کتابے کہ منظر ندہ آمدہ الخ

[2] انفاس :

چیزوں کو) فراموش کرا دے - تو یہ بات کیوں عجیب معلوم ہوتی ہے ؛ (غرض) اکثر مروجہ کتابیں کثرت سے پڑھنے پڑھانے اور سننے سنانے کی وجہ سے حفظ یاد ہوگئیں اور بلند مضامین (کتابوں کے) پرانے اوراق سے دل کے نئے صفحہ پہ نقل کر لئے ؛ (ذہن رسا کا یہ عالم تھا کہ) انکشاف حقیقت ہونے اور نادانی کی اپنی سے معرفت کی چوٹی پر پہنچنے سے پہلے ہی میں (اپنی) باتوں کو (یعنی توجیہات وتحقیقات کو) متقدمین کے (اقوال کے) موافق پاتا تھا - (مگر) لوگ (میری) کم عمری کو دیکھ کر یہ بات تسلیم نہ کرتے تھے (اسپر) میری طبیعت جھنجھلائی اور ناتجربہ کار[۱] دل آشفتہ ہوتا تھا - ایک دفعہ یہ لوگ میرے شروع احوال میں ہی مطول پہ جو خواجہ ابوالقاسم کا حاشیہ ہے وہ لے آئے - تو اسمیں وہ مضامین ملے جو کہ میں میر زاہد ملا جلال پہ بیان کرتا رہا تھا - اور کچھ دوست (شاگرد) لکھ لیا کرتے تھے - دیکھنے والوں کو بڑی حیرت ہوئی اور اب وہ اس انکار سے باز آگئے اور مجھے (دوسری نگاہ سے دیکھنے لگے - اور (اپنی) نارسائی کا شگاف بند کر کے مرتبہ شناسی کا دروازہ کھول لیا (میرا مرتبہ پہچان گئے)

(ایک دفعہ) پڑھانے کا کام شروع کرنے کی ابتدا ہی میں رسالہ اصفہانی پہ جو حاشیہ ہے وہ نظر سے گذرا - جس کے نصف سے زیادہ حصہ کو کیڑا لگ گیا تھا - اور لوگ اس سے فائدہ اٹھانے سے ناامید ہوچکے تھے - میں نے کرم خوردہ حصہ الگ کر دیا اور اسکی جگہ سادہ کاغذ جوڑ دئے - اور صبح کے نوربخش وقت میں تھوڑے سے تامل سے کام لیکر ہر عبارت کا شروع و آخر معلوم کر کے اسی (اپنے) مسودہ کے مطابق سلسلہ وار لکھ کر سادہ کاغذوں پہ اتار دیا - اسی دوران میں اس کتاب کا ایک صحیح

۱؎ صحیح دل ناآزمودان

سالم نسخہ ہاتھ آگیا۔ تو جب مقابلہ ہوا تو صرف دو جگہ ہم معنی الفاظ اور تین چار جگہ تریب المعنی الفاظ کا فرق نکلا۔ (یہ دیکھ کے) سب لوگ حیران رہ گئے،

(القصہ) جبقدر وہ قلبی تعلق (یعنی محبوب مجازی سے تعلق) بڑھتا تھا۔ تو معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اور ہی نور دل کو روشن کر رہا ہے۔ بیس سال کی عمر میں (اس عشق مجازی سے) رہائی کا مژدہ ملا۔ اور دل کا یہ پہلا تعلق توڑ لیا (پھر) وہی پہلی سی پریشانی لاحق رہنے لگی، ہنر و کمالات سے آراستگی شباب کی شراب تازہ کے ساتھ ملکر ہنگامہ برپا کرنے لگی۔ جذبات کا دامن وسیع، اور علم و ہنر کا جام جہاں نما ہاتھ میں (ہوتے ہوئے) نئے جوش و ولولہ کی صدائیں کان میں آنے لگی۔ اور تمام (رسمیات) سے باز رہنے کا خیال لاحق ہونے لگا۔ (مگر) اسی زمانہ میں عقل و خرد کو فروغ دینے والے بادشاہ نے مجھے یاد فرما لیا۔ اور گوشۂ گمنامی (میں پڑے رہنے) سے بچا لیا۔ جیسا کہ (کتاب) کے آخر میں اور (درمیان میں بھی) مختلف) تقریبوں سے اس کا ذکر کر کے (میں نے) اظہار تشکر کیا ہے۔ یہاں (بارگاہ شاہی میں) میرے نقد (ہنر) کو کھرا رجانکر) قبول کیا (گویا) قدر و قیمت کی منڈی ہاتھ آگئی۔ اہل زمانہ اب مجھے دوسری نظر سے دیکھنے لگے، کیا کچھ (علمی بحثیں ہوئیں) اور کیا کچھ کامیابیاں نمودار ہوئیں۔ (یعنی بیان میں نہیں آسکتیں) آج پھر جبکہ سن الٰہی کے بیالیسویں سال کا اخیر ہے۔ تو پھر دل (ان) علاقوں کو توڑنا چاہتا ہے۔ اور نیا ہنگامہ (طلب) دل میں قدم جمائے ہوئے ہے۔

شعر:۔ میرا طائر دل نغمہ داؤد (دل آویز گانا) نہیں جانتا، اسے آزاد کر دو کہ یہ قفس میں رکھنے کے قابل پرندہ نہیں ہے۔

(یہ تو) نہیں معلوم کہ اس سلسلہ کا خاتمہ کہاں ہوگا۔ اور کس منزل میں (پہونچکر)

۵؎ صحیح نسبت تو آدمی۔

سفر واپسی (خاتمہ زندگی) ہوگا۔ لیکن ابتدائے زندگی سے ابتک خدائی انعامات کے سلسلہ نے مجھے اپنی حمایت کی آغوش میں لئے رکھا۔ (اسلئے) قوی توقع ہے کہ آخری سانس بھی (خدا کی) رضا طلبی میں صرف ہو جائے گا اور (بارِ تعلق سے) سبکدوش ہو کر (یہ بندہ) اپنے آپ کو دائمی آرام گاہ (قبر) میں پہنچائے گا۔

چونکہ خدا کی نعمتوں کو (محض) شمار کرنا بھی ایک قسم کی شکر گذاری ہے اسلئے (راقم) انمیں سے کچھ تحریر کرنا اور دل کو ابھارتا ہے۔ سب سے پہلی نعمت جو اپنے (حق میں) پائی وہ خاندان بزرگ ہے۔ (امید ہے کہ) اس عاجز کے گناہوں کا مداوا بزرگوں کی پاک باطنی سے ہو جائے گا۔ اور اضطراب دلی کے علاج کے لئے یہ اسی طرح ایک سازگار دوا بن جائے گی۔ جیسے کہ بیماری کے لئے دوا آگ کیلئے پانی۔ گرمی کے لئے سردی اور عاشق کیلئے دیدار دوست ہوتا ہے۔ (۲) زمانہ کی سعادت اور امن و امان جبکہ گذشتہ بزرگ غیروں کے عدل و انصاف پر نازاں ہوں تو میں اگر بادشاہِ مملکت) ظاہر و باطن کی شوکت و قوت پر ناز کروں تو تعجب کس لئے ہے؟ (۳) یہ خوش نصیبی کہ مجھکو اس مبارک زمانہ میں پردۂ تقدیر سے نمودار کیا۔ اور (بادشاہ کا) مقدس سایہ مجھ پر پڑا (۴) ماں باپ دونوں کی طرف سے شرافت باپ کے متعلق تو کچھ گذارش کیا جا چکا ہے اور اس خاندانِ عصمت (والدہ) کے بارے کیا عرض کیا جائے۔ وہ مردوں کے سے کمالات رکھتی تھیں۔ ہمیشہ اپنے اوقات عزیز اچھے اعمال سے آراستہ کرتی رہتی تھیں۔ قوت دل (شجاعت) اور صبح (اسی امیں) دونوں صفتیں یکجا موجود تھیں۔ اور ان کا قول و عمل یکساں تھا۔ (۵) اعضائے جسم کی سلامتی اور بدنی قوتوں میں اعتدال اور تناسب (۶) ان وجود گرامی یعنی والد بادشاہ) کی خدمت میں مدت تک رہنا (کیونکہ ان کی) ذات پاک،

سلہ امید داشت آنکہ

ظاہر و باطنی اور روحانی وجسمانی آفتوں اور مصیبتوں سے بچنے کے واسطے (میرے لئے) مضبوط قلعہ اور پناہ گاہ تھی۔ (۷) صحت وتندرستی کا تریاق اور اس کی فراوانی (۸) حسب شان منصب وعہدہ (۹) روزی کے غم سے فراغت اور خوش حالی (۱۰) والدین کی دلجوئی کرنا اور اس کا بیحد شوق (۱۱) زمانہ کے حوصلہ سے زیادہ والد بزرگوار کی پدرانہ شفقت جو (مجھے) گوناگون عنایتوں سے نوازتے اور خاندان بزرگ کے لئے ابوالآبائی (جد اعلی کا سا مرتبہ) حاصل کرنے) کے شرف اور لقب سے مخصوص فرماتے تھے۔ (۱۲) درگاہ خداوندی میں نیازمندی (زہد وتقوی) (۱۳) حقانی خلوت نشین (عارفین) اور کامل عقل دانشمندوں (علما) سے طلب فیض (۱۴) دائمی توفیق (عمل نیک) (۱۵) ہر علم وفن کی کتابوں کا میسر آنا (جن کی وجہ سے راقم) ہر مذہب کا رازدان بغیر ذلت طلب کے بنگیا۔ اور جن میں سے بہت سی کتابوں سے دل پہ بڑا اثر ہوا (۱۶) والد کا ہمیشہ علم ومعرفت کی طرف رغبت دلاتے رہنا اور مجھے پریشان خیالی میں نہ پڑنے دینا۔ (۱۷) سعادتمند ہم نشینوں کا میسر آنا۔ (۱۸) عشق مجازی جو خاندانوں کو برہم اور خواہشات کی سرزمین کو متزلزل کردیتا ہے۔ میرے لئے منزل کمال کا رہنما بنا (جسکی وجہ سے) ہر ہر لمحہ عجائب روزگار کی نیرنگیوں کے ذریعہ سے نو تہ نو حیرتوں کا حصول واظہار ہوتا تھا۔ (۱۹) خداوند عالم (بادشاہ) کی ملازمت جو (گویا میری) دوسری پیدائش اور نئی سعادت تھی (۲۰) بادشاہ کی خدمت میں رہنے کی برکت سے تکبر سے رہائی (۲۱) (بادشاہ کی) التفات بزرگانہ کی برکت سے مقام صلح کل پر پہنچنا۔ (اشارہ بدین الہی) صلح کل کی وجہ سے (کچھ عرصہ کے لئے گویائی کے بجائے خموشی اختیار کی۔ اور ہر گروہ کے نیک لوگوں سے صلح رکھی۔ بڑوں

کو معاف کیا، صلح وصفائی کی بنیاد ڈالی، اللہ تعالیٰ بذریعہ نور عقل بدی کی صورت (نظروں سے) دور ہی رکھے (۲۲) خداشناس بادشاہ سے عقیدت (۲۳) (شاہ) دانشمند، مسند نشین سلطنت کا مجھے میری کوشش اور دوسروں کی سفارش کے بغیر انتخاب فرما کر اعزاز (ملازمت) بخشنا (۲۴) عقلمند، باسعادت خوشنودی طلب اور نیک عمل بھائیوں کا اجتماع - اپنے بڑے بھائی کے متعلق تو کیا کہوں ؟ کہ جو باوجود ظاہر و باطنی کمالات رکھنے کے - مجھ پریشان حال کی دلی منشا کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھاتے تھے - اور اپنے آپ کو میری دلجوئی کے لئے وقف رکھتے ہوئے سربلندی اور خیر خواہی کے لئے میرے معاون ومددگار[۱] ہوتے تھے - خود اپنی تصنیفات میں (میری) ایسی تعریف کرتے ہیں - کہ مجھے ہر لمحہ اسکی شکر گذاری کی طاقت نہیں، چنانچہ اپنے فخریہ قصیدہ میں فرماتے ہیں

ابیات :- (۱) جہاں (مرتبہ کی) بلندی و پستی کا تذکرہ ہو تو (ایک طرف) میں آسمان سے (برتری میں) اونچا ہوں تو (دوسری طرف خاکساری میں) خاک سے نیچا ہوں - (۲) والد، جنکے فضائل میں نے (ابھی) ظاہر کیئے ان کے ساتھ ساتھ میں ایک عزیز بھائی پر بھی علم و فضل میں فخر کرتا ہوں - (۳) وہ ابوالفضل ہے جو عقل و فضل کی دلیل ہے - اور جس کے دم[۲] سے زمانہ میرے معانی کے دماغ کو معطر کیئے ہوئے ہے - (۴) مجھ میں اور اسمیں کمال کے اعتبار سے سو سال کی مسافت کے برابر فصل ہے، (یوں) عمر میں اگرچہ میں اس سے دو تین سال بڑا ہوں (۵) (یہ عمر کی بڑائی ہیچ ہے) دیکھو اگر میرا چھیڑ کے مانند قد، پھول کے پودے سے اونچا ہو جائے تو (اس سے) باغبان کی نگاہ میں اس کا مرتبہ بلند نہیں ہو سکتا -

---

[۱] صحیح یاسئے مرد - معاون - مددگار - دوست مرد : رفیق - معاون

[۲] تا حرف تاکید نفی ہے یا دراصل تاب و توانائی تھا - تا غلطی کاتب ہے نسخہ اصل میں بھی اسیطرح ہے -

ان کی پیدائش سنہ ۴۶۹ جلالی سنہ ۹۵۴ھ میں ہوئی، ان کی تعریفیں کس زبان سے لکھوں، ان میں سے کچھ اس کتاب (دربار اکبری) میں لکھ کر دردِ دل دور کر لیا ہے۔ آتش کدۂ (شوق) کو (بیان کے) پانی سے بجھایا ہے۔ اور طوفان (شوق بیان) کا بند توڑ کر اظہار کے لئے بے صبری کا معاون و رفیق بنا ہوں۔ ان کی تصنیفات جو (ان کی قوت) بیان و فہم کا معیار اور (معانی کی) بلبلان نغمہ سنج کا چمن ہے (وہ کتابیں) خود ان کی تعریف کرتی ہیں۔ اور ان کے کمال کا اظہار کر کے ان کے فضائل کی یاد دلاتی ہیں۔ دوسرے بھائی شیخ ابوالبرکات ہیں۔ ان کی پیدائش مہر ماہ جلالی کی ساتویں شب سنہ ۴۷۵ جلالی موافق ماہ شوال کی سترھویں رات سنہ ۹۶۰ھ میں ہوئی۔ انہوں نے اگرچہ علم و دانش کا درجہ بلند تو حاصل نہیں کیا۔ لیکن پھر بھی کافی بہرہ ور ہیں۔ معاملہ فہمی، تیغ رانی، اور تجربہ کاری میں تو ماہر پیشہ رو سمجھے جاتے ہیں اور طبیعت کی سلامتی۔ اہل اللہ کی پرستاری اور خیر اندیشی میں پورا پورا امتیاز رکھتے ہیں۔ تیسرے شیخ ابوالخیر، نام۔ ولادت :۔ یوم آبان دہم اسفندار سنہ ۴ الٰہی موافق یوم دوشنبہ ۲۲ جمادی الاول سنہ ۹۶۷ھ اچھے اخلاق و اوصاف ان کی عادت میں داخل ہیں۔ زمانہ کا مزاج خوب پہچانتے ہیں۔ اور زبان کو بھی دوسرے اعضا کی طرح اپنے قابو میں رکھتے ہیں۔ چوتھے بھائی ابوالمکارم نام ولادت :۔ یوم آذر مرد کی رات یکم ماہ اردی بہشت سنہ ۱۴[1] الٰہی مطابق دو شنبہ ۲۳ شوال سنہ ۹۷۶ھ یہ اگرچہ ابتدائی حال میں کچھ بگڑ گئے (مجذوب ہو گئے) تھے۔ لیکن والد بزرگوار کی پُر تاثیر شخصیت ان کو راہ راست پر لے آئی۔ بہت بہت سے عقلی و نقلی علوم اس روحانی اور جسمانی معلم (والد) سے سیکھے۔ اور کچھ عرصہ، حکمائے متقدمین کی یاد دلانے والے امیر فتح اللہ شیرازی کی شاگردی کی،

---

[1] صحیح چہاردہم ❖

دل کی راہ (یعنی سلوک) پر بھی پڑے ہوئے ہیں امید ہے کہ مقصود کے کنارے پر (پہنچنے میں) کامیاب ہو جائیں گے، پانچویں بھائی شیخ ابوتراب نام۔ ولادت:۔ یوم رشن ۱۷، ماہ بہمن سنہ ۲۵ الٰہی مطابق یوم جمعہ ۲۳ ذی الحجہ سنہ ۹۸۸ھ۔ ان کی والدہ اگرچہ دوسری ہیں۔ لیکن یہ بڑے سعادتمند ہیں اور تحصیل کمال میں مشغول ہیں۔ چھوٹے بھائی شیخ ابوالمحامد نام۔ ولادت:۔ روز خورداد ۶ ردیبہ ماہ سنہ ۳۸ الٰہی مطابق یکم جمادی الاول سال مذکورہ[1] (سنہ ۱۰۰۱ھ) خاندان نیک بخت کے یہ دونوں نومولود اگرچہ نئے چاند ہیں (یعنی کم عمر ہیں) لیکن شرافت اصل کی علامت ان کی پیشانی سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اس روشن ضمیر پیر[2] (والد) نے ان کی پیدائش کی مہر دیگر از کے نام مقرر کر دیئے تھے۔ اور ان کی پیدائش سے پہلے وفات پا گئے تھے۔ امید ہے کہ والد بزرگوار کے روحانی فیوض سے سعادتمندی کی دولت حاصل کر لیں گے، تاکہ ہر نوع کی نیکیاں جمع ہو جائیں۔

(اب) بڑے بھائی (فیضی) انتقال فرما چکے ہیں۔ اور ایک دنیا کو ماتم میں مبتلا کر گئے۔ امید و دعا ہے۔ کہ دوسرے باثمر نونہالوں کو (اللہ تعالیٰ) بامراد بننے کی خوشی اور دونو عالم کی سعادتمندی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے۔ اور ظاہری و باطنی نیکیوں سے سرفراز فرمائے۔

(۲۵) میرا عقد نکاح، صلح و سلامتی والے خاندان میں ہوا۔ اور خاندان علم و دانش کو خاصی وقعت حاصل ہو گئی۔ ظاہری گھر کو بھی رونق حاصل ہو گئی اور

---

[1] سال مذکورہ اس سنہ ہجری کا پہلے ذکر نہیں آیا۔ بظاہر سہو ہے یا غلطی کاتب۔ سنہ الٰہی کی تطبیق سے سنہ ۱۰۰۱ھ بنتا ہے۔ [2] قمار جیم قمر مراد کمسن بچے [3] آں پیر نورانی تا آخر جملہ۔ اس عبارت کی معنوی تطبیق درست نہیں کیونکہ ابوتراب اور ابوالمحامد کی تاریخ پیدائش علی الترتیب ۲۳ ذی الحجہ سنہ ۹۸۸ھ دیکم جمادی الاول سنہ ۱۰۰۱ھ ہے اور شیخ مبارک والد ابوالفضل کی تاریخ وفات، ۱۷ ذی قعدہ سنہ ۱۰۰۱ھ ہے اس لحاظ سے اسوقت ابوتراب کی عمر ۱۳ سال کی تھی۔ اور ابوالمحامد چھ ماہ سترہ دن کا تھا۔

رفتار نفس کے ناک میں عجمی نکیل پڑ گئی (جس سے مظاہر حسن مجازی میں نفس کا بھٹکنا بند ہو گیا۔ اور ہندی، ایرانی اور کشمیری (سب خطوں کے لوگ) باعث نشاط دل ہو گئے (صلح کل سے بہرہ ور ہوا) (۲۶) سعادتمند فرزند گرامی نصیب ہوا اس کی ولادت یوم رش کی شب ۷ اردی ماہ سنہ ۱۶ الٰہی مطابق شب دوشنبہ ۱۲ شعبان سنہ ۹۷۹ میں ہوئی۔ والد نے اس کا نام عبدالرحمن رکھا۔ اگرچہ ہندوستان اس کی اصل[1] (زاد بوم) ہے۔ مگر اس کا مشرب یونانی (یعنی ہندی فلسفہ کے بجائے یونانی فلسفہ کا قائل ہے۔ علم سیکھ رہا ہے اور زمانہ کے نفع وضرر سے کافی واقفیت حاصل کر لی ہے۔ نیک بختی کی علامات اس کی پیشانی سے نمودار ہیں۔ شاہ بلند مقام نے اس کی نسبت اپنے رضاعی بھائیوں میں کر دی ہے۔ (۲۷) پوتے کا دیدار (یعنی) شب میزان ۳۰ ر امرداد ماہ الٰہی سنہ ۳۶ مطابق یوم جمعہ ۳ ر ذی قعدہ سنہ ۹۹۹ھ کو شبھ گھڑی میں نیک بخت پوتا پیدا ہوا (گویا) عنایت خداوندی نے چہرہ دکھایا۔ خداوند عالم (بادشاہ) نے اس باغ[2] سعادت کے نونہال کا نام مشوتن رکھا۔ (ہندی نام رکھنے کی بدعت ہندوؤں کے اثر اور دین الٰہی کے اختراع کا نتیجہ ہے) امید ہے کہ دینی و دنیوی اعلیٰ کمالات سے فائز المرام اور دائمی نیک بختی سے نشاط اندوز ہوگا۔ (۲۸) علم اخلاق کی کتابوں کے مطالعہ کا شوق (۲۹) نفس ناطقہ (روح) کی حقیقت کا علم حاصل ہونا۔ جسے فلسفہ وتصوف کے دلائل سے معلوم کرنے کی مدتوں کوشش کرتا رہا تھا۔ اور ان دو روش[3] کے رکھنے والوں سے بہت کچھ ملا جلا اور ذوقی۔ کشفی۔ تحصیلی اور منطقی و فلسفی (سب ہی قسم کی) دلیلیں نظر سے گذریں (مگر) شک و

---

۱ نژاد:- اصل ۲ صحیح نونہال بستان سعادت ۳ صحیح دو روش مراد اہل فلسفہ و تصوف۔

شبہ کا راستہ بند نہ ہوا۔ اور دل مطمئن نہ ہوا۔ لیکن عقیدت (و بیعت) کی برکت سے (قدرت نے) یہ گرہ[۱] کھول دی اور یہ بات دل میں جم گئی کہ نفس ناطقہ ایک خدائی لطیفہ (لطیف پرتو جمال حقیقت) ہے جو بدن کے علاوہ ہے ہاں اس کو بدن عنصری کے ساتھ ایک خاص قسم کا لگاؤ ہے (۳۰) (یہ کہ) ظاہری جاہ و جلال والے لوگوں کا رعب مجھے بادشاہ جوہر شناس کے سامنے حق گوئی سے نہ روک سکا۔ اور علم و بصیرت کے طالب کے راستہ میں رہزنی نہ کر سکا۔ مال، جان اور آبرو کا نقصان (بھی) اس عزم و ثبات میں خلل نہ ڈال سکا۔ (بلکہ) پانی کی روانی ندی کے دھارے کی طرح ہو گئی (۳۱) دنیوی اعتبارات کی طرف دل کا راغب نہ ہوا۔ (۳۲) اس کتاب گرامی (دربار اکبری و آئین اکبری) کی تصنیف کی توفیق۔ اگرچہ اس کتاب[۲] الہی کا عنوان (محض) استائش[۳] خداوندی ہے۔ جو (بادشاہ کے) روز افزوں اقبال کی کرشمہ سازیوں کی زبانی بیان کی جا رہی ہے۔ اور (اس) نعمت کے حصول کا شکر زبان[۵] قلم پر ادا کیا جا رہا ہے۔ لیکن (درحقیقت) ہر قسم کے علم و ہنر کا ایک بہتا ہوا چشمہ اور گوناگوں عقل و دانش کی کان ہے۔ کار کرنے پر مائل محنتی طبقہ کو (اس سے) رہنمائی حاصل ہو گی اور خندہ زن ظریف بھی اس سے بہرہ ور ہونگے۔ نو عمروں کے لئے سامان مسرت، جوانوں کے لئے اسباب غرور و تمکنت اور بوڑھوں کیلئے تجربہ ہائے زمانہ (اس میں) یکجا ملیں گے۔ زر و سیم لٹانے والے (شاہان سخی) اس سے طریق سخاوت سیکھیں[۴] گے (یہ کتاب) گوہر بینائی کے لئے روشندان[۳] عقل ہے۔ اور آزادی کے وجود[۶] کے لئے تیار زمین۔ صبح سعادت کیلئے

---

[۱] صحیح کارگر ارا [۲] صحیح شناسند [۳] صحیح روزن گاہ۔ روشندان
[۴] صحیح زرف۔ [۵] صحیح برزفان زفان یعنی زبان حرف (ب) کو (ف) سے تبدیل کیا جاتا ہے [۶] صحیح کیہان:۔ پیدائش۔ وجود

دریچہ آفتاب ہے۔ اور ہنر کا کارخانہ ہے۔ اور (حکمت) کائنات کے موتیوں کا گہرا دریا
نیک مزاج اصحابِ ننگ و ناموس اس سے طریق عمل سیکھیں گے۔ حق پرست دیندار
(اپنے) نامہ اعمال کی نگہداشت کر کے عیش (دائمی) حاصل کرینگے۔ میدان پہلوانی (شجاعت)
کے جانثار جرأت آموزی کا سبق حاصل کریں گے (تعلق) بدن کو چھوڑنے اور روح
کو آراستہ کرنے والے (سالکین) نیک کرداری کا ڈھنگ اس سے سیکھیں گے۔
نصیبہ ور مخلصین اس سے بے انتہا خزانے جمع کرلیں گے اور چمن حقیقت میں
آرام کرنے والے (عارفین) اسکے سہارے سے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے:

ابیات: میں نے یہ عجیب کتاب بنائی۔ کہ ہر قسم کا علم و فن اس سے اخذ
کیا جا سکتا ہے۔ میں نے یہ عمدہ کتاب ایسی لکھی ہے کہ اس کا پڑھنا دماغ کو روشن
کر دیتا ہے۔ پس ان قسم ہا قسم کی نعمتوں (کے حصول) سے یہ خوش خبری ملتی ہے
اور دل (گویا) سن رہا ہے کہ خاتمہ بھی نیک ہوگا۔ اور ابدی سعادت مددگار بن جائیگی۔
اگر (شیخ) مبارک کا بیٹا (ابوالفضل) آجکل مجموعہ اضداد اور اہل عالم کے لئے سامان
عبرت ہے۔ اور محبت (للہ) اور بغض (فی اللہ) کے ہنگامے اسکی طرف سے
گرم ہو رہے ہیں۔ حقانی خداپرست اس کو ابوالوحدۃ (صاحب توحید مطلق) کہتے
اور خدائے بے مثال کا یکتائے روزگار بندہ سمجھتے ہیں۔ اور میدان شجاعت
کے پہلوان (اسکو) ابوالہمتہ کے نام سے پکارتے اور نفس سے دشمنی کرنے والے
یکتا لوگوں میں سے سمجھتے ہیں اور عقل ہمیشہ (اسکے) ابوالفطرۃ (صاحب طبع سلیم)
ہونے کا راگ الاپتی ہے اور اس خاندان بزرگ کی منتخب ہستیوں میں سے بھی

---

۱ لوحہ: تختی۔ نقش۔ تحریر ۲ نہج پر شگفتت ۳ ہستی دشمنی۔ اسم
فاعل ترکیبی۔ بمعنی نفس کش۔

(لیکن) عوام کے دفتروں میں، جو کہ بے تمیزی کا غل غپاڑہ ہے۔ کچھ لوگ دین کے پرستاروں میں سے اور اس ہمنور میں ڈوبے ہوئے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں۔ اور ایک جماعت کفر و بیدینی میں منہمک رہنے والوں میں سے جانتی ہے۔ اور ملامت اور طعن و تشنیع کی محفلیں جماتی رہتی ہیں۔ **بیت**

(رات دن) سیکڑوں عجیب داستانوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے (اسلئے) اگر میں دو چار حرف (ان) کے بارے میں لکھ دوں تو لوگ [1] حیرت میں رہجائیں۔ کہ یہ کیا لکھنا شروع کر دیا!)

خدا کا شکر ہے کہ یہ تمام صورتیں زمانہ کی بوالعجبیوں کے تماشے سے زیادہ (میری نگاہ میں) وقعت نہیں رکھتیں اور اپنے (ملامت یا تعریف کرنے والوں [2] کی خیر خواہی سے تجاوز نہیں کرتا۔ اور (اپنے) زبان و دل کو (انہیں) شاباش دینے یا مشت مشت کرنے سے آلودہ نہیں کرتا (کیونکہ) **ابیات**

پہچاننے والا اگر سر پھرا نہیں ہے تو وہ کھوٹے کھرے دینار میں تمیز کر لیگا۔ ہنر تو صاحب اصل شخص سے خود بخود نمودار ہوجاتا ہے (بالکل اسطرح) جیسے چاند کا نور اور مشتری کی چمک (خود بخود) نظروں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے)

اولیائے ہند

چونکہ (راقم) خدا کے (خاص) بندوں کے در کا بھکاری ہے۔ اور اس گروہ سے محبت (میری) سرشت میں داخل ہے۔ اسلئے ان میں سے اُن چند بزرگوں

---

[1] صحیح۔ حیران شوند۔ [2] صحیح برنکوهندگان۔

کا حال جنکی پیدائش گاہ یا آرام گاہ (قبر) اس سرزمین آباد (ہند) میں ہے، لکھ کر اس کتاب کو ختم کرتا ہوں - بدیں توقع کہ بہت سے دلوں کے لئے سرمایہ قبول بنے - اور مجھے یا انہیں، سعادت (اخروی) کا وسیلہ ہاتھ آجائے گا - حقیقت کے چمن زار کی خوشبو سونگھیں اور ریخائے بیکراں (دنیوی) کا اجر ملجائے ۔

لغوی تحقیق اولیا، ولی کی جمع ہے - یہ لفظ وُلیٰ بمعنی نزدیکی سے مشتق ہے - اصطلاحاً اس سے معنوی نزدیکی مراد لیتے ہیں اور ایک گروہ ولایت (واؤ کے زیر سے) کے معنی تلوین کے (وہ نزدیکی جمیں رنگارنگی احوال پائے جائیں) لیتے ہیں اور ولایت کو (واؤ کے زیر سے) تمکین (نزدیکی برقرار یعنی مقامات) کے معنی میں کہتے ہیں - اور ایک جماعت پہلے (ولایت) کو درجۂ عاشقی سمجھتی ہے اور دوسرے (ولایت) کو حال معشوق قرار دیتی ہے، پہلی حالت والا، ولی کہلاتا ہے اور دوسری حالت والا والی۔ اور کچھ لوگ زیر کے ساتھ (ولایت) قرب نبوۃ کو کہتے ہیں - اور زبر کے ساتھ (ولایت) قرب ولایت کو، پرانی کتب تصوف میں بہت سے معنی لکھے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ (ولی) خدائے بے مانند کا پہچاننے والا ہوتا ہے۔ اور (در حقیقت) بلند حوصلہ شخص اُسکے سوا (کسی اور) کی طرف مائل ہو بھی نہیں سکتا (اس مقام پر) مجھے حیرت لاحق ہوتی ہے کہ (عالم) امکان کے ایک ذرۂ خاک (انسان) کو وجوب کے آفتاب (خدا) کے ساتھ کیا نسبت ؟ (ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک) اور محدود (ہستی انسان) کو غیر محدود (ہستی خدا) کے ساتھ کیا علاقہ ؟ میرے نزدیک ولی وہ ہے جو چار اچھی خصلتیں رکھتا اور آٹھ بری باتوں سے پرہیز کرتا ہو - (ان خصلتوں کی تفصیل نہیں کی) اور ہمیشہ ہوشیاری کے ساتھ ہمزادوں فتنے برپا کرنے والے نفس کے ساتھ کامیاب جنگ کرے - اور

ایک لمحہ کیلئے بھی نفس کی داستانیں سنکر غفلت میں نہ پڑے ۔ یہ درجہ بلند خدا کی تائید اور نصیب کی رہنمائی سے ہی ہاتھ آتا ہے ۔ لیکن کبھی واسطہ (شیخ) کی تاثیر نفس سے حاصل ہو جاتا ہے ۔ اور کبھی اسکے بغیر ہو خرالذکر کو اویسی کہتے ہیں ۔ اس حالت کا اظہار اویس[1] قرنی اور برزخ[2] سے ہوتا ہے ۔ اور اول الذکر کے صاحب کشف المحجوب (علامہ ہجویری) نے بارہ سلسلے گنائے ہیں جنمیں سے (آخری) دو کو نکما قرار دیا ہے ۔ (اور وہ یہ ہیں)

(۱) محاسبان (۲) قصاریاں (۳) طیفوریاں (۴) جنیدیان (۵) نوریاں (۶) سہیلیاں (۷) حکیمیاں (۸) خزاریاں (۹) خفیفیان (۱۰) سیاریان (۱۱) حلمانیاں[3] (۱۲) حلاجیاں ۔ پہلے گروہ (محاسبان کا منبع فیضان ابو عبد اللہ حارث ابن اسد محاسبی بصری ہیں ۔ جنہوں نے علم ظاہری و باطنی دونو حاصل کئے اور راہ (سلوک) کی اونچ نیچ خوب جانتے تھے ۔ اپنے زمانہ کے استاد اور صاحب تصانیف ہیں ۲۴۳ھ میں بغداد میں وفات پائی ۔ چونکہ وہ ہمیشہ اپنے عہد زندگی (میں نفس امارہ کو خوف گرفت) میں رکھتے تھے ۔ اسلئے اس نام (محاسبی :۔ نگہبان نفس) کے نام سے پکارے گئے ۔ دوسرا گروہ (قصاریاں) حمدون بن احمد عمارہ قصار کے گرویدہ ہیں (انکی) کنیت ابو صالح اور وطن نیشاپور ہے ۔ علم سیکھا ۔ اور سلیم بن حسین باروسی ابو تراب بخشی اور علی نصیر آبادی سے (باطنی) فیض حاصل کیا (آخر میں) ابو حفص حداد کے ہمراہ رہتے تھے ۔ درجہ کمال حاصل کیا ۔ اہل دنیا ان پر طعن و تشنیع کی زبان کھولے رہتے تھے ۔ ۲۷۱ھ میں نیشاپور میں سفر

---

[1] اویس قرنی (رسول اللہ کے نادیدہ عاشق جنہوں نے دندان مبارک شہادت کی خبر لینے پر جذب رسول میں اپنے تمام دانت توڑ ڈالے تھے ۔ [2] برزخ ۔ نام مقام ۔ اویس دو تھے اویس قرنی اور اویس برخی ۔ [3] صحیح حلمانیاں ۔

تیسرا گروہ (طیفوریاں) طیفور بن عیسیٰ بسطامی سے نیازمندی رکھتے ہیں[1] کنیت بایزیدی ان کا جد اعلیٰ سروشان نامی مجوسی تھا۔ ابتدائے عقل و شعور میں بڑے عالموں سے مختلف علوم و فنون حاصل کئے۔ اور اجتہاد کے درجہ پر پہونچ گئے، اس کے بعد علم ظاہری سے کنارہ کش ہو کر معرفت کے بلند مقام پر پہنچے۔ احمد حضرویہ، ابوحفص اور یحییٰ معاذ کے ہم پلّہ تھے۔ انہوں نے شفیق بلخی کو بھی دیکھا اور ان سے ملے ہیں۔ ۲۶۱ھ یا بقول دیگر ۲۳۶ھ میں عالم بالا کو سدھارے۔ چوتھے گروہ (جنیدیاں) کے پیر جنیدؒ بغدادی۔ نام ابوالقاسم کنیت۔ قواریری، زجاجی اور خزاز لقب ہیں۔ ان کے باپ شیشے بیچتے تھے۔ اور خود وہ ریشم بنتے تھے۔ ان کے بزرگ نہاوند کے تھے۔ اور ان کی پیدائش و تربیت پرورش بغداد میں ہوئی۔ کچھ دنوں انہوں نے سرّی سقطیؒ، حارث محاسبیؒ اور محمد قصابؒ سے درس حقیقت لیا۔ خزازؒ، رویمؒ، نوریؒ، شبلیؒ اور دوسرے بہت سے خدا کے مقبول بندے اپنی نسبت (باطنی) ان کی طرف کرتے ہیں۔ شیخ ابوجعفرؒ حدّاد کا قول ہے کہ اگر عقل، انسان ہوتی تو جنیدؒ کی شکل میں نمودار ہوتی۔ ۲۹۷ھ یا ۹۸ھ یا ۹۹ھ میں وفات پائی۔ پانچواں گروہ (نوریاں) جو نور کے گھاٹ سے سیراب دل ہے۔ ان کا نام احمد بن محمد یا بقول محمد بن محمد ہے۔ اور ابن بغوی عرف تھا۔ انکے باپ باشندہ خراساں ہیں (مگر) ان کا مقام پیدائش و پرورش بغداد ہے، بلند علم و عمل رکھنے والے بزرگوں میں سے ہیں۔ سرّی سقطیؒ، محمد قصاب اور احمد ابوالحواری سے فیض صحبت پایا۔ ذوالنون مصری کو بھی دیکھا تھا۔ لوگ ان کو جنیدؒ کے ہم پلّہ بزرگوں میں سے جانتے ہیں۔ لیکن ان سے ذرا زیادہ تیز و تند۔ ۲۸۶ھ میں اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔ چھٹا گروہ

---

[1] صحیح تمائید [2] صحیح زاد و بالش ؎

(سہیلیاں) ان کا مرجع و ماوی سہیل بن عبداللہ تستریؒ ہیں۔ یہ ذوالنون مصریؒ کے شاگرد ہیں۔ اس عجیب راہ (یعنی سلوک) کی بلند مرتبت شخصیتوں میں ہیں۔ اور جنیدؒ کے ہمعصروں میں سے۔ اسی سال کی عمر پائی۔ ماہ محرم ۲۸۳ھ میں شمع زندگی گل ہو گئی۔ ساتواں گروہ (حکیمیاں) یہ محمد بن علی حکیم ترمذی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کنیت ابو عبداللہ ہے۔ ابو تراب نخشبی۔ احمد خضرویہ۔ اور ابن جلا سے فیض صحبت پایا۔ علم ظاہر و باطن پر حاوی تھے۔ کثیر التصانیف تھے۔ ان کی کرامات کا بہت چرچا ہے۔ آٹھواں گروہ (خزازیاں) ابو سعید خزاز کی طرف متوجہ ہیں۔ ان کا نام احمد بن عیسیٰ بغدادیؒ ہے۔ صوفیوں کی صحبت میں مصر گئے (آخر میں) مکہ میں مجاور (کعبہ) ہو گئے۔ (چمڑے کے) موزے سیا کرتے تھے (اسی لئے خزاز کہلائے) محمد بن منصور طوسی کے شاگرد ہیں۔ ذوالنون مصریؒ، سری سقطی۔ ابو عبید بصری اور بشر حافی سے فیض صحبت۔ اور دولت سعادت حاصل کی۔ چار سو کتابیں تصنیف کیں۔ (ان کا) رتبہ نہ جاننے والے انہیں کافر سمجھتے تھے۔ ۳۸۶ھ میں دنیا کو خیرباد کہا۔ خواجہ عبداللہ انصاریؒ کا قول ہے کہ میری نظر میں علم توحید میں مشائخ کے درمیان سے کوئی بھی ان سے بڑھ کر نہیں ہوا۔ نواں گروہ (خفیفیاں) ابو عبداللہ بن خفیف کے در کا گدا ہے۔ ان کے باپ باشندہ شیراز تھے۔ (یہ) ابو طالب کے شاگرد اور علم ظاہر و باطن کے مالک تھے۔ خزاز بغدادی اور رویم کی زیارت کی ہے۔ اور ابو کتانیؒ، یوسف بن حسین مالکی، ابو حسین مزین، ابو حسین دراج، اور دوسرے بہت سے بزرگوں کو دیکھا ہے۔ بہت تصنیفات کیں ۳۳۱ھ میں موت کی نیند سوئے۔ دسواں گروہ (سیاریاں) ابو العباس سیاری سے وابستہ ہے۔ نام قاسم تھا۔ یہ احمد بن سیار کے بھانجے ہیں اور ابو بکر واسطی کے شاگرد۔ علم ظاہر و باطن اور طرز محویت (و جذب) میں بڑا درجہ حاصل کیا۔ ۳۴۲ھ میں جام زندگی

لبریز ہو گیا - گیارھواں گروہ (حلمانیاں) ان کے سرگروہ ابو حلمان دمشقی ہیں -
(بارھواں گروہ (حلاجیاں) اس کا سرچشمہ فارس ہے، حسین بن منصور
حلاج بغدادی کے متبعین میں سے - اور یہ مشہور حسین منصور کے علاوہ دوسرے
شخص ہیں - ان (پچھلے) دو گروہوں پہ لوگ لعن و طعن کرتے ہیں -
(اور صاحب کشف المحجوب نے) ہندوستان میں (صوفیا کے) چودہ سلسلے
گنائے ہیں - جن کا نام چودہ[1] خاندان ہے - (انہیں) ان بارہ میں سلسلہ طیفوریاں)
اور جنیدیاں کے علاوہ اور کسی کا ذکر نہیں ہے - (یہ چودہ حسب ذیل ہیں)
(۱) حبیبیاں (۲) طیفوریان (۳) کرخیاں (۴) سقطیان (۵)
جنیدیاں (۶) گازرونیاں (۷) طوسیاں (۸) فردوسیاں (۹) سہروردیاں
(۱۰) زیدیاں (۱۱) عیاضیان (۱۲) ادھمیاں (۱۳) ہبیریاں (۱۴) چشتیان -
کہتے ہیں (سلسلہ ولایت میں) حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہٗ کے چار خلیفہ
تھے - حضرت حسنؓ - حضرت حسینؓ - حضرت کمیل بن زیادؓ اور حضرت حسن بصری
(ان چودہ) سلسلوں کا سرچشمہ (صرف) حضرت حسن بصری کو جانتے ہیں - ان کے دو
خلیفہ تھے - ایک حبیب عجمی - اول الذکر نو[1] سلسلوں میں جوش معرفت ان کے
ذریعہ پیدا ہوا - دوسرے عبد الواحد بن یزید - آخر الذکر پانچ سلسلے ان سے سیراب
دل ہوئے

حضرت حسن بصری کی والدہ حضرت ام سلمہؓ کی لونڈیوں میں سے ہیں - انہوں نے
ان کا نام عمر خطاب رکھا - یہ پیدا ہی یتیم ہو گئے - ہوش
سنبھالا تو موتیوں کی تجارت کرنے لگے - خوش نصیبی سے تزکیہ نفس کی راہ اختیار
کی - اور اپنی جان ریاضت میں گھلا ڈالی (لیکن ساتھ ہی) باطنی توانائی حاصل

---

[1] صحیح نہ نکلنے -

کرلی - ہر ہفتہ وعظ کہتے اور مجلس آرائی فرماتے تھے - اگر حضرت رابعہ بصریہؒ حاضر مجلس نہ ہوتیں تو آپ وعظ ہی نہ فرماتے، (ایک دفعہ) لوگوں نے کہا کہ ایک بڑھیا کے نہ آنے کی وجہ سے آپ کیوں وعظ سے دستکش ہو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا - اسلئے کہ جو غذا ہاتھیوں کے لئے ہو وہ چیونٹیوں کو کھلانے کے مطلب کی نہیں ہوتی - انہوں نے ابتدائً حبیب عجمی سے بیعت کی - وہ دولت مند لوگوں میں سے تھے - اور زندگی ریاکاری سے گذارتے تھے - خوش قسمتی سے کچھ کچھ چشم بصیرت کھل گئی - (گویا انہوں نے اپنے مرید) حسن بصریؒ سے رہنمائی حاصل کی - اور (پھر) بہت سے لوگوں نے اُنؒ سے سعادت حاصل کی - ایک دفعہ حسن بصریؒ حجاج کے پیادوں سے (بچکر) بھاگ آئے (جنہیں اس نے آپ کی گرفتاری کے لئے بھیجا تھا) اور حبیب عجمی کی خانقاہ میں گھس گئے۔ سپاہیوں نے اُن سے پوچھا کہ حسنؒ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا خانقاہ میں ہیں - انہوں نے ڈھونڈا - مگر نہ پایا - تو حبیب کو ڈانٹا اور کہا کہ حجاج جو معاملہ تم لوگوں سے کر رہا ہے، واقعی ٹھیک ہے ۔ آپ نے کہا کہ میں نے تو سچ کے سوا کچھ نہیں کہا - اگر تم نے انہیں نہیں دیکھا تو اسمیں میری کیا خطا؟ وہ پھر خانقاہ میں گئے اور بڑی گہری نگاہوں سے کام لیا - پھر بھی نہ پایا - تو غصہ میں بھرے ہوئے نکلے - اور برا بھلا کہتے ہوئے چلے گئے ۔ حضرت حسنؒ باہر آئے اور فرمایا - کہ اے حبیب! تم نے خوب استاد کا حق ادا کیا - انہوں نے جواب دیا کہ اے استاد! سچ بولنے سے ہی تمہیں رہائی ملی - اگر میں جھوٹ بولدیتا - تو دونو مارے جاتے (یعنی سچ کی برکت سے یہ کرامت ظہور میں آئی)

ایک رات اندھیرے گھر میں ان کے ہاتھ سے سوئی گر گئی - ڈھونڈنے

ؔ صحیح آنرد

کے لیئے اعتیب سے ایک روشنی نمودار ہو گئی۔ تو آپ نے آنکھوں پہ ہاتھ رکھکر
کہا۔ نہیں نہیں ہم تو سورج کی چراغ سے ہی ڈھونڈنا جانتے ہیں۔ واللہ رے
ناز باوجود نیاز!!) (ان چودہ میں سے پہلے دو گروہوں حبیبیاں وطیفوریاں
کا ذکر پہلے ہو چکا) تیسرا گروہ (کرخیاں) معروف کرخی سے فیض یافتہ
ہے۔ ان کے والد مجوسی تھے حضرت امام رضا علیہ السلام کے ہاتھ پر
مسلمان ہوئے۔ اور حضرت امام کے در کی دربانی سے سرفراز ہوئے۔ داؤد
طائی کی خدمت میں پہونچے اور ریاضت کرنی شروع کی۔ نیک نیتی اور سچے
عمل کی بدولت پیشوا بن گئے۔ سرّی سقطی اور دوسرے بہت سے بزرگوں
نے ان سے فیض پایا سنہ ۲۰۰ھ میں جب عالم بالا کو سدھارے تو اسوقت
آتش پرستوں، مجوسیوں اور یہودیوں نے اُن کے گرد گھیرا ڈالدیا۔ اور
ہر ایک نے اپنے اپنے دستور کے مطابق اُن کی آخری رسوم ادا کرنی چاہیں
لیکن ایسا نہ ہو سکا (اس سے ثابت ہوتا ہے کہ) بے گمان یہ تفریح گاہ صلح
کل میں مقیم تھے۔ (یعنی اس سے ان کی مقبولیت عام کا پتہ چلتا ہے۔
چوتھا گروہ (سقطیان) سری سقطی[1] کے پیرو ہیں۔ ان کی کنیت ابوالحسن
ہے۔ بلند کردار اور بڑے عارفوں میں سے ہیں۔ اور بہت سے کاملین
کے اُستاد۔ حارث محاسبی اور بشر حافی کے ہمسروں میں سے اور معروف
کرخی کے شاگرد ہیں۔ اُن کی تعریف[2] کرتا مجھ ہیچ مدان کے بس کا نہیں۔
سنہ ۲۵۳ھ میں دنیا سے کنارہ کشی کی۔ (پانچواں گروہ جنیدیان۔ ان کا
ذکر پہلے ہو چکا) چھٹا گروہ (گازرونیاں) ابواسحٰق بن شہریار کا گروہ ہے
ہے۔ ان کے والد نے (بھی) زردشتی (آتش پرستی) کا مسلک چھوڑ کر

---

[1] صحیح سری سقطی را درپے روند [2] صحیح تعریف او۔

دین اسلام قبول کیا تھا۔
(ابواسحٰق نے) شیخ ابوعلی فیروز آبادی سے فیض پایا۔ اور ان کے ذریعہ بہت بزرگوں کو ظاہری و باطنی علوم و معارف حاصل ہوئے۔ سنہ ۲۶۱ھ میں دنیا کے جھمیلوں سے نجات پائی۔ ساتواں گروہ (طوسیاں) اس کا سرچشمہ علاؤالدین طوسی ہیں وہ شیخ نجم الدین کبریٰ سے رشتہ برادری رکھتے تھے۔ آٹھواں گروہ (فردوسیاں) یہ شیخ نجم الدین کبریٰ کے نیاز مند ہیں۔ ان کی کنیت ابوالجناب اور ابوالقاسم تھی۔ نام احمد بن عمر خیوقی اور لقب کبریٰ ہے۔ شیخ اسمٰعیل قصری رح، عمار بن یاسر رح اور روزبہان رح سے فیض حاصل کئے اور ظاہری و باطنی علم و معرفت میں درجۂ بلند پایا۔ انہی کے پرتاثیر دم سے شیخ مجدالدین بغدادی رح، شیخ سعدالدین حمویہ رح، شیخ رضی الدین علی لالا رح، بابا کمال خجندی رح، شیخ سیف الدین باخرزی رح اور دوسرے بہت سے بزرگوں نے دائمی سعادت حاصل کی۔ سنہ ۶۱۷ھ میں شہید کردیئے گئے۔
نواں گروہ (سہروردیاں) شیخ ضیاءالدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی سے بہرہ اندوز ہوا۔ یہ علم ظاہر و باطن میں بلند رتبہ کے مالک تھے۔ بارہ واسطوں سے (انکا سلسلہ نسب) حضرت ابوبکر صدیق سے جا ملتا ہے۔ اور طریقت میں شیخ احمد غزالی سے نسبت رکھتے ہیں۔ بہت سی تصنیفیں انکی یادگار ہیں۔ آداب المریدین انہی کی تصنیف ہے۔ سنہ ۵۶۳ھ میں عالم بالا کو سدھارے۔ دسواں گروہ (زیدیان) شیخ احمد بن زید کا پیرو ہے۔ گیا۔ ھواں گروہ (عیاضیاں) فضیل بن عیاض کا گرویدہ ہے۔ ان کی کنیت

ے۱۵ صحیح - دوازدہ -

ابوعلی اور وطن کو نہ ہے - یہ حجی بخاری وغیرہ کی خدمت میں مرو اور باورد کے علاقوں) میں زندگی گذارتے رہے - راہ سلوک[1] کے دوران میں اپنی نیکذاتی کی بنا پہ بیدار دل ہو گئے - اور مقبول[2] اعمال کی بنا پہ سعادتِ (ولایت) حاصل کرلی - سنہ ۱۸۶ھ میں دنیا سے منہ موڑا (وفات پائی) بارھواں گروہ (ادھمیاں) ان کے پیشرو حضرت ابراہیم ادھم بلخی ہیں - ابواسحاق ان کی کنیت ہے - ان کے بزرگ سرداری[3] رکھتے ہیں - جوانی میں ان کا اختر اقبال چمکا - سب چیزوں سے دست کش ہو گئے - سفیان ثوری، فضیل بن عیاض اور ابو یوسف غسولی[4] سے ہمنشینی اور علی تکار، حنیفہ[5] مرعشی اور سلیم خواص سے یارانہ تھا - سنہ ۱۶۱ھ یا سنہ ۱۶۲ھ میں انتقال فرمایا - تیرھواں گروہ (ہبیریان) ان کا سلسلہ شیخ ہبیرہ بصری سے ملتا ہے - اور چودھواں گروہ (چشتیاں) یہ ابواسحاق شامی سے جا ملتا ہے - یہ شیخ علو دینوری کے مرید ہیں - جب یہ قصبہ چشت میں پہنچے تو خواجہ ابو احمد ابدال نے جو مشائخ چشت میں سے اول ہیں - ان سے تربیت حاصل کی - ان کے بعد ان کے[6] بیٹے محمد صالح نے چراغ ولایت روشن کیا، اور ان کے بیٹے خواجہ احمد بھی بہت بڑے بزرگ ہوئے -

یقیناً (صاحب کشف المحجوب کی) ان شمار کردہ دونوں فہرستوں کو زیادہ اچھے وسائل (معرفت) حاصل ہیں - (ہوا یہ کہ) جس بزرگ نے پر فریب نفس کو ذلیل و مقہور کرنے میں اور خدائے یکتا کی پرستش[7] میں کچھ خاص

---

[1] صحیح در راہ روی [2] کا ترجمہ - حاصل مصدر مرکب از اسم و فعل ماضی

[3] صحیح - نیاگان از سری داشتند - یعنی حکومت و امارت ان کے خاندان میں چلی آتی تھی (؟) [4] صحیح پیرا [6] صحیح پرستش [5] صحیح غسولی [5] صحیح حنیفہ -

ندرت و تازگی ظاہر کی اور معنوی اولاد (مریدین) کے لئے یکے بعد دیگرے چراغ ہدایت روشن کیا - اسکو ایک الگ سلسلہ قرار دیدیا - ورنہ ان بارہ یا چودہ کے علاوہ بھی بہت سے سلسلے اہل زمانہ کے زبان زد (مشہور) ہیں (جن میں سے تین مندرجہ ذیل ہیں)

قادری

(اس سلسلہ کے لوگ) شیخ محی الدین عبدالقادر جیلی کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ حسنی سید ہیں -

جیل بغداد کے نزدیک ایک گاؤں ہے - اور بعض ان کو گیلانی سمجھتے ہیں (گیلان بغداد کا ایک محلہ ہے) ظاہری و باطنی علوم میں یکتائے روزگار تھے حضرت ابوسعید مبارک نے ان کو اپنا خرقہ پہنایا (خلیفہ بنایا) چار واسطوں سے ان کا سلسلہ شبلیؒ سے ملجاتا ہے - ان کی بزرگی کے واقعات اور عجیب عجیب کرامات دنیا پر چھائی ہوئی ہیں - سنہ ۴۷۱ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۵۶۱ھ میں وفات پائی

یسوی

(یہ سلسلہ) خواجہ احمد یسوی کا نیاز مند ہے - انہوں نے بچپن میں (ہی) الب ارسلان کی جو کار آگاہ ترکوں میں تھے - نظر (توجہ باطن) حاصل کی - جب ان کا انتقال ہو گیا - تو خواجہ یوسف ہمدانی سے کمالات حاصل کیے - ترک لوگ انہیں اتا یسوی کہتے ہیں - ترکی میں اتا کے معنی باپ کے ہیں (وہ لوگ اولیا کو اسی نام سے پکارتے ہیں - خواجہ (یوسف) کے حکم پر ترکستان واپس لوٹے

اور لوگوں کی رہنمائی میں عمر صرف کر دی ۔ لوگ ان کی بہت سی کرامات بیان کرتے ہیں ۔ انہوں نے رہنمائی (خلق) کے لئے چار خلیفہ مقرر کئے ۔ منصور[1] اتا، سعید[2] اتا، سلیمان[3] اتا ۔ اور حکیم[4] اتا ۔ یسی، ترکستان کی ایک بستی ہے ۔ شیخ کا مقام ولادت وتربیت یہی جگہ ہے ۔

نقشبندی

(نقشبندیوں نے) خواجہ بہاؤ الدین نقشبند سے سعادت جاوید حاصل کی ۔ ان کا نام محمد بن محمد بخاری ہے ۔ خواجہ محمد بابا ئے سماسی سے، توجہ باطن حاصل کی ۔ طریقت کے آداب بظاہر امیر کلال خلیفہ خواجہ سماسی سے سیکھے ۔ خواجہ سماسی خلیفہ خواجہ علی کے متبنیٰ ہیں ۔ جو عزیزان کے نام سے مشہور روزگار تھے ۔ بار بار (خواجہ سماسی) قصر ہندوان کے پاس (سے گذرتے ہوئے) فرمایا کرتے تھے ۔ کہ اس زمین سے ایک مرد (کامل) کی خوشبو آتی ہے ۔ یہ جلد ہی قصر عارفاں بن جائے گا ۔ یہاں تک کہ ایک روز (بابا کلال کے مکان سے جاتے ہوئے) آپ اس قصر کے پاس سے پھر گذرے تو فرمایا کہ اب خوشبو تیز ہو گئی ہے ۔ بظاہر وہ مرد (کامل) پیدا ہو چکا ہے ۔ جب تحقیق کی گئی ۔ تو خواجہ (نقشبند) کو پیدا ہوئے تین روز گذرے تھے ۔ والد بزرگوار ان کو بابا (خواجہ سماسی) کے پاس لے گئے تو فرمایا کہ ہم نے اس کو اپنا بیٹا بنا لیا ۔ اور اصحاب کی طرف رخ کر کے کہا کہ یہی ہے وہ (مرد کامل) جسکی خوشبو ہمیں آتی تھی ۔ یہ عالم کا پیشوا ہو گا ۔ اور امیر کلال کو حکم دیا کہ میرے بیٹے بہار الدین (نقشبند) پر مہربانی زیر پرورش کرنے میں

---

[1] صحیح رؤیا بیا ماں ۔

کسر نہ رکھنا - حکم کی تعمیل کی گئی - جب ذرا سیانے ہوئے تو فرمایا کہ تمہاری ہمت بلند پروازہے - (آپ علاوہ امیر کلال کے) اور اہل دل لوگوں سے بھی فیض حاصل کیا - خلیل اتا سے بھی بہرہ ور ہوئے - (آخر میں) خواجہ عبدالخالق عجدوانی کی روحانی مدد سے درجہ کمال کو پہنچ گئے، درحقیقت ان کی فیض یابی خواجہ خضرؑ کی طرف سے تھی - (گو کہ ظاہر میں رشتہ) بیعت و صحبت خواجہ محمد یوسف ہمدانی سے رہا - خواجہ (ہماسی) کے چار خلیفہ تھے، خواجہ عبداللہ برقی - خواجہ حسن اندقی - خواجہ احمد یسوی اور خواجہ عبدالخالق عجدوانی، خواجہ یوسف ہمدانی (کا سلسلہ فیض یابی یوں ہے کہ انہوں نے) شیخ ابو علی فارمدی سے انہوں نے شیخ ابوالقاسم گرگانی سے، اور انہوں نے دو شخص سے فیض پایا - ایک جنید اور دوسرے شیخ ابوالحسن خرقانی اور ان دونوں نے بایزید بسطامی سے اور انہوں نے (اپنے) چچا امام جعفر صادق سے اور انہوں نے دو جگہ سے فیض حاصل کیا - ایک اپنے والد امام باقرؒ اور انہوں نے اپنے والد امام زین العابدین سے اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام سے دوسرے اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ سے اور اور قاسمؒ نے سلمان فارسی سے اور انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے -

کہتے ہیں کہ خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ کے پاس کوئی غلام اور باندی نہ تھی - جب سوال کیا گیا - تو آپ نے فرمایا کہ بندگی، آقائی کے ساتھ نبھتی نہیں - (ایک دفعہ) کسی نے پوچھا کہ آپ کا سلسلہ کہاں تک پہنچتا ہے - تو آپ نے فرمایا - کہ کوئی سلسلہ سے کہیں بھی نہیں پہونچتا - (یعنی اصل معرفت ہے، سلسلہ کوئی چیز نہیں) پیر کی رات میں ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں بدن عنصری کے بار سے سبکدوش ہوئے (وفات فرمائی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ)

بظاہر (اب تصوف کے) سلسلے چار مسلک میں منحصر ہیں۔ (قادریہ، نقشبندیہ چشتیہ اور سہروردیہ لیکن اجو بزرگ بھی درجہ اجتہاد حاصل کرے وہ پیشوا بننے کا مستحق ہے۔ (کچھ) اسکے چھوڑ دینے (وابستگی سلسلہ چہارگانہ) سے ہی دبازت (اہمیت) حاصل نہیں ہوتی۔ اسلئے یہی بہتر ہے کہ اس قصہ سے قلم روک کر (راقم) اولیاء اللہ کا ذکر کر کے طلب رحمت کرے (میں نے) ہزاروں میں اڑتالیس کو لفظ اولیا کے عدد کی رعایت سے انتخاب کر کے اپنی سعادت طلبی کا سرمایہ بنایا ہے۔

(۱) بابا رتن

نصیر تبرندی کے بیٹے ہیں۔ کنیت ابو الرضا، زمانہ جاہلیت (قبل اسلام) میں تبرندہ میں پیدا ہوئے اور حجاز (عرب) میں پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد پایا۔ دنیا کا سفر کر کے ہندوستان واپس آئے۔ بہت لوگوں نے ان کی تعلیم قبول کی۔ اور بعضوں نے بہت دراز عمر ہونے کی وجہ سے (خلل دماغی سمجھکر) ان کی باتوں کا یقین نہ کیا (انہی کے پیرووں نے بگڑ کر پھر سکھ پیشواؤں کی صورت اختیار کر لی اور سکھ مذہب ایجاد ہوا)۔ ۷۰۰ھ میں بھٹنڈہ میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ ان کو شیخ ابن حجر عسقلانی، مجد الدین فیروز آبادی شیخ علاء الدین صمنانی، خواجہ محمد پارسا اور بہت سے اللہ کے نیک بندے جانتے ہیں۔ اور ان کی تعریفیں کرتے ہیں۔

(۲) خواجہ معین الدین حسن

پسر غیاث حسن، حسینی حسنی سیدوں میں سے ہیں۔ ۵۳۷ھ میں علاقہ سجستان

کے قصبہ سنجر میں پیدا ہوئے۔ پندرہ سال کے ہوئے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ ابراہیم قہندزی نے، جو عاشقانِ الٰہی میں سے تھے۔ ان پر نظرِ خاص ڈالی (گویا) دنیوی تعلقات کے خرمن کو جلا ڈالنے والی بجلی گرادی (فوراً) رہنما کی تلاش میں لگ گئے ہرون میں، جو نیشاپور کا ایک گاؤں ہے۔ خواجہ عثمان چشتی کی خدمت میں پہنچے اور ریاضت میں لگ گئے، (بالآخر) خلافت کا خرقہ مل گیا۔ اسکے بعد پھر (کامل تر) پیر تلاش کرنے کی جستجو پیدا ہوئی۔ اور شیخ عبدالقادر جیلی اور دوسرے بہت سے بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔

جس سال معزالدین سام نے دہلی پر قبضہ کر لیا۔ تو آپ یہاں آئے اور گوشہ نشینی کے خیال سے اجمیر تشریف لے گئے۔ وہاں بہت چراغ روشن کئے اور ان کے دم پر تاثیر سے گروہ کے گروہ ہدایت پا گئے۔ شنبہ کے دن ۶ رجب ۶۳۳ھ میں عالم پاک کی جانب تشریف لے گئے اور پہاڑوں کے دامن میں خوابگاہ بن گئی۔ جو (اب) ہر چھوٹے بڑے کے لئے زیارت گاہ ہے۔

۱۳۔ شیخ علی غزنوی ہجویری

ابوالحسن کنیت تھی۔ والد کا نام عثمان بن ابو علی جُلّابی ہے (یہ دنیوی) رسوم سے الگ تھلگ رہا کرتے تھے۔ اور معرفت کا بڑا درجہ حاصل تھا۔ کتاب کشف المحجوب ان کی یادگار ہے۔ جسمیں لکھا ہے کہ اس راہ (سلوک) میں میں شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی کا پیرو ہوں۔ خوابگاہ (قبر) لاہور میں ہے۔

(۴) شیخ حسین زنجانی

بہت بڑے عارف تھے۔ خواجہ معین الدین اجمیریؒ لاہور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ لاہور میں ہی ان کی قبر ہے۔ (جہاں) بہت لوگ ان کی زیارت کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

(۵) شیخ بہاؤالدین زکریا

پسر وجیہہ الدین محمد بن کمال الدین علی شاہ قریشی۔ ۵۶۵ھ میں کوٹ کروڑ (ملتان) میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں والد کا انتقال ہو گیا۔ علم سیکھنے نکلے۔ توران و ایران میں (مختلف بزرگوں سے) درس معرفت لیا۔ بغداد پہنچکر شیخ شہاب الدین سہروردی سے بیعت ہوئے۔ اور خلافت حاصل کی۔ شیخ فرید شکر گنج سے بڑی دوستی تھی۔ بہت دنوں ساتھ رہا۔ شیخ عراقی اور میر حسینی نے ان سے فیض پایا۔ ۷ ماہ صفر ۶۶۵ھ میں ایک نورانی بوڑھے (فرشتہ) نے ایک سربمہر خط ان کے لڑکے شیخ صدرالدین کے ہاتھ اندر بھیجا۔ آپ نے پڑھا اور جان دیدی۔

چاروں طرف سے آواز آنے لگی۔ کہ "دوست بدوست جا ملا۔" قبر ملتان میں ہے۔

(۶) خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

پسر کمال الدین احمد موسی مقام اوش (فرغانہ) کے رہنے والے ہیں۔ باپ کے اکلوتے بھتے۔ توجہ (حضرت) خضر سے لی۔ رہنما کی تلاش میں سرگرداں رہے حتیٰ کہ خواجہ معین الدینؒ کا اوش میں گذر ہوا۔ سترہ سال کی عمر میں ان سے بیعت ہوئی۔ اور خلافت حاصل کی (پھر) سفر اختیار کیا۔ بغداد اور اسکے علاوہ (دیگر مقامات) میں بہت سے اولیاء اللہ سے فیض پایا۔ اور پیر کی زیارت کی آرزو میں ہندوستان تشریف لائے۔ کچھ عرصہ شیخ بہاؤ الدین زکریا کے پاس رہے۔ (بالاخر) شمس الدین التمش بادشاہ دہلی کے عہد میں دہلی تشریف لائے۔ خواجہ (معین الدین) ان سے ملنے (خود) یہاں تشریف لائے۔ کچھ دنوں کے بعد انہیں (یہیں) چھوڑ کر واپس (اجمیر) تشریف لیگئے۔ ان سے اہل عالم کو بڑا فیض پہنچا۔ بدھ کی صبح کو ماہ ربیع الاول ۶۳۳ھ (دنیا سے) سامان سفر باندھا۔ ان کی قبر دہلی میں ہر چھوٹے بڑے کی زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔

(۷) شیخ فرید الدین گنج شکر

پسر جمال الدین مسلمان۔ فرخ شاہ کابلی کی نسل سے ہیں۔ ان کی جائے پیدائش ملتان کے قریب ایک قصبہ کھتوال ہے۔ آغاز جوانی میں علم ظاہری حاصل کرنے میں سرگرم رہے۔ ملتان میں خواجہ قطب الدین سے ملے اور ان کے ہمراہ دہلی آگئے اور بیعت ہو کر مراد دل حاصل کی۔ بعض کہتے ہیں (دہلی) ہمراہ

نہیں آئے (بلکہ) راستہ ہیں ہی اجازت لیکر قندھار و سیستان کی طرف نکل کھڑے ہوئے - اور علم و معرفت حاصل کرنے میں مصروف رہے - پھر دہلی آکر بیعت ہوئے - انہوں نے نفس کے ساتھ سخت لڑائیاں لڑیں اور کامیاب رہے جب خواجہ قطب الدین کی وفات ہو گئی ۔ (وفات کے وقت) اس مجلس میں قاضی حمید الدین ناگوری - شیخ بدر الدین غزنوی اور بہت سے دوسرے بزرگ موجود تھے اسکے سامنے) فرمایا کہ خرقہ وغیرہ جو کچھ (میرے) پیر کا (متبرک) ترکہ ملا ہے - وہ شیخ (فرید الدین گنج شکر) کے سپرد کر دیں - اس کا علم ہونے پر آپ ہانسی سے دہلی تشریف لائے - اور امانت (خرقہ وغیرہ لیکر واپس تشریف لیگئے - بہت لوگوں نے آپ سے فیض پایا - شنبہ کے دن ۵ محرم ۶۰۸ھ پاک پٹن (پنجاب) میں جس کا نام اسوقت اجودھن تھا - دنیائے فانی کو الوداع کہا - اور اسی جگہ آپ کا مزار بنا -

(۸) شیخ صدر الدین عارف

پسر شیخ بہاؤ الدین زکریا - والد کے آگے رہی تربیت پاکر) درجہ کمال کو پہنچے - فخر الدین عراقی اور میر حسینی سادات نے آپ سے فیض پایا - ۷۰۹ھ میں ملتان میں سفر واپسی کی طرف رخ کیا - قبر ملتان میں ہی ہے -

(۹) شیخ نظام الدین اولیاء

نام محمد پسر احمد دانیال (انکے والد) غزنین سے چلکر بداؤں (صوبہ یوپی کا ایک ضلع) میں تشریف لائے - شیخ ۶۳۲ھ میں یہیں پیدا ہوئے - کچھ مدت

علوم ظاہری سیکھے - ان کو (لوگ) نظام بحّاث (بہت بحث کرنے والے) اور محفل شکن (جمی ہوئی محفل کا نقشہ توڑنے والے) کہا کرتے تھے - بیس سال کی عمر میں اجودھن (پاک پٹن) تشریف لائے اور شیخ فرید گنج شکرؒ سے بیعت ہوئے - انہوں نے خزانۂ حقیقت کی کنجی آپ کے ہاتھ میں دیدی - پھر (پیر نے ان کو) لوگوں کی رہنمائی کے لیئے دہلی بھیجدیا - بہت لوگ ان سے (فیض پاکر) ملند درجہ کو پہونچے - شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی اور امیر خسرو (دہلی میں) شیخ علاءالحق اور شیخ اخی سراج بنگالہ میں - شیخ وجیہ الدین یوسف چندیری میں اور مالوہ میں شیخ کمال، لوہارو میں مولانا غیاث، اوجین میں مولانا مغیث (گجرات میں شیخ حسام اور دکن میں شیخ برہان الدین غریب، شیخ منتخب، اور خواجہ حسن تینوں کے تینوں ان کے مریدین میں سے ہیں - ۱۷ ربیع الاخر ۷۲۵ھ دنیا سے رخصت ہوئے مزار دہلی میں ہے -

(۱۰) شیخ رکن الدین

پسر شیخ صدرالدین عارف یہ بزرگ خاندان کے جانشین ہیں، جس زمانہ میں سلطان قطب الدین (شاہ دہلی) شیخ نظام الدین اولیا سے ناراض تھے - تو شیخ (رکن الدین) کو ملتان سے بلوایا - تاکہ ان کی مقبولیت میں فرق آجائے - جب دہلی کے قریب پہنچے تو شیخ نظام الدینؒ نے ان کا استقبال کیا - (سلطان) قطب الدین نے شیخ (رکن الدین) سے ملکر پوچھا کہ شہر کے

سلہ صحیح برہنمونی -

لوگوں میں سے استقبال[1] کے لئے جاتے ہیں کس نے سبقت کی تو آپ نے جواب دیا کہ ہمارے زمانہ کی بہترین ہستی نے (یعنی نظام الدین اولیاؒ) اس دل میں گھر کرنے والی بات سے سلطان کی ناراضگی دور کر دی۔ آپ کی خوابگاہ ملتان میں ہے۔

(۱۱) شیخ جلال الدین تبریزی

شیخ سعید تبریزی کے مرید ہیں۔ ان کے سفر کر جانے کے (وفات کے) بعد شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں پہنچے۔ بڑی خدمت گاری کر کے درجہ خلافت کو پہنچے۔ خواجہ قطب الدین اور شیخ بہاؤالدین زکریا کے ساتھ بڑی دوستی تھی۔ شیخ نجم الدین صغریٰ جو دہلی میں شیخ الاسلام (کے عہدہ پر) تھے۔ ان کے دشمن ہو گئے اور اپنی تنگ نظری سے کام لیکر ایک فاسق (لڑکے) کو آمادہ کر کے شیخ کا دامن تہمت سے آلودہ کرا دیا۔ شیخ بہاؤالدین زکریا کی پُر تاثیر شخصیت کے ذریعہ بات[2] کا غلط ہونا ثابت ہو گیا۔ آپ یہاں سے بنگالہ تشریف لیگئے۔ آپ کی آرام گاہ دیو محل کی بندرگاہ میں ہے۔

(۱۲) شیخ صوفی بدھنی

آپ کی پیدائش گاؤں اودھ ہے۔ عجب آزاد منش تھے ہر وقت یاد خدا میں لگے رہتے (رہنے والے) ایسا کہتے ہیں۔ کہ خواجہ قطب الدین اور یہ اور دوسرے بہت سے لوگوں کے گروہوں کے ساتھ مغلوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے بھوک

---

[1] ہیچ در پیشواز رفتن [2] صیح گفتار۔

پیاس نے ان لوگوں کا برا حال کر دیا - اس وقت خواجہ (قطب الدینؒ) خدا کی قدرت سے ہر شخص کو گرم کلچہ (کاک) جھولی سے نکال نکال کر دیتے رہتے تھے - اور صوفی بدھنی اپنے ٹوٹے ہوئے پیالہ سے سب کو پانی پلا رہے تھے۔ اس کے بعد خواجہ (قطب الدین) کو کاکی اور ان کو بدھنی کہنے لگے آرام گاہ (تحصیل) کیتھل ضلع کرنال میں ہے۔

(۱۳) خواجہ کرڑک

سب سے بڑے آزاد مردوں میں سے ہیں - ظاہری پابندیوں سے کنارہ کش رہتے ہوئے زندگی بسر کرتے تھے - ہمیشہ ویرانوں میں بیٹھے رہتے تھے - خواجہ قطب الدینؒ نے ان کے لئے خرقہ بھیجا - تو انہوں نے لیکر آگ میں ڈالدیا - لیجانے والے خواجہ قطب الدین کے سامنے (پہنچکر) ان پر لعن وطعن شروع کر دی - خواجہ نے فرمایا "جاکر واپس مانگ لے - تاکہ اصل حقیقت تجھ پر آشکارا ہوجائے - جب اس نے (خرقہ واپس) مانگا - تو خواجہ کرڑک نے فرمایا - جاؤ اس آگ کی بھٹی میں سے نکال لو - لیکن اپنے ڈالا (نکالنا) جب اس نے دیکھا تو اس خرقہ کو کتنے ہی اور گدڑیوں کے ساتھ (ملا رلا) پایا اور شرمندہ ہو گیا - قبر کٹرہ مانکپور میں ہے -

(۱۴) شیخ نظام الدین ابوالمویدؒ

اپنے ماموں شیخ عبدالواحد بن شیخ شہاب الدین احمد غزنوی سے تعلق بیعت رکھتے تھے - سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں گذرے ہیں - خواجہ

قطب الدین اوشی اور شیخ نظام ان کی زیارت سے بہت مسرور ہوتے تھے۔

(۱۵) شیخ نجیب الدین محمد

شیخ بدرالدین فردوسی سمرقندی کے مرید ہیں۔ شیخ بدرالدین) شیخ سیف الدین باخرزی کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلیفہ ہیں۔ (شیخ نجیب الدین) بخارا سے دہلی تشریف لائے۔ ایک مدت تک لوگوں کی رہنمائی فرمائی۔ اور یہیں آرام فرمایا۔ (مدفون ہوئے) کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اور شیخ عمادالدین طوسی دونوں شیخ رکن الدین فردوسی کے مرید و خلیفہ ہیں۔

(۱۶) قاضی حمید الدین ناگوری

لپر عطا اللہ بخاری ہیں۔ بخارا میں پیدا ہوئے اور معزالدین سام کے عہد میں باپ کے ساتھ دہلی آئے۔ تین سال ناگور کے قاضی رہے۔ (پھر) ایک دم (دنیوی تعلقات سے) آزاد ہو جانے کے خیال نے دل کا دامن پکڑ لیا۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ بغداد چلے گئے۔ اور شیخ شہاب الدین سہروردی سے بیعت ہوئے اور خلافت پائی۔ وہاں ہی خواجہ قطب الدین رح سے تعلق دوستی پیدا ہوا۔ اور حجاز کی سیر کر کے دہلی تشریف لائے۔ ۵ رمضان ۶۷۳ھ کی شب میں بغیر کسی بیماری کے عالم بالا کو سدھارے۔ قبر دہلی میں ہے۔

(۱۷) شیخ حمید الدین سوالی ناگوری

پسر شیخ احمد۔ ابتدائی عمر میں بہت خوبصورت اور متمول تھے۔ تلاشِ حق میں سب چیزوں سے دست کش ہو گئے۔ اور (سلوک و) ریاضت کے لئے ہمت کے قدم جما لئے۔ خواجہ معین الدین کی خدمت میں پہنچکر بیعت کی چادر اوڑھی۔ اور درجہ بلند پایا۔ (لوگوں نے) ان کو سلطان التارکین (ترک دنیا کرنے والوں کے بادشاہ) کا لقب دیا۔

۲۹ ربیع الآخر ۶۷۳ھ ناگور میں فرش زندگی طے کر دیا گیا۔ (انتقال فرمایا) وہیں قبر ہے۔

(۱۸) شیخ نجیب الدین متوکل

شیخ فرید الدین گنج شکر کے بھائی اور (انہی کے) مرید ہیں۔ شیخ نظام الدین اولیاء فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب میں بدایوں سے حضرت گنج شکر کی خدمت میں آیا۔ تو شیخ نجیب الدین کو دہلی میں پایا۔ اور ان سے بھی بڑے فیوض حاصل کئے۔ ۹ رمضان ۶۶۱ھ میں دنیا سے دل (بالکل) ہٹا لیا (انتقال کیا) قبر دہلی میں ہے۔

(۱۹) شیخ بدر الدین رح

پیدائش گاہ غزنہ ہے۔ خواب میں خواجہ قطب الدین اوشی سے بیعت کی (اسی وقت سے) تمام چیزوں سے قطع تعلق کر کے پیر کی تلاش میں جوتیاں گھسنے لگے۔ (بالآخر) دہلی میں مراد دل حاصل کر کے خلافت پائی

قاضی حمید الدین، شیخ فرید الدین گنج شکر، سید مبارک غزنوی۔ مولانا مجد الدین حرجانی، ضیاء الدین دہلوی اور دوسرے بزرگوں نے ان سے فیض پایا۔ پیرانہ سالی میں جب کہ کمزوری کے سبب، ہل جل بھی نہ سکتے تھے۔ نغمے سنکر جوش میں بھر جاتے تھے۔ اور جوانوں کی طرح رقص کرنے لگتے تھے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ باوجود اتنی کمزوری کے شیخ رقص کیسے کرنے لگتے ہیں۔ تو آپ نے جواب دیا کہ شیخ کہاں ہے؟ یہ تو عشق رقص کر رہا ہے۔ ان کی قبر اپنے پیر کے پینتیانے ہے۔

(۲۰) مولانا بدر الدین اسحٰق

پسر منہاج الدین بخاری۔ اور بقول بعض علی بن اسحٰق دہلوی کے بیٹے ہیں۔ جائے پیدائش دہلی ہے۔ ظاہری علم سیکھا۔ اور جب ان کی مشکلات یہاں حل نہ ہو سکیں۔ تو بخارا کا ارادہ کیا۔ اجودھن (پاک پٹن) میں حضرت گنج شکر کی خدمت میں سب مشکلات حل ہو گئیں۔ معتقد ہو گئے۔ اور ترک خودی کے کام میں لگ گئے۔ شیخ نے خلافت و دامادی سے نوازا، اسی جگہ (پاک پٹن) مدفون ہیں۔

(۲۱) شیخ نصیر الدین چراغ دہلی

نام محمود ہے۔ جائے پیدائش اودھ ہے۔ شیخ نظام اولیاء کے خلیفہ ہیں ۱۷، رمضان ۷۵۷ھ میں دنیا فانی سے کوچ کیا۔

(۲۲) شیخ شرف الدین پانی پتی!

کنیت، ابو علی قلندر۔ آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اپنی تحریروں میں سے ایک میں یوں لکھتے ہیں" کہ میں چالیس سال کی عمر میں دہلی آیا اور خواجہ قطب الدین کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ مولانا وجیہہ الدین پائلی مولانا صدر الدین، مولانا فخر الدین نافلہ۔ مولانا ناصر الدین۔ مولانا معین الدین دولت آبادی، مولانا نجیب الدین سمرقندی۔ مولانا قطب الدین مکی، مولانا احمد خراسانی، اور دوسرے علمائے زمانہ نے درس و فتوی کی اجازت و سند عطا کی۔ اور اس کام میں میں نے بیس سال گزارے۔ یکایک جذبۂ الٰہی نے (مجھے) کھینچ لیا۔ اور تمام علمی کتابوں کو جمنا کے پانی میں بہا دیا۔ اور یہاں سے چل پڑا، روم پہنچکر شمس تبریزی اور مولانا جلال الدین رومی (صاحب مثنوی) سے ملا۔ (انھوں نے) جبہ، دستار اور بہت سی کتابیں مجھے دیں۔ (مگر) ان کے سامنے ہی سب کو (دریا کے) پانی کی نذر کر دیا۔ اس کے بعد پانی پت (ضلع کرنال) میں آکر گوشہ نشین ہو گیا"۔ قبر پانی پت میں ہی ہے۔

(۲۳) شیخ احمد نہر والہ

جائے پیدائش نہر والہ جو آجکل پٹن[لہ] کے نام سے مشہور ہے۔ قاضی حمید الدین ناگوری سے بیعت ہوئے۔ اور خلافت کا رتبہ بلند حاصل کیا۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا باوجود اپنی دشوار پسندی کے (یعنی مشکل سے دوسروں کے قائل ہونے کے) ان کی بڑی تعریفیں کیا کرتے تھے۔ قبر بدایوں میں ہے۔

لہ پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ پٹن کا سابق نام اجودھن تھا۔ نہر والہ اسکی قریبی بستی ہے پھر اجودھن اور نہر والہ بظاہر ایک ہی بستی کے دو ناموں کی طرح بولے جانے لگے۔

(۲۴) سید جلال رح

پسر سید محمود بن سید جلال - مخدوم جہانیاں کے لقب سے مشہور زمانہ ہیں - شب برات ۷۰۷ھ میں پیدا ہوئے - اپنے والد[۱] کے مرید ہیں - اور شیخ رکن الدین ابو الفتح سے خلافت ملی - کہتے ہیں (پھر) انہوں نے دنیا بھر گھومنا شروع کر دیا - امام یافعی رح اور بہت سے (علماء و عرفا سے) ملے، دہلی میں شیخ نصیر الدین چراغ دہلی سے ملاقات کی (سلسلۂ) خاندان چشتیہ میں آپ انہی کے خلیفہ ہیں - چہارشنبہ عید قربان (۱۰ ذی الحجہ) ۷۸۵ھ میں بدن عنصری (خاک کا چولا) اتار پھینکا - قبر اوچہ (ضلع) ملتان میں ہے -

(۲۵) شیخ شرف الدین منیری

پسر یحییٰ بن اسرائیل (یحییٰ) چشتیوں کے پیشوا تھے - (شیخ شرف) نے حضرت گنج شکر رح سے فیض پایا - وہ بچپن سے ہی پہاڑوں میں جا کر ریاضت کیا کرتے تھے - اور شیخ نظام الدین اولیاء کی زیارت کی آرزو میں اپنے بڑے بھائی شیخ جلال الدین محمد رح کے ہمراہ دہلی تشریف لائے (لیکن) شیخ (نظام رح) کا انتقال ہو چکا تھا - بقول بعض ملاقات ہوئی اور ان کے حکم پر ہی شیخ نجیب الدین فردوسی کی خدمت میں پہنچے - بیعت ہوئی، اور خلافت پائی شیخ شمس الدین مظفر بلخی اور شیخ جمال الدین اودھی جنہیں جمال قتال بھی کہتے ہیں - (یہ دو نوں) ان کے خلیفہ ہیں - بہت سی تصنیفات ان کی یادگار ہیں - منجملہ ان کے آپ کے مکتوبات ہیں - جو اصلاح نفس کی تدابیر کے

---

[۱] صحیح پدر خود است -

بارے میں ہیں۔ قبر بہار شریف میں ہے۔

(۲۶) شیخ جمال ہانسوی

حضرت امام ابو حنیفہؒ کوفی کی نسل سے ہیں۔ وعظ و تقریر اور فتوی نگاری میں مصروف رہتے تھے۔ (پھر) اس مشغلہ کو چھوڑ کر شیخ فرید گنج شکرؒ سے بیعت ہوئے اور درجہ بلند پایا۔ جس کسی کو (راہ سلوک طے کرنے کے لئے) شیخ خلافت دیتے تھے۔ تو اُن کے پاس بھیجتے اور ان کے قبول کر لینے سے اُس کا کام چل نکلتا (فائز المرام ہوتا) اور اگر قبول نہ کرتے تو شیخ (فریدؒ) کی زبان سے (یہ کلمہ) نکلتا۔ "کہ شیخ جمال کے پھٹے کو فرید نہیں سی سکتا۔ (یعنی جس کو انھوں نے رد کر دیا ہے) میں بھی قبول نہیں کر سکتا۔) قبر ہانسی میں ہے۔

(۲۷) شاہ مدار

ان کا لقب بدیع الدین ہے۔ سرزمین ہند کے چھوٹے بڑے (سب) ان کے گرویدہ ہیں۔ اور ان کے بلند رتبہ ہونے کے قائل ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ شیخ محمد طیفوری بسطامی کے مرید ہیں۔ ان کے کپڑے کبھی میلے[۱] نہ رہتے تھے۔ (صاف ستھرا لباس پہنتے تھے) مخلوق سے نہ ملتے تھے۔ ہر پہر کو ان کے خلوت خانہ کا دروازہ کھلتا اور بہت سے حاجتمند جمع ہو جاتے تھے۔ (ان کا) دستور ایسا تھا کہ جب لوگ آ چکتے تو تقریر کرنی شروع کر دیتے تھے۔ دوران تقریر میں ہی حاجتمندوں کو (اُن کی خواہشوں کا) جواب مل جاتا تھا۔ اور جو شخص اپنا جواب سن لیتا تھا۔ آداب بجا لاکر مجلس سے اٹھکر چلا جاتا تھا۔ لوگ

---

[۱] صحیح شوخگین :- میلے

ان کی عجیب و غریب داستانیں بیان کرتے ہیں۔ سلسلہ مداریہ کی ابتدا انہی سے ہوئی۔ قبر مکن پور میں ہے۔ ہر سال ان کے عرس[1] کے دنوں میں لوگ جوق جوق دور دراز مقامات سے وہاں پہنچتے ہیں۔ اور ہر شخص ان کا رنگ معارف حاصل کرکے اظہار شکر و نیازمندی کرتا ہے۔ سلطان ابراہیم مشرقی کے عہد میں قاضی شہاب الدین کی ان سے جھڑپیں ہوا کرتی تھیں اور بالآخر قاضی صاحب کو شرمندہ ہونا پڑتا تھا۔

(۲۸) شیخ نور قطب عالم

پسر شیخ علاء الدین۔ ان کا اصلی نام شیخ نور الدین احمد بن الشیخ عمر اسعد ہے۔ جائے پیدائش لاہور ہے۔ اپنے والد بزرگوار کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اور وہ شیخ اخی سراج کے خلیفہ تھے۔ کچھ اسرار غیب معلوم کئے اور سوز عشق الٰہی میں بلند رتبہ حاصل کیا۔ جیسا کہ ان کے مکتوبات اور بعض رسالوں سے ان کے دل کی کیفیت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ شیخ حسام الدین مانک پوری ان کے خلیفہ ہیں۔ ۸۰۸ھ میں عالم بالا کی راہ اختیار کی۔ مزار پنڈوہ میں ہے۔

(۲۹) بابا اسحٰق مغربی

پیدائش گاہ دہلی۔ حاجی شیخ محمد کیمی کے مرید ہیں۔ چند واسطوں سے ان کا سلسلہ جنیدؒ سے جاملتا ہے۔ شیخ احمد کھٹوؒ نے کہا ہے کہ "میں انکے ہمراہ دہلی گیا۔ تو انہوں نے اپنا پرانا ٹھکانا مجھے دکھایا اور کہا۔" کہ بارہ سال کی عمر میں اہل دل سے کمال حاصل کرنے نکلا اور (دنیا سے) آزادی کا راستہ

---

[1] زندہ افزودن شدن او :- مراد عرس ؛

اختیار کیا - بہت سے بزرگوں سے فیض پایا - اور سرزمین مغرب میں شہر کیم میں (پہنچکر) حاجی شیخ محمد سے مراد دل حاصل کی - اور خلافت پائی سلطان محمد کے عہد میں دہلی واپس لوٹے - جس نے ان کا بڑا احترام کیا پھر خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے ان کو خواب میں فرمایا - کھٹو میں گوشہ نشین بنجائیں چنانچہ ایسا ہی کیا -

(۳۰) شیخ احمد کھٹو

لقب جمال الدین - دہلی میں ۷۳۷ھ میں پیدا ہوئے - وہاں کے بزرگ زادوں میں سے ہیں - بابا اسحق مغربی کے مرید و خلیفہ ہیں - ان کا نام نصیر الدین ہے - اس نیلے آسمان کے انقلاب سے (اتفاقاً) آندھی کے طوفان میں اپنے ڈیرہ (ٹھکانے) سے جدا ہو گئے - بڑی مدت کے بعد بابا اسحق مغربی کی خدمت میں حصول سعادت کیا اور ظاہری باطنی علوم معارف حاصل کئے - سلطان احمد کے عہد میں گجرات تشریف لے گئے - جہاں چھوٹے بڑے (سب) لوگوں نے استقبال اور اظہار نیاز مندی کیا - اسکے بعد عرب و عجم کا سفر کیا اور بہت سے بزرگوں سے ملے - قبر سرکنج احمد آباد میں ہے -

(۳۱) شیخ صدر الدین

پسر سید احمد کبیر بن سید جلال بخاری جو راجو قتال کے نام سے مشہور روزگار ہیں - اپنے والد کے مرید اور خلیفہ ہیں - اپنے بھائی مخدوم جہانیاں اور شیخ رکن الدین ابو الفتح سے بھی خلافت حاصل کی - سلطان فیروز ان کا بڑا

سلہ بزرگ داشت :- احترام حاصل مصدر مرکب ؛

ادب کرتا تھا۔ ۶۰۰ھ میں آخری نیند سوئے (انتقال فرمایا)۔

(۳۲) شیخ علاء الدین محمد

شیخ فریدالدین گنج شکر کے پوتے اور شیخ بدرالدین کے بیٹے ہیں۔ بہت معقول اور دل پسند روش رکھتے تھے۔ خدا شناسی میں بڑا رتبہ پایا۔ جب انتقال ہو گیا۔ تو سلطان محمد نے (آپکی قبر پر) گنبد بنوا دیا۔

(۳۳) سیّد محمّد گیسو دراز

شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ علم ظاہر و باطن کے مالک تھے۔ پیر کے فرمان پر دہلی سے دکن آئے (سب) چھوٹے بڑوں کی نظروں میں مقبول ہوئے ۸۲۵ھ دنیا کی تنگی سے نجات پائی۔ قبر گلبرگہ (دکن) میں ہے۔

(۳۴) قُطبُ عالم

کنیت ابو محمد۔ لقب برہان الدین۔ پسر شاہ محمود بن سید جلال مخدوم جہانیاں۔ ۷۹۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد بزرگوار کے مرید و خلیفہ ہوئے شیخ کھتو سے بھی خلافت حاصل کی۔ سلطان محمد کے عہد میں، جو دو واسطوں سے سلطان مظفر کی اولاد میں سے ہے۔ باپ کے فرمان پر گجرات تشریف لے گئے اور ظاہر و باطن کی بزرگی حاصل کی۔ ۸۵۷ھ میں دنیا سے سامان سفر باندھا قبر بتوہ (احمد آباد) میں ہے۔ اِن کے گیارہ بیٹے تھے۔

---

(۳۵) شاہ عالم

نام سید محمد - پسر قطب عالم - ۹ ذی قعدہ ۸۱۷ھ کی شب میں پیدا ہوئے - اپنے والد سے بیعت ہوئے - اور خلافت حاصل کی - ولایت کے درجہ بلند پر فائز ہوئے (لوگ) ان کی عجیب کرامتیں بیان کرتے ہیں - ۲۰ جمادی الثانیہ ۸۸۰ھ میں پیمانۂ عمر لبریز ہوا - قبر رسول آباد (احمد آباد) میں ہے -

(۳۶) شیخ قطب الدین

پسر شیخ برہان الدین بن شیخ جمال الدین ہانسوی - شیخ نظام الدین اولیا کے مرید و خلیفہ ہیں - لوگوں سے نہ ملتے اور بادشاہوں کی کوئی بات نہ سنتے تھے - سلطان محمد خود ہانسی جا کر ان کو دہلی لایا تھا - مزار ہانسی میں ہے -

(۳۷) شیخ علی پیرو

پسر مولانا احمد مہایمی - علم ظاہر و باطن پر مطلع ہوئے - شیخ محی الدین (عربی) کے انداز میں (تحقیق) حقائق فرمایا کرتے تھے - بہت سے علمی کتب و رسائل اپنی یادگار چھوڑے - جنمیں سے بہت سے ضائع ہو گئے -

(۲۸) سید محمد جونپوری

سید بڈھ اویسی کے بیٹے ہیں - بہت سے بزرگوں سے روحانیت حاصل کی - علم ظاہر و باطن پر حاوی ہو گئے - شوریدہ حالی کی بنا پر مہدی موعود

۱؎ صحیح - نشنیدے -

ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور بہت سے لوگ ان کے گرویدہ ہو گئے۔ ان کی بہت کرامات بیان کی جاتی ہیں۔ اور (پھر) (مہدویت کا دیہ) سرچشمہ جونپور سے گجرات آگیا۔ سلطان محمود کلاں ان کی تعلیم کے لئے اٹھا۔ اہل زمانہ کی تنگ نظری (مخالفتوں) کی وجہ سے ہندوستان میں نہ رہ سکے۔ سرزمین ایران کا قصد کیا۔ فرہ میں انتقال کیا وہیں دفن ہوئے۔

(۳۹) قاضی خان

یوسف نام۔ ظفر آباد جائے پیدائش۔ شیخ حسن طاہر ملقب بکمال الحق کے مرید و خلیفہ تھے۔ اور وہ راجی حامد کے مرید ہوئے۔ جو شیخ حسام مانکپوری کے خلیفہ ہیں۔ (قاضی خاں نے) علم ظاہر و باطن حاصل کیا۔ ان کے پیر نے اپنی حیات میں ہی اپنے خلفا کو ان کے سپرد کر دیا تھا۔ انتقال ہونے کے قریب اپنے بیٹے عبد العزیز کو (بھی) ان کے سپرد کیا۔ ۱۵ ر صفر ۹۰۰ھ (قاضی صاحب نے) دنیا کے فتنہ گاہ سے کنارہ کشی فرمائی (انتقال کیا)

(۴۰) امیر سید علی قوام

جائے پیدائش سوانہ ہے۔ شیخ بہاؤالدین جونپوری شطاری کے مرید و خلیفہ ہیں۔ بقول بعض شیخ فاضل شطاری سے فیضیاب ہوئے۔ کچھ کا خیال یہ ہے کہ ان کی نسبت تمام سلسلوں سے درست ہے۔ ۹۰۵ھ میں عناصر کی کشمکش سے آزاد ہوئے۔ آرام گاہ جونپور میں ہے۔

(۱۴۱) قاضی محمود

پسر شیخ چاند بن محمد گجراتی۔ بیرپور میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کے مرید ہیں۔ اور خرقہ خلافت شاہ عالمؒ سے حاصل کیا۔ عشق الٰہی ان کے جی کو بھا گیا تھا۔ بڑی دلسوز باتیں اُن (کی زبان) سے نکلتی تھیں۔ گیارہ سال کی عمر سے ہی نور معرفت حاصل کر لیا تھا۔ (لوگ) ان کے عجیب واقعات بیان کرتے ہیں۔ جس سال کہ بادشاہ جنت آشیاں ہمایوں نے بہادر گجراتی پر فتح پائی۔ اسی سال کی ۱۲ ار ربیع الآخر کو انہوں نے سفر آخرت اختیار کیا۔ مزار بیرپور میں ہے۔

(۱۴۲) شیخ محمد مودود لاری

بابا نظام ابدال کے مرید ہیں۔ مولانا عبدالغفور لاری سے کچھ ظاہر علوم سیکھے اور بہت سے اہل دل لوگوں سے تحصیل معرفت کی۔ کشف و شہود اور بیان و استدلال کے مراتب سے خوب واقف تھے۔ اور علوم کی عجیب معلومات رکھتے تھے۔ شاہ نعمت اللہ ولی اور شاہ قاسم انوار سے ملے ہیں۔ ماہ رمضان ۹۲۷ھ آخری نیند سو گئے۔ مزار پانی پت میں ہے۔

(۱۴۳) شیخ حاجی عبدالوہاب بخاری

شیخ جلال بخاری کے دو لڑکے تھے۔ (سید محمود اور سید احمد المخدوم جہانیاں (سید جلال) سید محمود کے لڑکے ہیں۔ اور یہ (شیخ عبدالوہاب) سید احمد کے سید صدرالدین بخاری کے شاگرد اور مرید ہیں۔ علم ظاہر و باطن سے خوب

واقف تھے۔ سنہ ۹۳۲ھ میں جان، جان آفرین کے سپرد کی۔ آرام گاہ دہلی میں ہے۔

(۴۴) شیخ عبدالرزاق رح

پیدائش گاہ جھنجھانہ (ضلع مظفر نگر یو پی) شیخ شاہ محمد حسن رح کے خلیفہ اور مرید ہیں۔ اور شیخ حسن طاہر کے لڑکے ہیں۔ اونگا علم ظاہری حاصل کیا۔ اس سے بڑھکر (پھر) منزل مقصود کا سراغ پایا۔ سنہ ۹۴۰ھ میں وفات پائی۔ قبر جھنجھانہ میں ہے۔

(۴۵) شیخ عبدالقدوس

اپنے آپ کو انھوں نے امام ابو حنیفہ کی نسل سے بتایا ہے۔ شیخ محمد بن شیخ عارف بن شیخ احمد عبدالحق کے مرید ہیں۔ علم ظاہر و باطن حاصل فرمایا معرفت الٰہی میں مرتبہ بلند حاصل کیا (لوگ) ان سے بہت حقیقت کی باتیں نقل کرتے ہیں۔ جنت آشیان (ہمایوں شاہ) کچھ اسرار دان لوگوں کے ساتھ آپ کے گوشہ (خانقاہ قدوسی) میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور مجلس (سماع) گرم ہوتی تھی۔ سنہ ۹۵۰ھ میں فرش زندگی طے کر دیا (وفات پائی) دہلی کے قریب قصبہ گنگوہ (ضلع سہارنپور یوپی) میں مزار شریف ہے۔

(۴۶) سید ابراھیم

پسر معین الدین عبدالقادر حسینی۔ پیدائش گاہ ایرج ہے۔ شیخ بہاؤالدین قادری شطاری کے مرید ہیں۔ ہر علم سے بخوبی بہرہ ور تھے۔ اور اعمال پسندیدہ

کے لحاظ سے تو بے نظیر تھے - دنیا بھر کا سفر کیا - سکندر لودی کے عہد میں دہلی تشریف لائے - شیخ عبداللہ دہلویؒ - میاں لادنؒ، مولانا عبدالقادر صابونؒ اور دوسرے نامور عرفا ان کی بزرگی کے قائل ہوئے ہیں - سنہ ۹۵۳ھ یا سنہ ۹۵۸ھ میں چند روزہ زندگی (کی امانت) واپس کر دی (وفات پائی - قبر دہلی میں ہے -

(۴۷) شیخ امانؒ

نام - عبدالملک پسر عبدالغفور - شیخ محمد حسن سے مرید ہیں - پیر کے ارشاد پر شیخ محمد مودود لاری سے گوناگوں علوم و معارف حاصل کیے ۱۲ ربیع الآخر سنہ ۹۵۸ھ میں زندگی سے دل برداشتہ ہوئے - مزار پانی پت میں ہے -

(۴۸) شیخ جمال

پسر شیخ حمزہ - جائے پیدائش دھرسو (نارنول ریاست پٹیالہ) اپنے والد سے بیعت تھے - اکثر خلوت در انجمن (یعنی مجمع میں ہوتے ہوئے خدا سے واصل) - ہا کرتے تھے - آرام گاہ موضع دھرسو میں ہے -

(راقم) اس داستان کو حضرت خضرؑ و الیاسؑ کے ذکر[۱] پہ ختم کرنا مناسب سمجھتا ہے - اور دوام نام کی استدعا کرتا ہے -

---

[۱] یاد کرد : یاد کرنا ، ذکر - حاصل مصدر مرکب از اسم و فعل ماضی -

خضرؑ

نام بلیان ہے - پسر کلیان بن قانع بن شالح بن ارفخشد بن سام بن نوحؑ
بعض کہتے ہیں - کہ ان کا نام کلیان بن ملکان ہے - اور ملکان کو پسر کلیان
بن سمعان بن سام بن نوح بتاتے ہیں - کنیت ابو العباس ہے - خضر اسلئے
کہتے ہیں - کہ وہ (ایک دفعہ) سفید پوستین پر بیٹھے اور وہ ان کے قدموں
کی برکت سے سبز ہو گیا - شیراز سے دو فرسنگ (چھ میل) کے فاصلہ
پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے - بقول بعض
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں اور بقول بعض حضرت ابراہیم
کی بعثت (پیغمبری) سے کچھ مدت بعد اور بقول بعض کافی مدت بعد -
شیخ علاء الدولہ (کتاب) عروہ (عروۃ الوثقیٰ) میں فرماتے ہیں - کہ آپ
بہت سے نکاح کرتے رہے - اور اولاد ہوتی رہی اور سب کے، نام رکھتے
رہے - اب کوئی ان کا پتہ نہیں چلا سکتا (اب) نو سال اور سات ماہ ہوتے
ہیں - کہ سب کچھ چھوڑ دیا ہے - اور ان کی کوئی اولاد باقی نہیں رہی - دلالی کے
طور پر خرید و فروخت کرتے ہیں - اور نفع اٹھاتے ہیں - قرض لیتے ہیں -
(سامان) رہن رکھتے ہیں، کیمیا گری جانتے ہیں - اور دنیا کے (مخفی) خزانوں
کا علم رکھتے ہیں - اور خدائی حکم کے ماتحت بندوں کی حاجت روائی پر
صرف کرتے ہیں - اپنے واسطے کچھ صرف نہیں کرتے، گانا سن کر خوش
ہوتے ہیں - اور رقص کرنے لگتے ہیں - بسا اوقات دن رات بے ہوش
رہتے ہیں - آپ ہزار سال پہلے ہر پانچسو سال کے بعد از سر نو جوان ہو جاتے
تھے - اور اسکے بعد ہر تین سو برس کے بعد - اور یہ بھی شیخ (علاء الدولہ)

کا ہی قول ہے ۔کہ موجودہ سال ان کے از سر نو جوان ہونے کا ہے ۔ زمانہ ہجرت سے لیکر اب تک سات دفعہ جیسے جوان ہو چکے ہیں ۔ قطب اور ابدال کے ساتھ ملتے ہیں ۔ اور اظہار نیاز مندی کرتے ہیں ۔ کہتے ہیں ۔کہ ایک روز مدینہ منورہ میں شتربان باہم لڑتے ہوئے ۔ ایکدوسرے پر سنگ باری کرنے لگے ۔ پتھر کا ایک ٹکڑا حضرت خضر کے سر پہ لگ گیا ۔ اور فوراً سر سوج گیا ۔ ورم کر آیا ۔ تین ماہ تک درد و تکلیف میں مبتلا رہے ۔ ان کے پیغمبر ہونے میں اختلاف ہے ۔ بہت سے اس کے قائل بھی ہیں ۔ آپ ذوالقرنین کی تلاش میں آب حیات (کے چشمہ) پہ پہنچے اور (اس کا پانی پی کر) عمر دراز پائی ۔ بقول بعض خضرؑ و الیاسؑ دونوں نے آب حیات پیا ہے ۔ ایک جماعت ان کو ایک روحانی وجود بتاتی ہے ۔ جو انسانی شکلیں اختیار کر لیتے ہیں ۔ یہ جماعت ان کو مجسم انسان نہیں سمجھتی ۔

الیاسؑ

پسر سام بن نوحؑ ۔ یہ حضرت خضرؑ کے دادا کے چچا ہیں ۔ کچھ لوگ ان کے والد کا نام یٰسینؑ بتاتے ہیں ۔ اور بعض نسبی وغیرہ ۔ بقول بعض ان کا نسب اس طرح ہے ۔کہ (الیاس) پسر فنحاص بن عیزار بن ہارونؑ برادر موسیٰ ۔ ان کی پیغمبری میں بھی اختلاف ہے ۔ قطب، ابدال اور خضر (یہ سب) ان کے سامنے اظہار عجز و نیاز مندی کرتے ہیں ۔ (حلیہ یہ ہے) لمبا قد ۔ بڑا سر ۔ کم سخن ۔ بیش فکر بہت پرہیبت و وقار اور تمام اشیاء کی حقیقتوں سے واقف ۔ کہتے ہیں ۔کہ دین موسیٰ کی اعانت کے لئے پیدا کئے گئے ۔ اور بعلبک کے لوگوں کی رہنمائی

---

۵ ۔ صحیح بیاوردی

کے لئے مقرر ہوئے - جب اُنکے وعظ و نصیحت سے فائدہ نہ ہوا - تو خدائے کارساز سے (اس خدمت سے) اپنی رہائی کی درخواست کی - جو مقبول ہوگئی (چنانچہ) ایکروز الیسع بن خطوب کے ہمراہ ایک پہاڑ پہ جا رہے تھے کہ ایک آتشین گھوڑا معہ ساز و زین نمودار ہوا - آپ الیسع کو اپنی جانشینی کے لئے چھوڑ کر اُس گھوڑے پہ سوار ہو گئے - اور نظروں سے غائب ہو گئے (غرض) لوگ ان دونوں (خضرؑ و الیاسؑ) کے متعلق بڑے عجیب واقعات بیان کرتے ہیں - اکثر اول الذکر (خضر) خشکی پہ سفر کرتے رہتے ہیں - اور راستہ بھٹکنے والوں کو راستہ بتاتے ہیں - اور موخر الذکر (الیاسؑ) دریا سمندر کے) ساحلوں پہ اور بعض اسکے برعکس قائل ہیں - اور یہ کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے دس دس مقبول بندے مددگار ہیں - اور دونوں بے شمار سال زندہ رہیں گے - اور باہم ملتے جلتے رہتے ہیں - اور بعض عارفین ان کی ہستی کے قائل نہیں ہیں - (بلکہ) الیاسؑ سے فیض (روحانی) اور خضر سے لبط (حالت کشائش تجلیات خلافت فیض) مراد لیتے ہیں -

ابوالمظفر شہاب الدین محمد شاہجہان بادشاہ

(کنیت) (لقب) (نام)

صاحب قران دوم کی سلطنت کا بیان

(سعادتمند)

جہانگیر کے مرنے کے بعد آصف خاں نے، ارادت خان کے ساتھ (خفیہ طور پہ) ہم رائے ہو کر خسرو کے بیٹے داور بخش کو جھوٹ موٹ، سلطنت کی خوشخبری دیکر مطمئن کر دیا - اور آگے روانہ ہوا - بنارسی داس نامی ایک ہندو، کو، جو تیزرفتاری

میں بادصبا سے بھی بازی لے جاتا تھا۔ شاہجہان کے پاس بھیجا۔ اور باپ کے مرنے سے آگاہ کر دیا۔ اور جہانگیر کی نعش مقصود خاں کے ہمراہ روانہ کرائی جمعہ کے دن نورجہاں بیگم کے بنا کردہ باغ میں لاہور کے حدود میں دریائے راوی کے کنارے نعش مذکور دفن کر دی گئی۔ چونکہ بڑے بڑے سرداران سلطنت واقف تھے کہ یہ سب تمہید آصف خاں نے شاہجہان کی سلطنت کی بنیادیں مضبوط کرنے کے لئے کی ہیں۔ (اسلئے) سب آصف خاں کے ہمخیال ہو گئے۔ اور آصف خاں چونکہ اپنی بہن نورجہان سے مطمئن نہ تھا۔ اسلئے اس کو نظر بند کر کے نگرانی کر رہا تھا۔ کہ اُس کے پاس کوئی شخص آمد و رفت نہ رکھنے پائے۔

شہریار کی نافرمانی

نورجہاں اپنے داماد شہریار سلطان کو بادشاہ بنوانا چاہتی تھی۔ (ادھر) شہریار مذکور نے اپنی بیوی کے کہنے پر شاہی خزانوں پر دست درازی کر کے شاہی محلات کے تمام کارخانوں یعنی خزانہ، ہاتھی خانہ۔ اسلحہ خانہ وغیرہ (سب) کارخانے جو لاہور میں تھے۔ اپنے قبضہ میں کر لئے تھے۔ صرف ایک ہفتہ کے اندر ستر لاکھ روپیہ قدیم و جدید منصبداروں کو تقسیم کیا اور جس میں سے پینتالیس لاکھ روپیہ شاہجہان کی سلطنت جم جانے کے بعد خزانہ شاہی میں واپس ہوا۔ شہریار نے بایسنغر پسر سلطان دانیال کو، جو جہانگیر کی وفات کے بعد بھاگ کر لاہور اسکے پاس آگیا تھا، اپنے بجائے سردار بنا کر لشکر کو دریائے راوی کے پار اتار دیا۔ شہر سے تین کوس کے فاصلہ پر طرفین میں مقابلہ ہوا۔ پہلے ہی حملہ میں شہریار کی فوجوں کا نظم ٹوٹ گیا۔ اور ہر شخص، جدھر منہ ہوا بھاگ پڑا۔ شہریار جو اپنے قدیم وفادار دو ہزار سواروں کے ساتھ شہر لاہور سے باہر کھڑا تھا۔ پلٹ کر قلعہ میں آیا۔

اور رات کے وقت ارادت خاں نے قلعہ میں پہنچکر اسکو اپنے قابو میں کر لیا۔ صبح ہوتے ہی بڑے بڑے سرداروں نے قلعہ میں داخل ہوکر داور بخش کو (عارضی طور پر) تخت پہ بٹھا دیا۔ اور شہریار کی مشکیں کسکر خدمت میں حاضر کیا۔ جسے دو روز کے بعد آنکھ میں[۱] سلائی ڈلواکر اندھا کر دیا۔ کچھ دن بعد شاہزادہ دانیال کے بیٹے طہومرث اور ہوشنگ بھی گرفتار کر لئے گئے۔

(ادھر) شاہجہاں جو نظام الملک (دکن) کے سرحدی مقام جنیر میں تھا۔ (بنارسی کی زبانی) خبر پاتے ہی گجرات کے راستہ سے دارالخلافہ آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور جان نثار خاں کو، احسان و عنایات پہ مشتمل فرمان دیکر خانجہاں لودی افغان کے پاس بھیجا اور فرمانبردار ہونے کی دعوت دی۔ اس کو والی صوبہ دکن نے جہانگیر اور نورجہاں کے حسب الحکم، شاہجہاں کی بیخ کنی کے لئے بھیج رکھا تھا۔ (لیکن) اس نے عدست راستہ (یعنی اطاعت پذیری) کو چھوڑ کر اور نظام الملک سلطان دکن کے ساتھ ساز باز کر کے عہد پیمان کے بعد بالاگھاٹ کا تمام علاقہ اسکے سپرد کر دیا۔ اور خود برہانپور آ گیا۔ اس کے فوراً بعد دریا خاں روہیلہ، جو جہانگیر کے مرنے سے پہلے ہی شاہجہان سے الگ ہوکر نظام الملک کی مملکت میں رہ پڑا تھا، افغانی سرشت اور اتحاد طبع کی مناسبت سے خانجہان سے مل گیا۔ اور فتنہ و فساد کا سلسلہ حرکت میں لانا شروع کر دیا۔ اور جان نثار خاں کو، فرمان کے جواب میں کوئی عرضداشت دیئے بغیر واپس کر دیا۔ شاہجہان نے احمد آباد پہنچکر ناہر خاں

---

[۱] مکحول :- اصل معنی سرمہ لگایا شخص۔ مراد جس کی آنکھوں میں گرم سلائی پھرواکر اندھا کر دیا جائے۔

کو، جسکا خطاب شیر خان تھا، پنجہزاری (۵۰۰۰) ذات[1] دکئی ہزار پا سوار کا منصب اور صوبہ گجرات کی صوبیداری عنایت کی۔ اور مرزا عیسیٰ ترخان کو چار ہزاری منصب ذات، دو ہزار سوار اور صوبہ ٹھٹھہ کی گورنری دیکر روانہ کیا۔

شہریار و دیگر باغیوں کے متعلق فرمان

اور خدمت پرست خان کو آصف خان کے پاس لاہور بھیجا۔ اور خود اپنے ہاتھ سے[2] فرمان لکھا۔ کہ اسوقت بڑے فتنوں کے برپا ہو جانے کا احتمال ہے۔ اسلیئے اگر خسرو کے بیٹے داور بخش اور اسکے بھائی شہریار کو اور دانیال کے دونوں بیٹوں طہمورث اور ہوشنگ کو دشت عدم میں پہنچا دیں (ہلاک کر دیں) تو یہ امر صلاح ملکی اور رائے درست (کے ماتحت) قرین صواب ہوگا۔ اس حکم کے آجانے کے بعد بروز یکشنبہ ۲۲ جمادی الاول ۱۰۳۷ھ (تمام) خیر خواہان سلطنت کے اتفاق رائے سے دربار عام اور دربار خاص میں شاہجہان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور داور بخش کو جسے چند روز کے لیئے مصلحت کی بنا پر تخت سلطنت پر بٹھا دیا تھا۔ گرفتار کر کے کسی گوشہ میں قید کر دیا۔ اور بدھ کی شب ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۰۳۷ھ میں اُسے اُسکے بھائی گرشاسپ شہریار، اور طہمورث و ہوشنگ پسران دانیال کے ساتھ گوشہ عدم جا بٹھایا۔ (ہلاک کر دیا)

تخت نشینی

اسوقت شاہجہان کی شاہی سواری ملک رانا کے حدود میں تھی۔ سپہ سالار مہابت خان کی معیت میں کوچ پر کوچ کرتا ہوا اجمیر کے راستہ سے منزلیں طے کر کے اکبر آباد (آگرہ) کے باہر

---

[1] ذات :- یعنی اخراجات کیلئے۔

[2] دستخط :- اضافت مقلوب یعنی خط دست ۔ یہاں دستخط کے اصطلاحی معنی مراد نہیں ہیں۔

بلغ نور میں پڑاؤ ڈالا۔ اگلے روز صبح کو ہاتھی پر سوار ہو کر اس حویلی میں داخل ہوا۔ جس میں شاہزادگی کے زمانے میں رہتا تھا۔ یہاں تخت نشینی کے مقررہ وقت کے انتظار میں ٹھہرا رہا۔ ۸ ۔ جمادی الثانیہ ۱۰۳۷ھ پیر کے روز شمسی حساب سے چھتیس ۳۶ اور قمری لحاظ سے سنتیس سال دو ماہ کی عمر میں دار الخلافہ آگرہ میں تخت سلطنت پر بیٹھا۔ رسم تخت نشینی قلعہ آگرہ میں ادا ہوئی۔ حکیم رکنائی جس کا تخلص مسیح تھا یہ تاریخ تخت نشینی نکالی:۔

شعر:
بہر سال جلوس او گفتم
در جہاں باد تا جہاں باشد

۱۰۳۷ھ

ترجمہ:۔ اسکی تخت نشینی کے سال تاریخ کے لئے میں نے " در جہاں باد تا جہاں باشد " کہا۔ جس کے اعداد ۱۰۳۷ھ نکلتے ہیں۔ اور معنی یہ ہیں کہ " وہ دنیا میں رہے جب تک کہ دنیا رہے "

شاہجہان کے شاہنامہ لکھنے والے شاعر شیخ عبد المجید نے بھی دوشنبہ [1] ۲۵ جمادی الثانیہ کو یہی تاریخ نکالی۔ تخت نشینی کے بعد، نور جہاں بیگم کے بھائی آصف خاں کے نام فرمان عنایت عنوان جاری ہوا۔ جو بارگاہ میں خود اس کے حاضر ہونے اور لاہور سے شاہزادوں کو ہمراہ لانے کے مضمون پر مشتمل تھا۔ (کیونکہ، لاہور [2] میں ہی جہانگیر کا شاہی کیمپ رہتا تھا۔ اسلئے شاہزادے لاہور ہی تھے)

---

[1] بظاہر بست و دوم ہونا چاہیے۔ کیونکہ دوشنبہ کو تخت نشینی کے دن تاریخ ۸۔ جمادی الثانیہ تھی۔ [2] صحیح آور دن شاہزادہ ہا ہمراہ از لاہور کرار دو ئے الخ

فرمانبرداروں پر انعام خسروانہ خان مرحوم کے القاب ہیں یہ الفاظ لکھے گئے۔ عضد الخلافہ (بازوئے خلافت) یمین الدولہ (سلطنت کا دست راست) عموی دانا (عمّ دانشمند) آصف خاں۔ اور اسی فرمان میں یہ بھی لکھا کہ "عمامہ و موزہ جو بابرکت تخت نشینی کے دن ہم نے پہنے تھے اُس بازوئے خلافت (یعنی آپ) کے واسطے ارسال ہیں۔ جسقدر کہ ہم (فی الحال) اس چچا کے حق عنایت فرماتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ کی گنجائش (باقی) ہے۔ فی الحال منصب ہشت ہزاری ذات اور دو دو۔ تین تین گھوڑے والے سوار عنایت فرمائے ہیں اور علاوہ ازیں شہر گاہ لاہور بطور انعام کے عطا فرمائی ہے۔ اور مہابت خان (مندرجہ ذیل) عنایتوں سے سرافراز ہوا۔ خانخاناں سپہ سالار کا خطاب ملا۔ ہفت ہزاری منصب اور سات ہزار سوار دیئے گئے۔ اجمیر کا صوبہ دار بنایا گیا۔ خاص خلعت، سنہری عبا، خنجر، جڑاؤ تلوار مع علم و نقارہ تومان طوغ (تہ کی فوجی جھنڈا) اور دیگر عنایات سے سرفراز ہوا۔ اور باوجود سرکشی و نافرمانی کے خانجہاں لودی کو ہفت ہزاری منصب اور بعض دیگر عنایات فرما کر دلداری کی گئی۔ اور وہ دکن کی صوبہ داری (گورنری) پہ بحال رہا۔ اسی طرح تمام امرا حسب مراتب و ضرورت و قت مستحق لطف و کرم ہوئے۔

پہلا حکم پہلا حکم جو شاہجہان نے صادر کیا۔ رسم سجدہ (تعظیمی) کی ممانعت تھی۔ (یہ حکم دیتے ہوئے) فرمایا کہ اس تعظیم کی مستحق ذات پروردگار حقیقی ہے۔ مہابت خاں نے عرض کیا۔ کہ اگر سجدہ کے بجائے زمین بوسی کی رسم قرار پا جائے۔ تو خادم و مخدوم میں امتیاز بھی رہے گا اور رسم سجدہ بھی ختم ہو جائے گی۔ یہ درخواست منظور کر لی گئی۔ اور یہ طریقہ ٹھہر گیا۔ کہ

لوگ (شرف حضور کے وقت) دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر پشت دست (ہاتھ کے باہر کے رخ) کو بوسہ دیں۔ سیّدوں، عالموں، صوفیوں اور درویشوں (اہل اللہ) کو اس تواضع سے بھی منع کر دیا گیا۔ ملاقات کے وقت سلام کرنے اور چلتے وقت فاتحہ و دعا کا امر دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد رسم زمین بوسی بھی اٹھا دی گئی۔ چوتھا سلام (یعنی ہیئت رکوع) اس کی جگہ قرار پایا۔

مشاغل ذاتی شاہجہان صبح صادق سے ایک گھنٹہ پیشتر اٹھ کر (بادشاہ) ضروریات سے فارغ ہوتے اور وضو کر کے نفل اور فرض نماز ادا کرتے تھے۔ اکثر اوقات باوضو رہتے تھے۔ فن موسیقی میں بھی کامل مہارت تھی۔ اس کے سننے کی بڑی رغبت تھی۔ بختاور خاں خواجہ سرا مصنف تاریخ مراۃ العالم لکھتے ہیں۔ ان کی مجلس میں کئی صوفیا حالت وجد میں جان بحق ہو گئے۔

مشاغل ملکی تخت نشینی کے اس پہلے ہی سال میں امام قلی خان کے چھوٹے بھائی نذر محمد خاں والی توران نے جہانگیر کی وفات کی خبر سنکر کابل پر لشکر کشی کر دی۔ اس کے مقابلہ کے لئے مہابت خان مامور ہوا۔ طالب حکیم نے خروج کی روانگی کی تاریخ لشکر فتح سے نکالی ہے۔ مہابت خاں کے لڑکے خان زمان کو پنجہزاری منصب ملا۔ ۱۰۳۷ھ نذر محمد خاں نے قلعہ کابل کا دو تین ماہ تک محاصرہ کئے رکھا۔ مگر بے نیل و مرام واپس ہونا پڑا۔ مہابت خاں اسکی واپسی کی خبر سنتے ہی سرہند میں رک گیا۔ اور لشکر خان صوبہ دار کابل جو مہابت خاں سے پہلے روانہ ہو چکا تھا۔ مہابت خاں کا انتظار کئے بغیر کابل میں داخل ہو گیا (لشکر خاں اور مہابت خاں) دونوں کی عرضداشت

سے حقیقت کار (بادشاہ پر) آشکارا ہوئی - چونکہ کابل کے کچھ باشندوں کو تورانی لشکروں کے آنے کی وجہ سے نقصانات اٹھانے پڑے تھے اسلئے محمد زاہد قاضی شہر کی تجویز پر خزانہ کابل سے ایک لاکھ روپیہ حکم شاہی کے بموجب لٹے ہوئے لوگوں کو بطور "انعام" تقسیم کیا گیا - اسی سال (۱۰۳۷ھ) یکم ماہ رجب کو بلند اصل شہزادے (محمد دارا شکوہ، شجاع اور اورنگ زیب) جو جہانگیر کے پاس (لاہور) تھے یمین الدولہ آصف خاں و دیگر سرداران نامور کے ہمراہ، بیگمات و خدام و غلاموں اور نوکروں چاکروں سمیت لاہور سے اکبر آباد آ گئے - اور خدمت شاہی کی دولت و سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ (بادشاہ نے) بیٹوں کو آغوش میں لیا اور بوسہ دیکر ان کی پیشانیوں کو منور فرما دیا - اسکے بعد یمین الدولہ (آصف خاں) کو جس نے بادشاہ کے پاؤں پر سر رکھا تھا - اٹھایا اور اس سے بغلگیر ہوا۔

آصف خاں کا اعزاز

خاص خلعت قبائے مرصع، جڑاؤ خنجر و شمشیر مع پرتلہ جس پر جواہر ٹکے ہوئے تھے، علم و نقارہ اور تومان توغ (تر کی فوج کا علم)، اصطبل خاص کے دو گھوڑے ایک جواہر سے مرصع زین کا اور دوسرا جس کی زین پر سونے کی میناکاری تھی - خاص ہاتھی خانہ کا طلائی ساز والا ایک نر ہاتھی مع ایک ہتھنی کے (یہ سب سامان) عنایت فرما کر اسکے باعزت سر کو بلندی افتخار پر پہونچا دیا اور وکیل السلطنۃ کا عہدہ سپرد کر دیا - اور مہر اوزک (انگشتری) جو آصف خاں کی بیٹی اور بادشاہ کی بیوی اور شہزادوں کی والدہ ممتاز محل کے پاس تھی - ممتاز محل کی درخواست پر اس بازوئے سلطنت (آصف خاں) کو دیدی گئی - (مہردار بنا دیا گیا) گفتگو میں (بادشاہ اسکو) چچا کے لفظ سے خطاب کرتے تھے اور

اس کے بڑے بیٹے شائستہ خاں نے بھی، بیش قیمت خلعت، خنجر و شمشیر مرصع اور ڈیڑھ ہزار سوار، علم و نقارہ، سنہری زین والا گھوڑا اور ہاتھی کی عطا سے شرف امتیاز پایا - ۱۲ ربیع ۱۰۳۷ھ میں جشن نوروز ترتیب دیا گیا - دریا خاں روہیلہ جو بے وفائی کر کے خانجہاں لودھی سے مل گیا تھا - اس جشن میں حاضر حضور ہو کر مستحق معافی ہوا - اور چار ہزاری منصب پایا - میرزا رستم صفوی نے بہار سے آ کر آداب بجا آوری کا شرف حاصل کیا - چونکہ وہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا - اسلئے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ سالانہ لطور سرمایہ دلجمعی (پنشن) پایا - ۱۵ رمضان المبارک کو مہابت خاں دکن اور خاندیس کی صوبہ داری پر خانجہان کے بجائے مقرر ہو کر چلا گیا - اور اس کا بیٹا خان زمان، جو مالوہ کا صوبہ دار تھا - دکن کے انتظام پر مامور ہوا - اور خانجہاں لودی نے صوبہ مالوہ کی صوبہ داری پائی -

قاتل ابو الفضل کا حال اسی سال جھجار سنگھ پسر راجہ نرسنگھ دیو بندیلہ، شیخ ابو الفضل کا قاتل (انتقام کے خطرہ کے) وہم میں پڑ کر بھاگ گیا - مہابت خاں، کو اس کی سرکوبی کے لئے مقرر کر کے شاہجہان قلعہ گوالیار کے دیکھنے اور سیر و شکار کی طرف متوجہ ہوئے - جب جھجار سنگھ نے خود میں لڑنے یا بچکر بھاگ نکلنے کی طاقت نہ دیکھی تو مہابت خاں کو لکھا کہ اگر میرا قصور معاف ہو جائے تو صدق و اخلاص کے ساتھ میں سابقہ خطاؤں کی تلافی کر دونگا - (چنانچہ) مہابت خاں کی درخواست سفارش پر اس کی خطا معاف ہوئی - اور ایک ہزار اشرفی اور پندرہ لاکھ روپیہ مع چالیس ہاتھیوں کے لطور جرمانہ اس پر عاید کیا گیا - اور اس نے مہابت خان کے وسیلہ سے دربارگاہ (میں) اظہار اطاعت کا شرف حاصل کیا - اور اسی سال نظام الملک نے بالاگھاٹ

کے علاقوں سے، جو خانجہان نے اپنی کوتاہ بینی سے اسکے حوالے کر دیئے تھے۔ دست بردار ہو کر ممالک محروسہ (زیرِ نگرانی شاہ) میں شامل کر دیئے۔ اس جشن نوروزی میں ایک کروڑ اسی لاکھ روپیہ نقد اور دیگر جنس اور چار لاکھ بیگھہ زمین اور ایک سو بیس گاؤں تمام کے تمام صدقہ اور انعام میں دیئے گئے۔

احوال سالِ دوم مطابق ۱۰۳۸ھ

جشن وزن[1] قمری۔ پیر کے دن ۳۰ ربیع الاوّل ۱۰۳۸ھ میں جبکہ بادشاہ کی عمر کا انتالیسواں برس شروع ہو رہا تھا۔ منایا گیا۔ بادشاہ کو ایک بار سونے چاندی میں اور چھ بار اجناس غلّہ سے تولا گیا اور سب فقرا[2] کو تقسیم[3] کر دیا گیا۔ تین مہینہ سات دن علاقہ گوالیار میں سیر و شکار میں گذار کر (بادشاہ) اکبر آباد واپس آگئے۔ خانجہان لودھی جو مالوہ سے روانگی کے دوران میں شرف زمین بوسی حاصل کر کے جھجار سنگھ کی سرکوبی پر مامور ہوا تھا۔ اس نے دوبارہ شرف آداب بجا آوری حاصل کیا۔ اس سال ماہ رجب میں مہابت خان دہلی صوبہ داری کے عہدہ پہ سرفراز ہوا۔ اور ۲۴ رجب کو عید نوروز ہوئی جس کا جشن بدستور سابق آراستہ ہوا۔ اب ممتاز محل کا سالانہ (جیب خرچ) دس لاکھ روپیہ مقرر ہوا۔ اور شاہ عباس (بادشاہ ایران) کا ایلچی بحری بیگ

---

[1] وزن قمری:۔ سالگرہ کے دن بادشاہ کو اناج اور چاندی سونے میں تولا جاتا تھا اور یہ سامان خیرات کر دیا جاتا تھا۔ اسکو تلادان کہتے تھے [2] صحیح:۔ ارباب۔ [3] صحیح الفاظ:۔ خرچ کرنا۔ تقسیم کرنا۔

جس کو اسنے اپنی زندگی میں مبارک باد دینے کے لئے بھیجا تھا - اور (قاصد کی) روانگی کے بعد خود اس کا انتقال ہو گیا تھا - شاہجہان کی خدمت میں پہونچا - اسنے بیس ہزار روپیہ انعام پایا - مہابت خاں کے تبادلہ میں (جو دہلی کا صوبہ دار ہو گیا تھا) ارادت خاں کو دکن کی صوبہ داری عطا ہوئی اور خلعت، زردوزی قبا، مرصع تلوار دو گھوڑے اور ہاتھی - مع سنہری ساز (زین و عماری) کی بخشش سے سرفراز ہوا - اس کے تبدیل ہو جانے سے اب افسری دیوان (وزارت) افضل خاں شیرازی کو سونپ دی گئی - جو (شاہجہان کی) شہزادگی کے زمانہ میں دیوان (نائب وزیر) تھا - اس کی وزارت کا سال تاریخ یہ ہے ع

شد فلاطون وزیر اسکندر

۱۰۳۸ھ

معنی :- افلاطون سکندر کا وزیر بن گیا -

کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں یمین الدولہ آصف خاں نے دو ایسے برہمن بادشاہ کے حضور میں بھیجے - جو دس ہندی شعر ایکبار سنکر یاد کر لیتے تھے - اور اسی وزن اور مضمون کے دس شعر (اپنی طرف سے) بنا کر بیں کے بیں ترتیب وار پڑھکر سنا دیتے تھے -

خانجہان کی پھر بغاوت

خان جہان لودی، جو (اب بھی) اپنی ناشائستہ سابقہ حرکات کی بنا پر خائف رہتا تھا - اور جو مزید توہمات، پہلے خیالات پر اضافہ کر کے خدمت سے علیحدگی اختیار کر بیٹھا - بادشاہ نے اسلام خاں کو، جو معتمد اور با اقتدار شاہی امیروں میں سے تھا - اس کے پاس بھیجکر حالات (و اسباب) پوچھے، خانجہان نے اپنا خوف و ہراس بیان کرنے عرض کیا کہ اگر بادشاہ کے قلم[1] سے لکھا ہوا امان کا پروانہ ملی

[1] یعنی بخط -

جائے - اور نوکری کرنے یا علیحدہ رہنے میں مجھے اختیار دے دیا جائے - تو میرے خطرہ کا دورہ[1] ہو جانا ممکن ہے -

(چنانچہ) بادشاہ نے اپنی نیک نفسی کی بنا پر اپنے قلم سے امان نامہ بڑی عنایت پر مشتمل لکھ کر اسکے حوالے کر دیا - (مگر) اسکے باوجود وہ سست عہد افغان بدگمان ہی رہا (تا آنکہ) ایک رات بغیر اطلاع اکبر آباد سے نکل بھاگا - اور بدبختی کی راہ اختیار کی - اطلاع ہونے پر خواجہ ابوالحسن کو خان زمان اور کچھ دوسرے امرا کے ساتھ اس کا تعاقب کرنے پر مامور کیا گیا - ان میں سے چند نے جیسے کہ سید مظفر خاں، خدمت پرست خاں اور بھیلداس وغیرہ بڑی عجلت سے اسکا پیچھا کر کے دھولپور کے آس پاس اس کو جالیا اور جنگ کی - خدمت پرست خان کاری زخم کھا کر جہان آزاد (آخرت) کی طرف چلدیا (دوسری جانب سے) حسین و عظمت پسران خانجہان اس کا داماد، اور اسکے کافی بھڑسے کے آدمی مارے گئے - خانجہان اپنے بقیۃ السیف (بچے کھچے) چند ساتھیوں اور دو بیٹوں کے ساتھ بن (گھنے جنگل) میں گھس گیا - اور گوندوانہ میں داخل ہو گیا - وہاں سے برآمد ہوتا ہوا نظام الملک کی ولایت میں پہونچگیا، جو خانجہان کے ساتھ رواداری اور نرم روی برت رہا تھا - بہلول اور سکندر (افغان بھی) (کچھ تو) اپنی خطا کاری کے ڈر سے اور (کچھ) افغانیت کی ہمجنسی کی وجہ سے بھاگ کر خانجہان سے آملے (اسلئے اب بادشاہ کی طرف سے) طے ہو گیا کہ نظام الملک کی تنبیہ کے لئے دنیا کو طے کر ڈالنے والا شاہی لشکر دکن کی طرف حرکت[2] کرے - اسلام خان کو دارالخلافہ آگرہ کی حفاظت کیلئے چھوڑ کر بروز دوشنبہ ۷ رجمادی الاولیٰ کو فتح کے جھنڈے حرکت میں آگئے -

---

[1] صحیح - رفع - [2] صحیح - نہضت

ایک خط شاہ عباس مرحوم کے انتقال کی تعزیت پر اور ان کے پوتے شاہ صفی کی تخت نشینی کی مبارکباد پر مشتمل، میر بیرکہ کے بدست شاہ عباس کے ایلچی ایجری بیگ کے ہمراہ جنہیں اب واپسی کی اجازت مل چکی تھی۔ روانہ فرمایا۔ اسی زمانہ میں بادشاہ کی عمر کے انتالیسویں سال کے ختم اور چالیسویں سال کے شروع ہونے پر جشن وزن قمری ترتیب دیا گیا۔

تیسرے سال کے حالات مطابق ۱۰۳۹ھ

۶ رشعبان[1] ۱۰۳۹ھ کو جشن نوروز کا دن تھا۔ نواب ممتاز محل کا سالانہ رجیب خرچ بارہ لاکھ مقرر ہوا۔ ممتاز محل بادشاہ کی بیوی اور آصف خاں کی لڑکی ہے۔ دوسرے امرا بھی اضافہ منصب کے ساتھ سربلند ہوئے۔

نظام الملک و خانجہان کی سرکوبی کیلئے روانگی

(اب بادشاہ نے) خانجہان لودی کی گوشمالی اور نظام الملک کی پامالی کے لیے خاندیس کی طرف کوچ کیا۔ اس علاقہ میں پہنچکر فوج کے تین حصے تین سرداروں کی سرکردگی میں مقرر کیے گئے۔ اوّل ارادت خاں مدار المہام صوبہ دکن۔ دوم راجہ گج سنگھ سوم۔ آصف خاں، شائستہ خاں کا بڑا بیٹا۔ ارادت خاں کو اعظم ثانی کا خطاب مرحمت ہوا۔ اور شائستہ خاں۔ گج سنگھ اور دوسرے امرا کو حکم دیا گیا کہ اعظم خاں (یعنی ارادت خاں) کی رائے کے خلاف نہ کریں۔ ۲۶ ررجب کو شہر برہانپور (بادشاہ کے) ظفر نشان جھنڈوں کا مرکز بن گیا۔ اور دریا روہیلہ نے باوجود ان تمام عنایات اور خطا کاریوں

---

[1] صحیح۔ شعبان

سے معافی ملجانے کے ناشکر گذاری کی - اور بعد میں یہاں سے بھاگ کر خانجہان لودی سے جا ملا - (پھر) چونکہ ارادت خاں اور شائستہ خان میں نہیں بنتی تھی - (اسلئے) شائستہ خان کو حضور شاہی میں طلب کر لیا - اور اس کی فوج کی سرکردگی کے لئے عبداللہ خان بہادر کو روانہ کر دیا - اسی دوران میں اعظم خان کی خانجہان سے جھڑپ ہو گئی - (بالآخر) خانجہان لڑائی سے بھاگا - اور (اپنی) کافی جماعت کٹوا دی - اسکے تعاقب و تلاش کے دوران میں اتفاقاً اعظم خان کا بیٹا[1] ملتفت خان پچھلے دستہ کے ساتھ قلب (درمیانی فوج) سے دو کوس کے فاصلہ پر (پیچھے) رہ گیا - خانجہان بہلول اور مقرب خان نے ان کو آ لیا - اور غافل پا کر بھڑ گئے - (اس لڑائی میں) کافی مغلوں اور راجپوتوں نے جان دی - انہی دنوں ناشکر گذار جادو رائے جو (اپنے) بیٹوں اور دوسرے خاندان والوں سمیت (حالانکہ وہ) چوبیس ہزاری) ذات اور پندرہ ہزار سوار کا منصب رکھتا تھا - اپنے تمام اقربا اور لڑکوں کے ساتھ بھاگ کر نظام الملک کے پاس چلا گیا - اور اس (نظام الملک) نے غداری کو اس بدبخت کی حقیقت (ذات) کا خاصہ سمجھ کر اسے قید کر لینا چاہا - (لیکن) اس خونی نے ہاتھ پاؤں مارنے ریچنے کی کوشش کی، اور دو بیٹوں اور ایک پوتے کے ساتھ مارا گیا - (اب) اسکے بقیہ رشتہ داروں نے اسی درگاہ (شاہجہانی) کی پناہ لی اور اعظم خان کی سفارش پر حسب حیثیت منصب حاصل کر لئے - اور ایک لاکھ تیس ہزار روپیہ مدد معاش کے طور پہ ان کو عنایت کیا گیا -

---

[1] صحیح دلا - سے۔ صحیح دو -

کمال الدین روہیلہ کی بغاوت

اسی اثنا میں کمال الدین روہیلہ جو عہد جہانگیری میں شیر خاں کا خطاب رکھتا تھا - خانجہاں کے لکھنے پر پشاور میں آمادہ بغاوت ہو گیا - اور سعید خان کے ہاتھوں مع اپنے ساتھیوں کے اپنی سزا کو پہونچا - (یعنی مارا گیا) برسات کے بعد یمین الدولہ آصف خان جس کی امیری تمام معاملوں میں تمام لوگوں کو مسلم تھی - بالا گھاٹ کے تمام لشکروں کی سالاری سے سرفراز ہوا - ۹ ربیع الثانی کو (بادشاہ کی عمر کے) چالیسویں سال کے ختم اور اکتالیسویں سال کے شروع ہونے کی تقریب میں جشن وزن قمری[1] منایا گیا -

اعظم خاں کی کامیاب جنگ

جب مقرب خاں اور بہلول نے جالنا پور سے پاتھری کی طرف رخ کیا تو اعظم خان نے ان کے بھاگنے کی اطلاع پا کر ان کا تعاقب کیا - خانجہاں بھاگانوں میں ان دونوں مقرب - بہلول کا منتظر تھا - کہ ناگاہ لشکر بادشاہی پہونچگیا - خانجہان راہ فرار[2] بند دیکھکر (مجبوراً) جنگ کے لئے ڈٹ گیا - بہادر خاں روہیلہ نے داد شجاعت دی اور تیر کا زخم کھایا - اور ہرداس جھالا نے بھی مردانہ مقابلے کر کے اپنی جان گنوائی - اسوقت اعظم خان آپہنچا اور جنگ کا بازار گرم ہو گیا - خانجہان اپنے اوپر میدان تنگ پا کر (گھبرا کر) بھاگا - اسی وقت بندوق کی گولی خانجہان کے بھتیجے[3] بہادر کے لگی - وہ میدان میں ہی بیٹھ رہا - راجہ پہاڑ سنگھ کے سپاہیوں میں سے پرسرام نامی اُسے جا لپٹا - بہادر نے جوش دلاوری میں کٹار (چھوٹی تلوار) پرسرام کے ماری - پرسرام نے بھی کٹار کے

---

[1] نذری [2] فرار [3] صحیح در چیغتشہا ہے - [3] صحیح برادر زادہ -

حلق میں گھونپ دی اور دوسری دنیا کو چلتا کر دیا۔ خانجہاں پہاڑوں میں گھس گیا اور شاہی امرائے سلطنت اسکے تعاقب میں گھوم[۱] گھام کے واپس آ گئے۔ اعظم خاں نے ایک جگہ فوج کے دم لینے کے لئے کچھ دیر قیام کیا۔ اور حقیقت حال بادشاہ کو لکھی۔ بادشاہ نے اس کے صلہ میں گھوڑا، ہاتھی، خلعت اور تلوار روانہ کی۔ جب خانجہاں نے دولت آباد کا ارادہ کر لیا[۲] تو خان اعظم وہاں سے کوچ کر کے واپس آ گیا۔ (کیونکہ) بوجہ قحط کے جو دولت آباد کے اطراف میں سنا تھا[۳] وہاں جانا مناسب نہ سمجھا۔ (بلکہ) بہلول اور مقرب خان کی جڑیں اکھاڑنے کے لئے دہارور کی طرف چلدیا۔ اسی دوران میں ساہوجی[۴] بھوسلہ جو نظام الملک کی ہندو فوج کا سالار تھا۔ لشکر شاہی سے آملا[۵] اور پنجہزاری منصب سے سرفراز ہوا۔ اسکے دوسرے رشتہ داروں نے بھی حسب قابلیت منصب حاصل کئے۔ اور سید مظفر سہ[۶] ہزاری ذات کی ترقی پا کر پنجہزاری منصب پر فائز ہوا۔ اور میر جملہ بھی اتنے ہی اضافہ سے چار ہزاری ہو گیا۔ اور قلعہ منصور[۷] گڑھ باقر خان صوبیدار اوڑیسہ کی کوشش سے فتح ہو گیا۔

چوتھے سال کے حالات مطابق سنہ ۱۰۴۱ھ

خانجہاں کا انجام

جب خانجہاں کی نحوست سے نظام الملک کی مملکت (بھی) مصیبتوں میں روندی گئی۔ اور نظام الملک کا خیال پورا نہ ہوا۔ تو خانجہاں کو نظام الملک کی دوستی پر اعتماد نہ رہا۔ ڈرا کہ

---

۱ صحیح ہے پیردہ ۲ صحیح ارادۂ دولت آباد نمود۔ ۳ صحیح شنیدہ بود رفتن ۴ صحیح پشکر
۵ صحیح عذر ہے ۶ صحیح قلعہ منصور گڈھ۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنی مصلحت کے لئے مجھ سے دھوکا[1] کر جائے - اس لئے اس نے مالوہ کا رخ کیا - اور عبد اللہ خان بہادر نے جو بالا گھاٹ میں تھا، اس کا پیچھا کیا (ادھر) حضور شاہی سے سید مظفر خاں بارھہ اور ایک اور جماعت روانہ ہو کر لودی کی مہم کا خاتمہ کرنے کے لئے اس (عبد اللہ خان) سے آملی - سرونج پہنچکر پتہ چلا کہ (وہ) مستحقین[2] قہر الٰہی اطراف شہر سے خالص سرکاری ہاتھیوں میں سے پچاس ہاتھی (چھین) لے گئے ہیں - اور خواجہ عبد الہادی پسر صفدر خاں نے جو وہاں باپ کا نائب تھا، شہر کی حفاظت کر کے وہاں کے باشندوں کو ان کے شر و فساد سے بچایا (غرض) خانجہاں سرونج سے دائیں سمت کو نکلتا ہوا بوندیلوں کے ملک میں گھس گیا - اور پھر کالپی سے سر ابھارا -

بکرماجیت کی خانجہاں سے جنگ

بکرماجیت پسر جھجھار سنگھ ان ذلیلوں[3] کے تعاقب میں نکلا - اور (جوں توں کر کے) دریا[4] روھیلہ کے پاس، جو خانجہاں کے پچھلے دستہ پر تھا - جا پہنچا - دریا نے اس پر بے باکانہ حملہ کیا اور رستمانہ (بہادرانہ) لڑائی لڑتے ہوئے خوب حملے کئے - اس کے ساتھیوں نے بھی سر کی بازی لگا کر دیوانوں کی طرح میدان جنگ کو گرما دیا - چار سو افغان اور دو سو بوندیلے اس لڑائی میں دوسری دنیا کو سدھارے - اسی مار دھاڑ کے دوران میں بندوق کی گولی لگ کر دریا کا کام تمام ہو گیا - بوندیلہ فوج دریا کو خانجہاں سمجھ کر اس پر ٹوٹ پڑی -

---

۱ صحیح :- تلہ منصور گڈھ۔ ۲ مقاہیر :- جمع مقہور :- مستحق غضب ۳ مخاذیل :- جمع مخذول :- ذلیل ۴ صحیح دریا -

اور خانجہان موقع پاکر بھاگ نکلا۔ اور جان بچا لے گیا۔ اس بہادرانہ جنگ کے صلہ میں، بکرماجیت بوندیلہ کو جگراج کا خطاب، اور ہزاری ذات اور ہزار سوار کا اضافہ ہو کر دوہزاری ذات دوہزار سوار کا منصب مل گیا اس سال کے اہم واقعات میں سے اعظم خان کی سعی سے قلعہ دھارور کا فتح ہونا اور نظام الملک کی نانی ملک بدن کے چچا سمن کے سارے کنبہ، بھائی اور قلعہ دار کا قبضہ میں آجانا ہے۔ (یہ سب لوگ) اسی قلعہ میں تھے۔ اور اعظم خان نے اسی خدمت کے صلہ میں ہزاری ذات نہ سوار کے اضافہ سے ششش ہزاری ذات، اور چھ ہزار سوار کا منصب پایا۔ اور اس لشکر کے دوسرے ملازمین پر بھی ان کے اپنے اپنے مرتبوں کے مطابق الطافات شاہی ہوئے۔ اور قلعہ کا نام فتح آباد رکھا گیا۔ جب خانجہان نے دریا کے مارے جانے پر راہ فرار اختیار کی۔ تو شاہی ارکان سلطنت نے اس کا پیچھا کیا۔ وہ دن دن میں بہت دور نکل گیا۔ اگلے روز صبح کو راستے کی تھکن کی وجہ سے ذرا دیر سے روانہ ہوا۔ اور زخمیوں اور سست رفتار لوگوں کو پہلے سے روانہ کر دیا۔ (ادھر سے) سید مظفر بارھہ تمام ہراول فوج سے آگے نکل کر خانجہان لودی کے پاس جا پہنچا۔ اس نے بھی چھ ہزار بہادر جوانوں کے ساتھ پلٹ کر مقابلہ کیا۔ ایسی لڑائی لڑا کہ رستم و افراسیاب کے کارناموں کو (گویا) آب شمشیر سے دھو ڈالا۔ اس کے اکثر ساتھیوں نے موت کا شربت پی لیا۔ اور تھوڑے سے زخمی معرکہ سے نکل کر چل پڑے۔ بادشاہی فوج کی جانب سے ایک خان عالم کے داماد نے اور دوسرے رائیال کے پوتے درگا نے بہت کچھ کوششیں اور قتل و قتال کرنے کے بعد جان دی۔

سلہ صحیح ششش ہزاری۔ ذات و ششش ہزار سوار

اور صفدر خاں وصیلہ جو لودھی کی پشت پناہی کا بڑا ذریعہ تھا۔ خانجہان کے دونوں بیٹوں اور (اپنے) اکثر رفیقوں کے ساتھ (نقد جان ہرا بیٹھا (مارا گیا) خانجہان یہ حالت دیکھتے ہی پھر بھاگ نکلا۔ اور اسکے اکثر ہاتھی مع زاید سامان کے راستہ میں چھوٹ گئے۔ اسی بھاگم بھاگ میں اس کا گذر کالنجر کی طرف ہوا۔ وہاں کا حاکم نیاز خاں خبر پاتے ہی اس کی سرکوبی کیلئے نکلا۔ یہاں بھی (خانجہان نے) صف جنگ آراستہ کر کے رندانہ لڑائی لڑی۔ اور اس کا بیٹا حسن خان گرفتار ہو گیا۔ بدرجہ مجبوری طبل وعلم اور دوسرا سامان دولت اور جاہ وجلال چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ اور بیس کوس تک گھوڑے کی باگ نہ روکی۔ شام کو ایک تالاب پر پڑاؤ کیا۔ اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب یہاں سے آگے چلنے کا ارادہ وطاقت مجھ میں نہیں ہے۔ قضا اپنا کام کر چکی ہے۔ عمر خاتمہ پہ آگئی۔ اب تمہاری امداد و اعانت بیکار ہے۔ میری آگ میں تم اپنے آپ کو نہ جلاؤ۔ ابھی فوج (شاہی) پیچھے سے آنے والی ہے۔ تمہیں میں (بخوشی) اجازت دیتا ہوں کہ جب تک موقع ہے اپنی اپنی راہ اختیار کرو۔ آخر بذریعہ تیغ ہلاکت بھی تو ہم ایک دوسرے سے جدا ہونگے ہی تو بہتر یہ ہے ابھی جدا ہو جاؤ (یہ سنکر) جن لوگوں کو زندگی پیاری تھی۔ انہوں نے جدائی اختیار کر لی۔ (مگر پھر بھی) ایک وفا سرشت جماعت نے موت کے لئے آمادہ ہو کر جان سے ہاتھ دھو لئے۔ جب سید مظفر آپہنچا اور غبار فوج نمودار ہوا تو خانجہان لودی اپنے بیٹے عزیز خاں کے ساتھ نہایت ثابت قدمی داستقلال کے ساتھ مقابلہ کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔ بچے کھچے ساتھیوں کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے ارادہ سے دشمن کی فوج کا استقبال کیا[1]۔ اور ان میں سے ہر ایک

---

[1] صحیح۔ نمودہ۔

نے جو کہ شجاعت کی آگ کا انگارا معلوم ہوتا تھا۔ دشمن کے ساتھ (سخت) بھڑ بیٹھ کر کے اپنا نام و نشان روشن کر لیا۔ خانجہان، میدان جنگ دشمن کے حق میں دیکھ کر گھوڑے سے اتر پڑا۔ تو دشمنوں نے اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ (مگر) جب تک تیر و کمان پر قابو رہا اس نے دشمن سے برابر کشمکش جاری رکھی۔ اس کے بعد بھی جب تک ہاتھ پاؤں[1] میں دم رہا مخالف پر حملہ کرنے سے نہ چوکا۔ یہانتک اس کا بدن ریزہ ریزہ[2] اور اسکے بیٹے عزیز خاں اور (رفیق) رائے بل کا سر تیز تلوار کے ذریعہ بدن سے جدا ہو گیا۔ جب خانجہان کا کام تمام ہو گیا۔ تو عبداللہ خان فیروز جنگ بھی، جو لشکر شاہی کا رئیس اور تلیب (کے دستہ کا امیر) تھا، پیچھے سے آپہنچا اور تینوں مذکورہ بالا شخصوں کے سر بادشاہ کے حضور میں بھیجدیئے۔ اس خدمت کے صلہ میں عبداللہ خاں ہزاری ہزار سوار کے اضافہ[3] سے شش ہزاری شش ہزار سوار (کے منصب) اور فیروز جنگ کے خطاب سے شاہانہ عنایات کا مرکز بنا۔ اور سید مظفر خاں (ہزاری ذات و) ہزار سوار اضافہ سے پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار کے منصب اور خانجہانی کے خطاب سے سرفراز ہوا۔

طالب حکیم (شاعر) نے خانجہان لودی[4] جس کا اصلی نام پیرا تھا۔ اور اس کے معتمد رفیق دریا روہیلہ کے قتل کے بارے میں یہ رباعی کہی اور عمدہ صلہ پایا۔ رباعی

یہ فتح کی خوشخبری یکے بعد دیگرے بہت خوب تھی (واہ واہ!) یہ دوہرا لطف کیا مسرت افزا تھا۔ دریا کے چلنے (مارے جانے) میں پیرا (خانجہان)

---

[1] صحیح دست و پا [2] صحیح از جملہ بدن [3] صحیح باضافہ ہزاری و ہزار الخ [4] صحیح خانجہان لودی کہ پیرا نام داشت۔

کا سر بھی چلا گیا۔ گویا اس کا سر اسی دریا کا بلبلہ تھا۔

دکن میں قحط اور بادشاہ کی عطا

اس سال ملک دکن، گجرات اور ان حدود میں بارش بالکل نہ ہوئی (حتیٰ کہ) ایک بوند نہ برسی (جس سے) بڑا قحط رونما ہو گیا۔ بادشاہ نے ستر لاکھ روپیہ گرانی کے مارے ہوئے لوگوں کو عطا فرمایا۔ اور اسی کروڑ دم (ایک سکہ ہے) خالص شاہی جاگیرات کا محصول جو ممالک محروسہ کی کل آمدنی کا گیارہواں حصہ بیٹھتا ہے۔ معاف کر دیا گیا۔

سفیر ایران کی آمد

۷ ارشعبان کو محمد علی بیگ سفیر ایران جو تہنیت پر مشتمل خط شاہ ایران کی طرف سے لایا تھا۔ برہان پور میں شرف حضور سے مشرف ہوا۔ اور شاہ ایران کے تحفے پیش کیے۔ (جن کی) قیمت تین لاکھ روپیہ تھی۔ اور جو نذر اپنی طرف سے اس نے پیش کی۔ وہ پچاس ہزار مالیت کی تھی۔ اور سفیر مذکور کو آمد کے دن سے رخصت ہونے کے دن تک تین لاکھ سولہ ہزار روپیہ نقد اور تقریباً ایک لاکھ روپیہ کی جنس (یعنی مختلف سامان) مرحمت ہوا۔

نظام الملک کا انجام

اعظم خاں نے نظام الملکی اور عادل خانی فوجوں کا پیچھا کرنے اور قلعہ پرینڈہ[1] کی فتح کے لئے بڑی جانفشانیاں کیں۔ اور اسی کی درخواست سفارش کے موافق، نظام الملک کے ترک غلام مقرب خاں کو جو اسکے لشکر کا کمانڈر اور معتمد مشیر تھا۔ اور اپنے ولی نعمتوں کے نامناسب سلوک سے برگشتہ ہو کر شاہجہانی اطاعت کا پختہ ارادہ کر چکا تھا۔ پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار کے منصب

---

[1] صحیح قلعہ پرینده۔

سے خوشدل بنا لیا گیا۔ اور وہ اس آستانہ (شاہی) پر پہنچکر گوناگون الطاف شاہی کا مستحق ٹھہرا۔

اسی سال ملک عنبر کا بڑا بیٹا فتح خاں سپہ سالار نظام الملک جو قید تھا۔ نظام الملک کے حکم سے رہا ہوا۔ (لیکن) وہ چونکہ یہ سمجھتا تھا۔ کہ جہاں نظام الملک کا دل مطمئن ہوا۔ پھر اُسے قید کر دے گا۔ (اسلئے) خود بوقت کہ کے جس طرح کہ اس کا باپ (پہلے) نظام الملک کو نظر بند رکھتا تھا۔ اسی طرز پر اس نے اُسے مقید کر کے حقیقت حال سے (درگاہ شاہی) میں اطلاع دی۔ شاہجہان کو ایک نوکر کی یہ حرکت اپنے ولی نعمت کے بارے میں پسند نہ آئی۔ حکم دیا۔ کہ اس کو چھوڑ دے۔ فتح خاں نے اس حکم کا پتہ چلاکر فرمان آنے سے پہلے ہی نظام الملک کو دم گھونٹ کر مار دیا۔ اور مشہور کر دیا۔ کہ اپنی موت مر گیا ہے۔ اور اسکے دس سال کے لڑکے حسین نامی اس کی جگہ تخت نشین کر دیا۔

دیگر فتح (اُدھر) نصیری خاں کی سعی سے اسی سال قلعہ قندھار جو تلنگانہ کے مشہور قلعوں میں سے ہے فتح ہو گیا۔

ممتاز محل کی وفات نواب ممتاز محل نے جس کا اصلی نام ارجمند بانو بیگم تھا۔ اور یمین الدولہ آصف خاں کی بیٹی اور بادشاہ کی بیوی تھی۔ (اسی سال) انتقال کیا۔ اور باغ زین آباد (برہانپور) میں بطور امانت دفن کر دی گئیں۔ کچھ دن بعد شاہ شجاع، وزیر خاں اور ستی خانم کے ساتھ جاکر اس کی نعش کو دارالخلافہ آگرہ میں لایا۔ اور حسب الحکم دریائے جمنا کے کنارے سپرد خاک کر دیا۔ اور اس پر بہت بلند مقبرہ (تاج محل) تعمیر کرایا۔ بیدل خان نے اس کی تاریخ وفات یہ نکالی ہے ع

جائے ممتاز محل جنت باد،

۱۰۴۰ھ

یعنی :- خدا کرے ممتاز محل کا مقام جنت ہو۔

(اس صدمہ میں) بادشاہ نے دو سال تک تمام لذتوں سے خصوصاً ساز و نغمہ سننے، جواہر سے مزین ہونے اور بیش قیمت کپڑے پہننے سے پرہیز رکھا۔ (مرحومہ کی) ۳۸ سال دو ماہ عمر ہوئی۔ (جمیں سے) انیس سال ایک ماہ آٹھ دن شاہی حرم اقبال کی بیگم رہیں۔ چودہ بچے ہوئے۔ آٹھ لڑکے اور چھ لڑکیاں۔ اگرچہ مرزا مظفر حسین صفوی کی لڑکی[1]، جو قندھاری محل کے نام سے موسوم تھیں۔ اور شاہنواز خان پسر خانخانان عبدالرحیم کی لڑکی، یہ دونوں[2] شاہ موصوف کے عقد نکاح میں تھیں۔ لیکن اتحاد[3] اور خصوصیت میں کوئی بھی ممتاز محل کے مرتبہ کو نہ پہنچی۔

مرحومہ کا ترکہ نقد و جنس سب ملا کر ایک کروڑ روپیہ سے اوپر تھا جسمیں سے آدھا بڑی لڑکی جہاں آرا بیگم عرف بیگم صاحبہ کو مرحمت ہوا اور آدھا بقیہ اولاد پر تقسیم کیا گیا۔ اور چار لاکھ روپیہ سالانہ بیگم صاحبہ (کے جیب خرچ) کے لئے اضافہ ہوا۔ اسی دوران میں بادشاہ کی عمر کے اکتالیسویں[4] سال کے اختتام اور بیالیسویں سال کی ابتداء کی تقریب میں جشن وزن قمری منایا گیا۔

پانچویں سال کے حالات مطابق

سنہ ۱۰۴۱ھ

(اس سال میں بھی) جشن وزن شمسی (بھی) ترتیب دیا گیا کیونکہ شمسی و قمری

---

[1] صحیح اگرچہ دختر میرزا الخ [2] صحیح ہر دو [3] صحیح در اتحاد و اختصاص

[4] صحیح انتہائے سال چہل و یکم و ابتدائے سال چہل و دوم۔

حساب کے مطابق ہر سال کے شروع پہ بادشاہوں کو (چاندی) سونے[1] اور اجناس میں تولنے کا معمول تھا۔ اور شمسی حساب سے بادشاہ کی عمر کے چالیس سال پورے اور اکتالیسواں شروع ہو چکا تھا۔

اسی سال) جب فتح خاں پسر ملک عنبر نے نذرانہ بھیجنے میں دیر لگائی۔ تو بادشاہ نے وزیر خاں کو دس ہزار سوار دیکر قلعہ دولت آباد کے فتح کرنے پہ مامور[2] کر کے روانہ کیا۔ اس (فتح خاں) کے (متصل) نمائندہ نے فوج کی روانگی کے لیے آ کر) عرض کی کہ فتح خاں نے اپنے بیٹے کو نذرانہ (کی رقم) دیکر درگاہ والا کی طرف روانہ کر دیا ہے۔ اور وہ عنقریب پہنچنے والا ہے۔ (اس پہ) وزیر خاں کو فرمان گیا کہ جہاں تک پہنچے ہو وہیں سے لوٹ آؤ۔ اور فتح خاں کے لڑکے عبدالرسول نے نذرانہ کا بیس لاکھ پیش کر دیا۔

قلعہ بیجاپور پہ حملہ کا بیان

اسی سال یمین الدولہ آصف خان، محمد عادل شاہ والی بیجاپور کو راہ راست پہ لانے کے لئے فوج عظیم کے ساتھ مامور ہوا۔ (یہ حکم ہوا) کہ اگر عادل شاہ اطاعت قبول کر کے قلعہ پہ بندہ مقررہ ٹیکس (خراج) کے ساتھ حوالہ کر دے۔ تو یمین الدولہ اسی پر بس کر کے واپس آ جائے۔ ورنہ اس کو مناسب سزا دے اور اعظم خان، اسید مظفر خانجہان۔ گج سنگھ، خان زمان، عبداللہ خان بہادر ظفر جنگ، خواجہ ابوالحسن اور دوسرے بہت سے قابل اعتماد امرا اس امیر کبیر (آصفخان) کی ہمراہی کے لیے نامزد ہوئے۔

مہرا وزک کی واپسی

تاریخ حال سے مہرا وزک جو یمین الدولہ کے پاس رہتی تھی۔ بادشاہ کی سب سے بڑی بیٹی (آصف خاں کی نواسی) بیگم صاحبہ کو سونپ

---

[1] صحیح بہ زر و اجناس [2] صحیح مامور

دی گئی -

(غرض) آصف خاں نے بیجاپور کی طرف کوچ کیا - سب سے پہلے قلعہ پالکی کا محاصرہ کیا اور یہ طے پایا کہ رات کی تاریکی میں حملہ کریں گے ، اہل قلعہ نے خوف کے مارے ابتدائی شب میں ہی تاریکی کے پردہ میں فوج کا جو کچھ سامان بدبختی تھا - تیر کر دیا - (کہیں اٹھالے گئے -) اور بیچارے باشندے اور رعایا رہ گئے - بہر حال[۱] سید خانجہان سب سے آگے بڑھ کر (کنارے سے چڑھ کر) قلعہ میں کود پڑا - اور دروازہ کھولنے کے بعد قلعہ کے اندر جو لکڑی کا تخت[۲] تھا اس پر بیٹھ گیا - اتفاقاً اس تخت کے نیچے باروت کے ڈبے (بم) تھے - جنگ و قتال میں آتش باری سے ایک شرارہ ایسا آکر ان ڈبوں میں لگا - کہ سب میں (ایک دم) آگ لگ گئی - اور ان کے زور سے یہ تخت بادل کی طرح آسمان پر چڑھا چلا گیا - اور فضا سے زمین خاکی[۳] پر لوٹتے وقت ، خدا کی حفاظت نے ہی سید مذکور کو بچایا - کہ وہ تخت ایک کھلیان کے ڈھیر[۵] پر آکر گرا ، اگرچہ سید کے ہاتھ ، چہرہ اور بال تو جل گئے - مگر سید خانجہان کی جان ، زمین و آسمان کے محافظ (حقیقی) کی حفاظت میں ہلاکت سے محفوظ و مامون رہی - اسکے بعد جب قلعہ بیجاپور میں پہنچا تو عادل شاہیوں نے اپنے اندر میدان[۴] میں لڑنے کی طاقت نہ پاکر قلعہ گیر ہو کر بچاؤ کیا - کبھی کبھی باہر نکل کر بھی جنگ کرتے تھے ، آخر کار مہنگائی (غلہ کی کمی بوجہ قحط) قلعہ میں بھی اور لشکر شاہی میں بھی زور پکڑ گئی - لشکر شاہی میں قلعہ سے بھی زیادہ تھی - بیجاپوری (سپاہ و امرا) تنگ آکر صلح کے خواہاں ہوئے مصطفےٰ خاں خیریت خاں حبشی کے ہمراہ قلعہ سے آصف خاں کے پاس آیا - اور یہ طے ہوا کہ

---

۱ صحیح اما سید خانجہان ۲ صحیح ، تخت چوبین بود - روئے آں الخ ۳ عبرا - غبار آلود صفت ارض ۴ صحیح میدان ۵ صحیح خرمن گاہے -

کہ عادل شاہ چالیس لاکھ روپیہ، جواہرات، مرصع آلات اور ہاتھی درگاہ شاہی میں بھیجکر اطاعت کے راستہ سے قدم نہ ہٹائے، اس کے بعد کہ عہد نامہ لکھا جا چکا۔ اور عادل شاہ کی مہر لگوانے کیلئے شاہی سپاہیوں میں سے ایک کے ہمراہ قلعہ کے اندر لیکر گئے۔ تو (اہل قلعہ نے) شاہی لشکر کے قحط زدہ ہونے کے حالات معلوم کر کے انکار کر دیا۔ گئے ہوئے شخص نے لوٹ کر انکار کی وجہ ظاہر کر دی (اسکے بعد) آصف خاں نے جانوروں اور انسانوں کی تنگ حالی کی وجہ سے محاصرہ ترک کر دیا۔ اور بیجاپور کے شہر و قصبات کو لوٹنے اور لٹوانے میں مصروف ہو گیا۔ جس سے لشکر کے لئے سامان عیش و راحت جیسا کہ چاہئے تھا۔ حاصل ہو گیا۔ ہر شہر و قصبہ سے بہت سامال سرکاری ضبطی میں بھی آیا، موسم برسات کے آغاز تک (یہاں) یہی شور با اور پیالہ تھا۔ (لوٹ مار جاری رہی) جب برسات قریب آگئی تو یمین الدولہ بہت سے مال غنیمت یعنی ہاتھی، گھوڑے، زر اور زیور سے لدے ہوئے اونٹ اسباب اور بہت سے کپڑے وغیرہ لیکر خاندیس واپس چلا گیا۔ اسی سال ۲ ماہ رمضان کو شاہی سواری برہانپور سے حرکت میں آئی اور (بادشاہ) آگرہ لوٹ گئے۔ اور اعظم خان صوبہ دار دکن کے بیٹے ملتفت خان کو باپ کا قائم مقام بنا کر برہانپور میں چھوڑ دیا۔ اور اعظم خان دکن کی صوبہ داری سے تبدیل ہوا اور مہابت خاں اس کی جگہ مقرر ہوا۔ اور یمین الدولہ آصف خاں کو حکم ہوا کہ اعظم خان اور دیگر امرا کے ساتھ دربار میں حاضر ہوا۔ (چنانچہ) آصف خاں نے دکن سے آکر شرف حضور ی حاصل کیا۔

ملتفت صحیح عشرت ۔ سلہ نسخہ اصل میں بھی کالنہ ہے ۔ مگر بظاہر یہ مقام جالنہ ہے ۔

متفرق احوال سال رواں

اسی اثنا میں، نذر محمد خاں والی بلخ کا ایلچی، حاجی وقاص دربار میں پہنچا اور گھوڑے، اونٹ اور بلخ کے دوسرے سامان جو پندرہ ہزار روپیہ کے تھے - بطور نذر پیش کئے - جب ممتاز محل کے انتقال کو پورا ایک سال گذر گیا - تو بادشاہ نے) (سالانہ) عرس کی مجلس آراستہ کی ایک لاکھ روپیہ نیک لوگوں اور پاکدامن شریف (حاجتمند) بیبیوں کو تقسیم کیا - اور اسی سال ہوگلی (کلکتہ) کی بندرگاہ، سخت لڑائی کے بعد پرتگیزیوں سے، جو باغی ہو گئے تھے - قاسم خان صوبہ دار بنگالہ کے ہاتھوں واپس ملی - اور اس قوم کے مرد و عورت سب ملاکر چار ہزار چار سو آدمی اسیر ہو گئے اسی زمانہ میں بیالیسویں سال کے ختم اور تینتالیسویں سال کے آغاز پر (سالگرہ کا) جشن وزن قمری منایا گیا - (اسی سال، قلعہ کالنہ دکن فتح ہوا - اور جب قاسم خان اس فتح (بندرگاہ ہگلی) کے بعد مرگیا تو اسکی جگہ اعظم خاں بنگال کا گورنر مقرر ہوا - حاجی محمد جان متخلص بہ قدسی اپنے وطن شہر مقدس سے آگرہ سعادت اندوز خدمت (شاہی) ہوا - اور جو بادشاہ کی تعریف میں جو قصیدہ اس نے کہا تھا - بارگاہ میں سنایا، دو ہزار روپیہ اور خلعت کا انعام پایا - اسی سال میں ایک روز بادشاہ کی محفل میں سکندر کا ذکر ہونے لگا - یمین الدولہ نے کہا کہ آجتک کسی نے بھی سکندر کی باتوں پر اعتراض کی انگلی نہیں رکھی - (یہ سنکر) بادشاہ نے فرمایا - اگر سکندر کی نبوت پایۂ ثبوت کو پہونچگئی ہے تب کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں ورنہ ہمارے اس پر دو اعتراض ہیں اول یہ کہ ایسے با اقتدار اور عقلمند بادشاہ کو نوشابہ کے پاس سفیر بن کر جانا کیا زیب دیتا تھا - دوسرے، دادا کے قاصد کے جواب میں، باپ کو مرغی کہنا جیسا کہ شیخ نظامی گنجوی نے اس کا اظہار کیا ہے ع شد آں مرغ کو بیضہ زریں نہاد - یعنی وہ مرغی اب جاتی رہی جو سونے کے انڈے

دیا کرتی تھی - بھلا کیا بات ہوئی - اور (ایسا کہنا) بادشاہوں کی شان کے مناسب کہاں ہو سکتا ہے -

چھٹے سال کے حالات مطابق ۱۰۴۲ھ

صوبہ مالوہ کے مضافات میں سے قلعہ گھاٹا کھیڑی، نصیری خاں کی حسن سعی سے اس سال فتح ہوا - اور اکتالیسویں سال کے ختم اور بیالیسویں سال کے شروع پر جشن (سالگرہ) وزن شمسی مرتب ہوا - اور اسی سال میں شاہزادہ داراشکوہ کی شادی نادرہ بانو بیگم سے ہوئی - یہ جہاں آرا بیگم کی بیٹی تھی - اور جہاں آرا بیگم سلطان مراد کی لڑکی اور سلطان پرویز کی بیوی تھی - میرزا ابو طالب کلیم نے اس کی تاریخ[1] یہ نکالی ہے - ع

قران کردہ سعدین برج جلال - یعنی برج جلال و بزرگی کے دو نیک ستارے یکجا ہو گئے - ۱۰۴۳ھ

اس جشن شادی پر بتیس لاکھ روپیہ خرچ آیا - چھ لاکھ شاہی خزانہ سرکار سے - سولہ لاکھ بادشاہ کی بڑی لڑکی بیگم صاحبہ کی سرکار سے اور دو لاکھ[2] شاہزادہ داراشکوہ کی سرکار سے اور دلہن کی والدہ کو نقد و اجناس ملا کر دو لاکھ کی بری[3] بھیجی اور پانچ لاکھ روپیہ مہر مقرر ہوا - اس سے، بائیس روز بعد شہزادہ شجاع کی شادی، خاندان شرافت کے لئے سامانِ شرف یعنی میرزا رستم صفوی کی پاک خصلت لڑکی سے قرار پائی - اس کی تاریخ یہ نکالی ہے - ع مہد بلقیس بہ منزل جمشید آمد - یعنی ۱۰۴۲ھ

---

[1] اس مصرعہ کے عدد ۱۰۴۳ ہوتے ہیں اور سنہ ۱۰۴۲ھ ہے اسلئے ممکن ہے کہ قران میں الف بوجہ فعل ہونے کے تقاضا نظرانداز کیا گیا ہو - [2] دو لاکھ کے بجائے دہ لک ہو میزان ۳۲ لاکھ ہو جاتی ہے صرف ۲۶ لاکھ کی تفصیل کا ذکر ہوا - کیونکہ مہر خرچ میں شمار نہیں ہوتا اگر سب کو ملا بھی لیں تب بھی اکتیس لاکھ ہوتا ہے - [3] ساچق ایک رسم شادی ہے ایک دو روز پہلے دولہا کے گھر سے دلہن کے گھر میوے نقل و دیگر متفرق سامان بھیجا جاتا ہے جسے بری بھی کہتے ہیں -

تخت بلقیس، سلیمان کے گھر آ گیا۔

(ادھر سے) ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ رسم ساچق (بری) کے طور پر بھیجا۔ اور (ادھر سے) دس لاکھ کے قیمتی جواہرات[۱] اور چاندی سونے کے اور جڑاؤ برتن وسامان وغیرہ نواب بیگم صاحبہ اور سرکار ستی خانم کے پاس شہزادی (شجاع) کے گھر پہنچا۔ اور چار لاکھ روپیہ مہر مقرر ہوا۔

اسی سال میں چھہتر بتخانے بنارس میں منہدم کردیئے گئے۔ اور نذر محمد خان والی بلخ کے ایلچی (سابق الذکر) کے آنے کے بعد اسی سال تربیت خان ہندوستانی تحفے لے کر جو ایک لاکھ کی قیمت کے تھے، بلخ کی سفارت پر بھیجا گیا۔ اور اسی سال بڑے خون خرابے اور طویل محاصرہ کے بعد، مہابت خان، اسکے بیٹے خانہ زمان اور نصیری خان کی عمدہ اور درست تدبیروں اور کارگذاریوں سے فتح خان پسر ملک عنبر حبشی سپہ سالار دکن طالب امان ہوا وہ دولت آباد کے قلعہ سے باہر آگیا۔ اور قلعہ کی کنجیاں دولت شاہجہانی کے ارکان کے سپرد کردیں۔ اور خانخاناں نے ملک نظام الملک (خسین) اور فتح خان کی نگرانی کے لئے مقرر کردی کیونکہ یہ ابتدائی عمر سے نیک وبد کی تمیز نہ کرتے تھے۔ جب یہ دونوں درگاہ شاہی میں حاضر ہوئے تو نظام الملک قلعہ گوالیار میں قید کردیا گیا۔ اور فتح خان دو لاکھ روپیہ سالانہ اور خلعت کی عطا سے سرفراز ہوا۔ قلعہ دولت آباد پختگی اور مضبوطی میں بے مثل اور مشہور عالم ہے۔ جس کے استحکام اور دیگر حالات کی تفصیل شاہنامول میں لکھی ہوئی ملتی ہے **بیت** وہ قلعہ جس کا نظیر آجتک کسی نے نہیں دیکھا بس وہ دولت آباد کا قلعہ ہی ہے۔

جب اس قلعہ کی فتح کی خبر ۲۶۔ ذی الحجہ ۱۰۴۲ھ کو بادشاہ کے گوش گذار ہوئی

---

[۱] صحیح دبجادر عردس [۲] صحیح ثمینہ

توخانخاناں (مہابت خان) مع اپنے بیٹے خانزمان کے گوناگون عنایات سے سرفراز ہوا۔ اور نصیری خاں کو خان دوران[1] کا خطاب ملا۔ اور اصل و اضافہ ملا کر پنجہزاری منصب پر فائز ہوا۔ (اسی سال) ظفر خاں متخلص بہ احسن پسر خواجہ ابوالحسن جو باپ کی نیابت میں کشمیر کا صوبہ دار تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد مستقل طور پر اسی عہدہ سرکاری پر فائز ہوا۔ اور (اسی سال) صفدر خان ہندوستانی تحفے لیکر جو چار لاکھ روپیہ کے تھے۔ ایران کی سفارت پر گیا۔ اور اسی سال کابل کے (عجیب) واقعات سے اطلاع ملی کہ ایک عورت کے لڑکی پیدا ہوئی جس کے دو سر تھے۔ ایک اپنی جگہ اور دوسرا ناف کے مقام پر اور اس سر میں بھی دو آنکھیں، دو ابرو دو کان اور ایک ناک اور منہ تھا۔ کچھ دیر بعد مر گئی۔ اور اسی سال شاہزادہ اورنگ زیب نے (مست) ہاتھی کے ساتھ جنگ کی۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ ہاتھیوں کی لڑائی پر تینوں شہزادے (داراشکوہ، شجاع اور اورنگ زیب) مامور تھے۔ کہ وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر جھروکہ (درشن) کے پاس پہنچکر مطمئن ہو کر تماشا دیکھیں۔ جب تعمیل ارشاد کر دی گئی (تینوں شاہزادے پہنچ گئے) تو ایک ہاتھی اپنے حریف (ہاتھی) سے بھاگ کر لوگوں کے مجمع کی طرف دوڑا۔ لوگ ہٹ بھاگے۔ شاہزادوں نے بھی خادموں اور محافظوں سمیت اپنے آپ کو مامون جگہ پہنچا لیا۔ مگر اورنگ زیب اپنی جگہ ڈٹا رہا۔ جب ہاتھی اس کی طرف لپکا تو (شاہزادہ نے) اسپ ہمت کر دوڑا کر ہاتھی کی پیشانی پر نیزہ مارا۔ ہاتھی نے گھوڑے کو اٹھا کر اپنی سونڈ میں لپیٹ کر زمین پر دے پٹکا۔ اور نگ زیب خانہ زین سے چھلانگ مار کر نکلا اور تلوار کھینچکر ہاتھی پر حملہ کیا۔ اسی دوران میں دوسرا ہاتھی جو اس (ہاتھی) کا حریف تھا۔ اسے آلپٹا اور (دونوں ہاتھی) ایک دوسرے

---

[1] صحیح خان دوران [2] صحیح مردمان [3] صحیح اسپ را۔

کے پیچھے بھاگتے بھاگتے دور نکل گئے - شاہجہان نے یہ دلیری دیکھکر اورنگ زیب پر بڑی عنایتیں اور مہربانیاں فرمائیں اور بہادری کا خطاب دیا - اور اشرفیوں سے تلوایا - پانچہزار اشرفیاں اتریں - (سب) مستحقین کو عطا کردیں۔ مرزا ابو طالب حکیم نے اس قصہ کو نہایت آب و تاب سے نظم کی لڑی میں پرو دیا - ۲۲ صفر ۱۰۴۲ھ کو خانخاناں کی درخواست پر شہزادہ شجاع کو دہ ہزاری ذات پانچ ہزار سوار کے منصب اور چھ لاکھ کے انعام سے سرفراز فرماکر کثیر لشکر و خزانہ کے ساتھ دکن کی طرف روانہ کیا - اسی زمانہ میں یمین الدولہ آصف خان کے بہنوئی صادق خان نے دنیا سے کوچ کیا - تاریخ وفات یہ نکالی ہے ع دیگر نشود سفید[۱] صبح صادق - یعنی (صادق کے مرنے کے بعد) اب صبح صادق نورانی نہ ہوگی - شاہجہان نے قرابت داری اور خود اس کے قابل فخر اخلاق کی بنا پر نیز خاصکر جعفر خاں کی وجہ سے، جو یمین الدولہ کا داماد اور بادشاہ کا ہم زلف (ساڈھو) تھا - اورنگ زیب کو اس کی تعزیت کے لئے بھیجا - اور جعفر خاں کو خاص جوڑا اور ہزاری ذات اور پانچ سو سوار کے اضافہ سے چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب عطا فرمایا (اسی طرح) اس کی اولاد کو بھی اضافہ (منصب) اور عطاؤں سے تسلی و تسکین دی - انہی دنوں تینتالیسویں[۴۳] سال کے ختم اور چوالیسویں[۴۴] سال کے آغاز کا جشن (سالگرہ) وزن قمری ترتیب دیا گیا -

چونکہ یہ طے شدہ امر تھا کہ جب تک شاہزادے کسی خدمت پر مامور نہ ہوں تو وہ کوئی منصب نہیں پاسکیں گے اور شاہزادہ شجاع، مہم دکن پر جانے کی اجازت مل جانے کی بنا پر اسوقت تک (صرف) ایک ہزار یومیہ روزینہ

---

[۱] صبح - سفید -

پار ہا تھا۔ اور بادشاہ اسکے ساتھ انتہائی محبت رکھنے کی وجہ سے اُسے اپنے سے جدا نہ کرنا چاہتا ہے۔ (ادھر) اسکے بے منصب رہنے میں بھی اس کی ذات اور چھ ہزار سوار کا منصب اور دوسرے گوناگون عنائتوں سے شہزادہ مذکور کو سرفراز کیا۔ اور حصار (پنجاب) کی حکومت جو اس سلسلہ (خاندانی) میں ہمیشہ بادشاہ کے بڑے بیٹے کی جاگیرداری میں سلسلہ بہ سلسلہ چلی آتی تھی۔ اس کی جاگیر قرار دیدی گئی - اور اسی سال اسلام خاں میر بخشی گری کے عہدہ پر فائز ہوا۔ "بخشی ممالک" کے لفظ سے ہی اسکی تاریخ نکلتی ہے۔ ۱۰۴۳

ساتویں سال کے حالات مطابق ۱۰۴۳ھ

۳ رشعبان ۱۰۴۳ھ کو دارالسلطنت آگرہ سے پنجاب کی طرف کوچ ہوا۔ اور ۶ رشوال کو لاہور کے دولت خانہ (شاہی) میں قیام ہوا۔ سعید خاں صوبہ دار ملتان نے شرف حضور حاصل کیا۔ چونکہ بادشاہ درویشوں (اہل اللہ) کے بڑے معتقد تھے۔ اسلئے ۷ ارشوال کو، حق شناس درویش میاںمیرؒ کے حجرہ میں تشریف لے گئے - دنیوی علاقوں سے ان کے الگ تھلگ رہنے کے پیش نظر سوائے تسبیح اور سفید عمامہ کے اور کوئی نذر نہیں پیش کی۔ اور ۱۹ ارشوال کو منزل شیخ بلاول میں پہنچکر دو ہزار روپیہ ارسال کئے (اسی سال) اور یمین الدولہ آصف خاں کی استدعا پر خود (بادشاہ نے) اس کے گھر پر جاکر اس کے شرف میں اضافہ فرمایا۔

۲۴ رشوال کو دارالسلطنت (لاہور) سے کشمیر کی سیر کے لئے روانہ ہوئے اور پیر پنجال سے تھوڑی دور پر (پڑاؤ ڈال کر سفر کرنا طے ہوا۔

۲۷ ر ذی الحجہ کو کشمیری کا شاہی محل قیام گاہ بن گیا۔ اسی سال شاہزادہ شجاع دکن کے لشکر کے ساتھ قلعہ پر بندہ کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اور قلعہ کے پاس پہنچکر اسکے محاصرہ کا انتظام کر لیا۔ اگرچہ بڑی کوششیں (فتح کیلئے) کی گئیں۔ لیکن ان پر کوئی فائدہ مترتب نہ ہوا۔ آخر کار مہابت خان کی رائے پر جس کی تمام باتوں میں (شاہزادہ) اطاعت کرنے پر مامور تھا، برہان پور کی طرف واپس آ گیا۔ جب یہ اطلاع بادشاہ کے بزرگ کانوں میں پڑی۔ تو مہابت خاں پر، جو دوسرے شاہی نوکروں سے اتحاد نہ رکھتا تھا۔ اور جسے شہزادہ کو بھی قلعہ فتح کئے بغیر واپس کرا دیا تھا۔ عتاب نازل فرمایا۔ اور شہزادہ کو دوسرے خدام کے ہمراہ حضور شاہی میں طلب کیا۔ اسی زمانہ میں چوالیسویں سال کے ختم اور پینتالیسویں سال کے آغاز کا جشن وزن قمری منعقد ہوا۔ ۲۳ ربیع الاول کو ویرناگ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور ۸ ربیع الثانی کو (سیر کشمیر سے فارغ ہو کر) دارالسلطنۃ لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ اسی زمانہ میں مہابت خان کا انتقال ہو گیا۔ اس کا اصلی نام زمانہ بیگ تھا۔ معتمد خان نے اس کی تاریخ وفات "زمانہ آرام گرفت"[1] سے نکالی ہے۔ یعنی زمانہ نے اب آرام کیا۔ منصب ہفت ہزاری ذات اور ہزار سوار دو دو اور تین تین گھوڑے والے اور خانخاناں کا خطاب رکھتا تھا۔ اس کی لاش دکن سے دہلی لا کر دفن کی گئی۔

آٹھویں سال کے حالات مطابق ۱۰۴۴ھ

۵ ر جمادی الثانیہ ۱۰۴۴ھ کو دارالسلطنت لاہور میں پہنچے۔ اسی سال میں بالاگھاٹ کی صوبہ داری خانزمان پسر خانخاناں کے سپرد ہوئی (صوبہ بالاگھاٹ

---

[1] صحیح زمانہ آرام گرفت ۱۰۴۵ھ

کے تحت یہ علاقے ہیں - حکومت دولت آباد، احمد نگر، پٹن، امراجالنا پور، چنیر، سنگمیر اور فتح آباد مع مضافات اور متصل علاقوں کے، کچھ حصہ برار کے محالات کا بھی اور پورا تلنگانہ اور جسکی کل آمدنی لبظاہر اسوقت ایک ارب بیس کروڑ دام تھی - اور پایان گھاٹ کی صوبیداری خاندوران کے ذمہ سونپی گئی - اس کے تبادلہ کی وجہ سے اللہ وردی خاں قراول بیگی صوبہ مالوہ کی صوبہ داری پر سرفراز ہوا - ۷ رجمادی الثانیہ کو شاہ شجاع نے دکن آکر باپ کی قدمبوسی کا شرف پایا - اور جو تحفے لایا تھا پیش کئے - منجملہ اُن کے ایک نسخہ قرآن تھا - جس سے بادشاہ کا دل نہایت خوش ہوا - یہ قرآن محمد سلطان مرزا کی بیٹی ملک شاد خانم کے قلم کا لکھا ہوا تھا - رسلطان مرزا جہانگیر میرزا کا بیٹا اور صاحب قرآن تیمور گورگان کا پوتا ہے قرآن خط ریحان میں نہایت پختگی قلم سے لکھا گیا تھا - آخر میں اپنا نام و لسب خط رقاع میں لکھا تھا - خان مذکور کو یہ نسخہ بلخ میں ہاتھ آیا تھا - ۷ رشعبان کو اقبال شاہی کے علم آگرہ کی طرف بلند کر دیئے گئے - (بادشاہ روانہ ہوئے) ۲۶ رماہ رمضان کو مقام تلپول میں سلطان پرویز کی لڑکی کے لطبن (پیٹ) سے دارا شکوہ کے گھر میں فرزند تولد ہوا - اور سلیمان شکوہ نام رکھا گیا - یہ نام ایک بار دُھرانے سے بچے کی پیدائش کی تاریخ بھی بن جاتا ہے (یعنی سلیمان شکوہ سلیمان شکوہ

۲ رشوال کو آگرہ میں نزول اجلال فرمایا - اس سال جشن نوروز میں ایک مرصع تخت (تخت طاؤس) پر تشریف فرما ہوئے - یہ تخت ۳ ½ گز لمبا اور ۲ ½ گز چوڑا اور پانچ گز اونچا تھا - اور ابھی تازہ بنکر تیار ہوا تھا - جس کی مجموعی لاگت ایک کروڑ روپیہ ہوتی ہے - سات سال میں تکمیل کو پہنچا تھا - پیچھے کی طرف بیچ میں لگا ہوا تختہ، جس سے بادشاہ کمر لگا کر بیٹھتے

تھے - دس لاکھ کی لاگت کا تھا - جو، جواہر اس میں جڑے ہوئے تھے - ان کے منجملہ ایک لعل بیچ میں جڑا ہوا تھا - جس کی قیمت اکیلے کی قیمت ایک لاکھ روپیہ تھی - یہ لعل شاہ عباس ماضی والیٔ ایران نے محمد بیل بیگ کے ہمراہ بطور تحفہ جہانگیر کو بھیجا تھا - اور جہانگیر نے فتوحات دکن کے صلہ میں افضل خان کے بدست دکن شاہجہان کے پاس بھیجدیا تھا - سب سے پہلے یہ امیر تیمور کے ہاتھ آیا تھا - اس کا نام اور میرزا شاہرخ، میرزا الغ بیگ، اور اسکے بیٹے اور پوتے کے قلم (اس لعل پر کندہ تھے جب یہ شاہ عباس کے ہاتھ آیا تو اس کا نام نامی بھی اس پر نقش کردیا گیا اور بادشاہ نے یہ جہانگیر کے پاس بھیجدیا تو اسکے باپ جلال الدین محمد اکبر کا نام بھی اس پر نقش کردیا تھا - سب سے آخر میں شاہجہان کا نام اس پہ ثبت ہوا - اور اس تخت میں جڑ دیا گیا - اس تخت کی تکمیل کی تاریخ حاجی محمد جان قدسی نے یہ نکالی ہے - بیت چو تاریخش زبان پرسید از دل - بگفت اورنگ شاہنشاہ عادل یعنی جب زبان نے دل سے اسکی تاریخ تکمیل دریافت کی - تو اس نے کہا کہ شاہنشاہ عادل کا تخت (یہی تاریخ ہے)

کسی اور شاعر نے یہ تاریخ نکالی ہے سریر ہمایوں صاحبقرانی - یعنی نیکبخت بادشاہ کامبارک تخت اسی سال یمین الدولہ آصف خان خانخاناں سپہ سالار کے خطاب اور گوناگوں عنایات شاہی کے فخر کے ساتھ سربلند ہوا - بادشاہ نے خود یمین الدولہ کے مکان پہ تشریف لے جاکر اس کا سر افتخار کیواں[1] سے (زحل ستارہ ساتویں آسمان پہ) ملا دیا - اس جشن میں یمین الدولہ آصف خاں کی طرف سے پانچ لاکھ روپیہ کا اور شاہزادوں اور نزدیک و دور کے سرداروں کی جانب سے اور بہت عظیم الشان نذرانے

---

[1] صحیح اور ٹھیک کیوان -

بادشاہ کے سامنے پیش ہوئے۔ اور (اب سب کے حق میں) بادشاہ کی جانب سے بھی نوازشیں وقوع میں آئیں۔ اسی سال نجابت خاں نے ' ولایت سرنگیہ (کشمیر) کے سرحدی قلعہ شیر گڈھ کو فتح کیا۔ اور قلعہ کالپی کو قبضہ میں لانے کے بعد قلعہ سانتھر پر بھی قبضہ کر لیا۔ جب دریائے گنگا اور ہردوار سے گذر رہا تھا۔ سنا کہ ایک گروہ نے اس ملک میں داخلہ کا راستہ روک رکھا ہے۔ (تو فوراً) جنگ کی تیاری کر کے بے جھجک اس گروہ پر حملہ آور ہوا۔ اور ان میں سے بہتوں کو قید کر لیا۔ سرگروہ نے ڈر کر اپنا نمائندہ بھیجا۔ اور دس لاکھ روپیہ نذرانہ شاہی کے لئے اور ایک لاکھ روپیہ (نجابت) خان کے لئے دینا منظور کر لیا۔ مگر اس شرط پر کہ اس رقم کے حصول تک وہاں ہی قیام رکھا جائے۔ وہ اس صورت میں ایک دھوکا اور چال پیش نظر رکھتا تھا۔ وہ یہ کہ قیام کی مدت کے طویل ہو جانے سے لشکر کا رسد (خرچ ہو کر) گھٹ جائے گا۔ اور برسات کا موسم شروع ہو جائے گا۔ جسمیں حمل و نقل کی دشواری پیدا ہو جائے گی (جس کی وجہ سے لشکر (شاہی) کی حالت دگرگوں ہو جائے گی۔ اور میدان میں زیادہ دیر) نہیں ٹھہر سکے گا۔ آخر کار یہی ہوا اور خان بے تدبیری کی وجہ سے ناکام ہو کر لوٹا اور بہت فوج گنگا ادی اور کچھ بھوکوں مر گئے۔ جب یہ واقعہ بادشاہ کے گوش گذار ہوا تو (نجابت) خان کو تنزل منصب کی سزا دی اور عبدالرحیم خانخاناں کے پوتے میر زمان کو (اسکی جگہ) سپہ سالار بنا دیا اور اسی سال بھجار سنگھ بندیلہ[2] اور اس کے بیٹے بکرماجیت نے دوبارہ بغاوت کر دی۔ عبد اللہ خان بہادر، سید (مظفر) خانجہاں اور خاندوران بہادر

---

[1] صحیح نتوا ہند بمود۔ [2] صحیح بندیلہ۔

کو اسکی بیخ کنی کے لئے مامور ہوئے - اور اس خیال سے کہ کہیں باہم عدم موافقت کی وجہ سے سلطنت کا کام خراب نہ کر دیں، شاہزادہ اورنگ زیب کو اس فوج کا سالار اعظم مقرر کیا - انہی دنوں پینتالیسویں سال کے اختتام اور چھیالیسویں سال کے آغاز پر جشن (سالگرہ) وزن قمری منعقد ہوا - (پھر) ملک کی عام کیفیت اور خاصکر اس علاقہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے جو ابھی ابھی قبضہ میں آئے تھے - ۱۷ ربیع الثانی کو رتھ کی سواری میں (بادشاہ) دولت آباد (دکن) کے لئے روانہ ہوئے اس روانگی کی تاریخ یہ ہے ع - بپادشاہ جہاں ایں سفر مبارک باد - یعنی دنیا کے بادشاہ

سنہ ۱۰۴۵ھ

کو یہ سفر مبارک ہو - فوجی سرداروں نے جو بندیلوں کی گوشمالی کے لئے مقرر ہوئے تھے - جھجار سنگھ اور بکرماجیت[1] کو بہت دوڑ دھوپ کے بعد جس جنگل میں یہ چھپ گئے تھے - ان کا پتہ چلا کر قتل کر دیا اور دونوں کے سر سیہور کی منزل میں جو شاہی اقبال کا (اسوقت) لشکر گاہ تھی - بارگاہ سلطنت میں حاضر کر دیئے - ان کا جمع کیا ہوا ایک کروڑ روپیہ نقد اور پچاس لاکھ روپیہ (سالانہ) کی آمدنی کی املاک ارکان سلطنت کے قبضہ میں آ گئیں - جب اورنگ زیب کی عرضداشتوں سے وہاں کی آبادی اور دلکشا تفریح گاہوں اور ہر قسم کے شکاروں کے پائے جانے کی کیفیت معلوم ہوئی تو ۱۵ جمادی الاولی کو (بادشاہ) موضع باری سے اسطرف روانہ ہو گئے -

---

[1] صحیح جگہ بکرماجیت -

نویں سال کے حالات مطابق ۱۰۴۵ھ

۲۵ ماہ جمادی الاولیٰ کو اندوچہ کا علاقہ شاہی لشکر کا کیمپ بنگیا۔ (وہاں پہنچے) اور جھجار سنگھ قاتل شیخ ابوالفضل کے باپ بکرماجیت کے دادا نرسنگھ دیو کے بنائے ہوئے بتخانہ کی بنیادیں تک نکلوادی گئیں۔ ۳ رجب کو شاہزادہ اورنگ زیب دہاموتی کے اطراف سے واپس آکر شرف حضور سے فیضیاب ہوا۔ ۵ شعبان جہان پیما لشکر (شاہی) نے دریائے نربدا کو عبور کیا۔ اور ۲۲ شعبان کو برہانپور کے گرد و نواح کی شکارگاہوں سے بالاگھاٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ دولت آباد کے اطراف ہیں وہاں کا صوبہ دار خانزمان پسر مہابت خان (حاضر ہو کر) آداب بجالایا۔ اور چونکہ عادل شاہ نذر پیش کرنے میں ٹال مٹول کر رہا تھا۔ اور قطب شاہ بھی اس کا ہمنوا تھا۔ اسلیئے مکرمت خاں کو جس کا نام ملا مرشد تھا۔ اور جو مدتوں مہابت خان کے ساتھ رہ چکا تھا۔ وعدہ وعید پر مشتمل فرمان دیکر بیجاپور کی طرف اور شیخ عبداللطیف دیوان تن[1] کو گلکنڈہ کی جانب روانہ کیا۔ اور ساہو بھوسلہ نے اس کے باوجود کہ اس کا آقا نظام شاہ قلعہ گوالیار میں قید تھا۔ اس کے قبیلہ کے ایک لڑکے کو ابھار کر نظام شاہ کا لقب دیدیا تھا۔ اور اس طرح نظام شاہ کے چند قلعوں پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اس وقت[2] جب کہ خود بادشاہ دولت آباد کے اطراف میں موجود تھے۔ نصرت سمت لشکر مامور ہوئے تاکہ وہاں پہنچکر اس کو تنبیہہ کر دیں۔ اور شائستہ خان قلعہ چنیر[3]، سنگمیر، ناسک اور

---

۱ صحیح: دیوان تن۔ ۲ درین ولا ۳ صحیح چنیر۔

اور ترمبک کو فتح کرنے کے لئے مامور ہوا۔ اور جب یہ معاملہ پیش ہوا کہ چھ قلعوں پر ساہو (بھوسلہ) اور دو قلعوں پر بھیم جل اور چھ قلعوں پر دوسرے فتنہ پردازوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ اور وہ علاقہ کے غریب طبقہ کو ستا رہے ہیں۔ تو اللہ وردی کو حکم ہوا مذکورہ بالا قلعوں کو فتح کرے اور یہ بات بھی کھل گئی کہ عادل خان ساہو کی دلجوئی میں لگا ہوا ہے۔ اسلئے سید مظفر (خانجہان) کو دس ہزار سواروں کیساتھ روانہ کیا۔ تاکہ اندولہ کو جو ساہو کی امداد کے لئے عادل خان کی جانب سے آیا ہے ہلاک کردے اور پیاپے حملوں سے ملک بیجاپور کو ویران کر ڈالے (پس) اللہ وردی خان اور شائستہ خان نے قابل اتباع حکم کے بموجب بعض مقامات کو لڑکر اور کچھ قلعوں کو حسن تدبیر سے قبضہ میں کر لیا اور جو کچھ بات قابل عرض تھی وہ درگاہ شاہی میں عرض کر دی۔ اس کی درخواستیں قبول کی گئیں۔ اور یہ سب قلعے ارکان سلطنت کے قبضہ میں آ گئے۔ شائستہ خاں سنگمیر میں پہنچا۔ اور اس کے پرگنے ساہو کے بیٹے اور دوسرے لوگوں کے قبضہ سے چھین لئے۔ شیخ فرید ولد قطب الدین خان کو ناسک کی تھانہ داری پر، احمد خان کو دنڈوری میں، احمد مہمند کو رنگولہ میں) اور امرائے یمین الدولہ کے سرگروہ باقر کو جنیر میں بھیجا۔ اور شائستہ خان کو حکم ہوا کہ احمد نگر آ جائے جب یہ حاضری کے قصد سے جا رہا تھا۔ تو راستہ میں معلوم ہوا کہ ساہو کے بیٹے نے جنیر پہنچکر پانچسو آدمی روانہ کئے۔ اور انہوں نے شہر کو اس کے (شائستہ خاں کے) لڑکے سے چھین کر اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ چونکہ ساہو کا کنبہ قلعہ جنیر میں تھا۔ اسلئے وہ اپنے باپ کی ایک جمعیت کو ہمراہ لیکر پھر قلعہ جنیر پر حملہ آور ہوا۔ اور جنگ کا ہنگامہ گرم ہو گیا۔ شائستہ خان بڑی تیزی سے خود وہاں پہنچا۔ اور اُن ملعونوں[1] کو تربتر کیا (اسطرح) سنگمیر

---

[1] صحیح مقاہیر جمع مقہور۔

اور جُنیر سترہ پرگنوں کے سمیت (بھی) ممالک محروسہ میں شامل ہو گئے۔ اور شائستہ خاں حاضری دربار کے لئے روانہ ہوا۔ اور خاندوران جب اودے گڑھ کے قریب پہنچا۔ تو حکم ملا کہ (ضلع) بیدر (دکن) کی طرف سے عادل خاں کے ملک میں گھس کر اُسے غارت کرے۔ سید (مظفر) خانجہان کو بھی حکم ملا کہ شولاپور سے (حدود دکن) میں داخل ہو کر اسی کام میں مصروف ہو جائے خانہ دوران حسب الحکم لوٹ مار کرتا ہوا فیروز آباد تک پہنچگیا۔ جو بیجاپور سے بارہ کوس کے فاصلہ پہ ہے۔ اسی اثنا میں مکرمت خان کی چھٹی آئی۔ اور عادل خان کے فرمانبردار ہونے کا حال معلوم ہوا۔ حسب الحکم اس کے ملک کو برباد کرنے سے ہاتھ روک لیا گیا۔ اور حکم ملا کہ تلنگانہ اوسہ اور اودے گڑھ کو فتح کرنے میں لگ جائیں (اُدھر) سید خانجہان نے قلعہ شولاپور کو مسخر کیا۔ اور لوٹتے وقت اندولہ سے مقابلہ ہوا۔ اور وہ میدان جنگ[1] سے زخم کھا کر بھاگا۔ (اِدھر سے) خانزمان احمد نگر سے جُنیر کی طرف روانہ ہوا۔ اور شاہ بیگ خان کو (قلعہ) چارگونڈہ کی فتح پہ مامور فرمایا۔ وہاں کے لوگوں نے امان طلب کرتے ہوئے قلعہ خان مذکور کے حوالہ کر دیا۔ سید خانجہان کو حکم ملا۔ کہ ولایت عدل آباد میں گھسکر اس کو اجاڑنے اور ساہو (بھونسلہ) کو کیفر کردار تک پہنچانے میں پوری جد و جہد کرے۔ حکم کی پابندی کرتے ہوئے اس نے قلعہ اور قصبیہ[3] لوکاپور پر قبضہ کر لیا۔ اور ساہو سے مڈبھیڑ کر کے اس کو شکست دی۔ جب دریائے بھیمرہ پر لشکر کا پڑاؤ ہوا۔ تو خانزمان کو حکم ملا۔ کہ عادل خان اطاعت

---

[1] صحیح زخمی از کارزار۔ [2] صحیح چمارگونڈہ۔

[3] صحیح قصبہ۔

قبول درگاہ میں حاضر ہو تاکہ روبرو ہو کر چنیر وغیرہ کی فتح کے بارے میں ہدایات وشرائط کا علم حاصل کرلے۔ اور عادل خاں کی درخواست کے مطابق عہد نامہ بادشاہ کے پنجہ کے نقش سے مزین ہو کر محمد حسین ملید وزکے بدست روانہ کر دیا گیا۔ اسی زمانہ میں شیخ عبداللطیف سفیر گلکنڈہ سے واپس آکر جو چار لاکھ مالیت کی نقد وجنس قطب الملک کے نوکر شیخ طاہر کے ہمراہ لایا تھا۔ وہ اور جو اپنے قیام کی مدت میں (نذر، تحفے میں) پایا تھا۔ (سب) بطور نذرانہ (بادشاہ) کے سامنے حاضر کر دیا۔ (اسطرح) اس سال میں ملک گلکنڈہ میں خطبہ و سکہ بادشاہ شاہجہان کے نام کا جاری ہو گیا۔ ۱۷ ارصفر کو ظفرنشان جھنڈے موسم برسات ختم ہونے کے باعث ماندو کی طرف بلند کر دیئے گئے۔ (یعنی کوچ ہوا) بیجاپور سے مکرمت خاں نے آکر مشرف حضور حاصل کیا۔ اور عادل خان کا نذرانہ پیش کیا۔ (اب) ولایت دکن کی حکومت شاہ زادہ اورنگ زیب کے سپرد کر دی گئی۔ اور دولت آباد کے اطراف سے شاہزادہ کو روانہ کر دیا گیا۔ اسی عرصہ میں چھیالیسویں سال کے ختم اور سینتالیسویں سال کے آغاز پہ جشن (سالگرہ) وزن قمری منایا گیا۔ چونکہ بارش کا موسم نکل چکا تھا۔ اسلئے ۲ ارجمادی الاولی کو اجین اور گھاٹی چاندر کے راستہ سے دارالخلافہ آگرہ کی طرف کوچ ہوا۔ اور اسی سال قلعہ اودسہ اور اودگر خاندوران[1] کی کوشش سے فتح ہوئے۔

قطب الدین کے نام روانہ کردہ فرمان کے سرنامہ کی نقل

پناہ حکومت وسیاست، پورا پورا عقیدتمند، سرداران عظیم الشان میں قابل اعتماد، شرفائے اعظم کی اولاد۔ خاندان عزت وبرتری کا خلاصہ

---

[1] صحیح خاندوران۔

خاندان بزرگی و رفعت کا سہارا، خیر خواہ مخلصوں کا ماحصل، سعادتمند مقربین کا نچوڑ، شاہی عنایات کا مرکز - ہر قسم[1] کی خیر خواہیوں کا مظہر، آئینہ اخلاص کا جوہر، پیشانی اقبال و عزت کا نور، بے انتہا عنایتوں کا مستحق، احسان فرمانے والے خدا کی خاص عنایت سے مخصوص یعنی قطب الملک (ہمارے) شاہانہ عنایات سے حوصلہ مند ہو کر معلوم کرے:- .... الخ

عہد نامہ جو عادل خان کو بھیجا گیا اسکے سر نامہ کی نقل

پناہ شوکت و سیاست، عادل و الصفات مند - اصحاب دولت و حکومت کا ماحصل - اہل مذاہب و ملل میں قابل اعتماد، عقیدتمندوں کا نچوڑ یعنی عادل خان شاہانہ بے کراں عنایتوں سے فخر مند اور قوی پشت ہو کر معلوم کرے:- .... الخ

دسویں سال کے حالات مطابق ۱۰۴۶ھ

۷ رجب کو بادشاہ نے اجمیر کی طرف کوچ کر کے تالاب اناساگر کے کنارے محل شاہی میں قیام فرمایا - اور دولت خانہ سے حضرت خواجہ معین الدین کے مزار تک پاپیادہ تشریف لیجا کر رسوم زیارت ادا کیں - اور دس ہزار روپیہ مزار کے مجاوروں کو مرحمت ہوا - اجمیر سے واپسی[2] کے زمانہ میں، جو مسجد، روضہ کے پیچھے حکم شاہی کے مطابق تعمیر کی جا رہی تھی - (اب) قیام و تخت و نشینی کے بعد وہ چالیس ہزار روپیہ کے صرفہ سے تیار ہو گئی تھی - اسمیں تشریف لے گئے ع قبلہ اہل زمان شد مسجد شاہ جہان سے اس کی تاریخ تعمیر نکلتی ہے

۱۰۴۶ھ

---

[1] صحیح - اصناف [2] مراجعت :- واپسی

اس سال خاندوران اور خانجہان دونوں نے ہزاری ذات اور ہزار سوار کے اضافہ سے (پنجہزاری ذات) پنجہزار سوار کے منصب سے سر بلندی حاصل کی - اور ۷ ر شعبان کو دار الخلافہ آگرہ میں پُرفیض تشریف[۱] آوری ہوئی - ۹ ر شعبان کو ایک لاکھ ساٹھ ہزار مالیت کی ساچق (رسم) شاہنواز خان صفوی کے ہاں بھیجی - جسکی نیک نصیب لڑکی کا پیغام شہزادہ اورنگ زیب کے لئے کیا تھا - ماہ ذی قعدہ کی پچھلی تاریخ (۲۹ ر یا ۳۰) کو جب شاہزادہ اورنگ زیب شادی کی غرض سے دولت آباد سے حاضری کے لئے روانہ ہو کر منزل باغ نور میں پہنچا - تو اسکے بلند ذات باپ شاہجہان نے نہایت کرم والطاف فرما کر طالب آملی کی رباعی لکھکر اس کے پاس بھیجی - (جس سے غایت اشتیاق کا اظہار مقصود تھا) رباعی :-

ایک[۳] دم اگر تم گھر کے دروازے پر آجاؤ تو کیا حرج ہے ؟ یا دوڑ[۴] کر خبر پہنچنے سے بھی پہلے پہنچ جاؤ تو کیا نقصان ہے ؟ میرے کمال شوق کے پیش نظر تمہارا جلد آنا بھی دیر میں سمجھا جائے گا - اگر تم جلد از جلد آجاؤ تو کیا مضائقہ ہے؟

(غرض) پہلی ذی الحجہ کو شاہزادہ مراد بخش ، یمین الدولہ آصف خان خان دوران بہادر علامہ افضل خاں اور دوسرے سردار حسب الامر شاہی شاہزادہ اورنگ زیب کے استقبال کو گئے - اور اسے باپ کے آگے ادائیگی آداب کے مقام تک پہنچایا - (اسی سال حسینی ایران کی سفارت کے لئے روانہ ہوا - اور جڑاؤ تلوار اور جڑاؤ ٹیکا جس کی قیمت پچاس ہزار روپیہ اور دوسرے کچھ اور تحفے شاہ صفی بادشاہ ایران کے لئے اسکے ہاتھ بھیجے -

---

۱ ورود فیض آمود - پُرفیض آمدہ ۲ صحیح بالمرۃ اگر نہ در آئی ۳ صحیح یا تاختہ ۴ صحیح زود آمدنت

جب شہزادہ اورنگ زیب کی شادی کا وقت قریب آیا تو دوسرے شہزادوں کی شادی کے برخلاف مبلغ دو لاکھ روپیہ اس کو انعام دیا۔ تاکہ اپنی شادی کا انتظام کرے۔ ۲۳ر ذی الحجہ کو شاہنواز خاں کے ہاں سے مہندی آئی اور حنابندی (مہندی لگانے) کی محفل خاص دولت کدہ شاہی میں منعقد ہوئی بروز سہ شنبہ ۲۳ر ذی الحجہ رات کے وقت، جو نکاح کا وقت تھا۔ حسب الحکم شاہزادہ مرادبخش، یمین الدولہ آصف خاں اور تمام بڑے بڑے سردار شہزادہ (اورنگ زیب) کی ہمراہی میں شاہنواز کے مکان پر گئے۔ اور رات کے پچھلے اوقات میں بادشاہ سلامت خود بھی شاہنواز خاں کے گھر گئے۔ اور مسرت و شادی کی محفل کا درجہ بالاتر کر دیا۔ یہ (بادشاہ کا تشریف لانا) شاہنواز خان کے احترام کے لئے تھا۔ جس کا سلسلہ نسب حضرت سید البشر (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) تک اور دنیوی وقار و اعزاز کے اعتبارات سے سلطان سلیمان شاہ صفوی فرمانروائے ایران تک پہنچتا ہے۔ نیز بیٹے کی دلجوئی بھی ملحوظ خاطر تھی۔ جو کہ تمام بیٹوں میں سعادتمند[1] اور دلیر تر تھا۔ بادشاہ کی موجودگی میں خطبہ نکاح پڑھا گیا اور ایجاب و قبول ہوا۔ اور چار لاکھ روپیہ مہر مقرر ہوا۔

میرزا ابوطالب کلیم نے اس شادی کی تاریخ یہ نکالی ہے ؎

دو گوہر بیک عقد دوران کشیدہ[2]

سنہ ۱۰۴۷ھ

۲۹ر ذی الحجہ کو بادشاہ عالم (شاہجہان) اورنگ زیب کے گھر گئے۔ جو عہد شہزادگی میں بادشاہ کا مکان تھا۔ اور تخت نشینی کے بعد اس بیٹے کو مرحمت فرما دیا گیا تھا۔

---

[1] صحیح ارشد و انجح۔ [2] صحیح کشیدہ

اورنگ زیب نے مناسب نذر پیش کی - اسی زمانہ میں پرتھوپت زمیندار جمو جو شاہ[1] قلی خان سپہ سالار جمو کے ساتھ دغا اور[2] غدر کے مقام میں رہتے ہوئے یہ چاہتا تھا - کہ کسی حیلہ سے اُسے ہلاک کر دے - اس کی سازش[3] کا پتہ چل گیا - اور جنگ میں فوجدار مذکور کے آدمیوں کے ہاتھ سے مارا گیا - اور شاہ قلی خاں (فوجدار) شاہی عنایت سے مفتخر ہوا - اور اسی زمانہ میں عبداللہ خان کو حکم ملا - کہ پرتاپ اوجنیہ کو سزا دے، پرتاپ نے قلعہ بھوجپور کی پناہ لی اور تھوڑے سے عرصہ میں یہ قلعہ دوسرے قلعوں کے ساتھ فتح ہو گیا - اور وہ بھاگ کر کسی امن گاہ[4] میں گھس گیا - جب اس کا کام سخت مشکل میں پڑ گیا تو (بارگاہ کی طرف) رجوع کیا - اور قتل کیا گیا۔ ۷ ربیع الثانی ۱۰۴۷ھ کو اورنگ زیب نے دولت آباد جانے کی اجازت حاصل کی - اور اسی سال ظفر خان احسن کی کوشش سے تبت کے کئی قلعے فتح ہوئے -

گیارہویں سال کے حالات مطابق ۱۰۴۷ھ

لال خاں کلاونت، جو اُس زمانہ میں اپنے ہمسروں میں سربرآوردہ اور بلاس خان پسر تانسین کا داماد ہے - مستحق عنایات ہو کر گن سمندر کے خطاب اور خلعت سے سرفراز ہوا - اسکے چار لڑکے - جنمیں بہترین خوشحال خان اور بسرام خان تھے - اور چونکہ قندھار، شاہ طہماسپ والی ایران کے بھتیجے میرزا مظفر حسین

---

[1] صحیح باشاہ قلی - [2] صحیح غدر [3] صحیح ازدرنے کار او ر
[4] صحیح بمامنے خزید [5] صحیح گرائید

صفوی کے مجبور اور پناہ طلب ہو جانے کی وجہ سے جلال الدین محمد اکبر کے قبضہ میں آ چکا تھا[1] - اور (موجودہ والی ایران) شاہ عباس کچھ عرصہ تک اُس ضعف حال کی وجہ سے جو ایران میں پیدا ہو گیا تھا - اس کو ہندوستانیوں کے قبضہ سے چھین لینے کی طرف متوجہ نہ ہو سکا تھا (باقی) اہل ایران نے قندھار کو اپنے ملک کا حصہ سمجھکر اس کو لینے کی کافی کوششیں کیں - لیکن (اب) شاہ عباس نے اپنے ممالک محروسہ کے انتظامات سے فارغ ہو کر قندھار پر چڑھائی کی اور پینتالیس روز کے محاصرہ میں فتح کر لیا - اور قلعہ مذکورہ گنج علی خان کے حوالے کر کے اور اس کو قندھار کا سردار بنا کر خود اپنے دارالسلطنتہ کی طرف لوٹ گیا (اس بنا پر) برابر یہاں کے (یعنی ہندوستان) کے بادشاہوں کو اس کی آرزو رہی کہ کسی طرح پھر ملک اور قلعہ قندھار پھر ہاتھ آ جائے - (لیکن) قابو نہ چلتا تھا - یہاں تک کہ شاہجہان نے اپنی تخت نشینی کے گیارہویں سال ۱۰۴۷ھ میں سعید خان صوبہ دار کابل کو لکھا کہ قندھار کے فتح کرنے کی کوئی درست تدبیر کرے - چونکہ وہ اس مقام کا لے لینا اپنے طاقت سے باہر خیال کرتا تھا - اسلئے اسنے خوشامد درآمد پر آمادہ ہو کر ذوالقدر خان کو علی مردان خان پسر گنج علی خان کے پاس بھیجا - جو باپ کے بعد وہاں کا حاکم و فرمانروا تھا - اور یہ چاہا - کہ لالچ دے دلا کر (قلعہ لینے کی) تدبیر کرے - علی مردان خان نے شاہ صفی کو شاہجہان کے ارادہ سے مطلع کر دیا - (لیکن) شاہِ ایران نے علی مردان خان کی اس عرض و معروض کو اپنے بازارِ (کاروبار) کو گرمانے پر محمول کیا (یعنی یہ سمجھا کہ علی مردان خان کا مقصد اس سے اپنی اہمیت دکھلانا ہے) (اسلئے) اس

---

[1] صحیح بدست جلال الدین محمد اکبر بادشاہ افتادہ شاہ عباس -

نے خان مذکور[1] پر عتاب نازل کیا (بلکہ اپنی مجلس میں لوگوں سے یہ کہا کہ ایسا شخص تو اپنے زن و بچہ کے ساتھ قتل کر دئے جانے کے قابل ہے - اور اسی ارادہ سے سیاوش[3] قوللر آقاسی (داروغہ توپخانہ) کو قندھار کی طرف روانہ کیا - علی مردان خان[2] نے بھی اپنے خیر خواہوں کے بیانات و تحریر سے اس کی بھنک سن لی - اور پوری عجلت سے شاہجہان کو عرضی بھیجی کہ میں چاہتا ہوں کہ قندھار کو (آپکے) اعیان سلطنت کے حوالہ کر کے غلامان سرکار کی لڑی میں شامل ہو جاؤں) اور سعید خاں صوبہ دار کابل کو لکھا کہ بارگاہ شاہی سے جواب کا انتظار کئے بغیر اس طرف آنے کے لئے روانہ ہو جائے - سعید خاں نے اس خوشخبری کو نعمت غیر مترقبہ (بے سان گمان دولت ملنا) اور تائید نصیب سمجھا - (فوراً) عرضداشت شاہجہان کے پاس (بھیجدی) اور عوض خان اور اپنے بیٹے محمد شیخ کو پوری عجلت[4] کے ساتھ (اپنے سے) آگے روانہ کر دیا اور پیچھے پیچھے خود بھی بھاری فوج لیکر روانہ ہوا[5] - بادشاہ (شاہجہان) نے یہ خبر سنتے ہی تلیج خان کو اصل و[6] اضافہ ملا کر پنجہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار کا منصب دار بنا کر قندھار کی صوبہ داری کے لئے بھیجدیا[7] - اور ایران کی طرف سے بھاری فوجیں متعین ہونے کے خیال (خطرہ) سے شاہزادہ شجاع کو بھی بھاری فوجیں دیکر کمک و مدد کے لئے پیچھے پیچھے روانہ کر دیا - سعید خاں (صوبہ دار کابل) قندھار پہنچنے اور قلعہ پر قبضہ کر لینے کے بعد علی مردان خان کے

---

[1] صحیح خان مرقوم را - [2] صحیح علی مردان خان بارقام الخ [3] صحیح سیاوش قوللر آقاسی [4] صحیح بعجلت ہر چہ تمام تر پیشتر

[5] صحیح راہگرا شد - [6] صحیح باصل و اضافہ پنجہزاری [7] صحیح فرستاد و بانڈیشہ -

اطلاع دینے سے سمجھ گیا[1] کہ جب تک سیاوش داروغہ توپ خانہ کی فتنہ پردازی نہیں دبا دی جائے گی۔ جو تھوڑی سی جماعت کے ساتھ علی مردان خان کو باندھ کر لے جانے کی اجازت فرمانروائے ایران کی جانب سے حاصل کر کے اس علاقہ میں آ پہنچا ہے۔ (اور جب تک) فوجوں کو منتشر کر دیا جائے گا۔ اس وقت تک اس ملک کی رعایا (آسانی سے) اطاعت و فرمانبرداری نہیں کرے گی۔ اس بنا پر علی مردان خان کی امداد و اعانت اور اتحاد و اتفاق کے ساتھ سیاوش سے جنگ و قتال کا ارادہ پختہ کر لیا۔ اور آٹھ ہزار سوار لے کر موضع سحری کی طرف روانہ ہوا کہ یہی جگہ قندھار کے قریب اس کی چھاؤنی تھی۔ سیاوش نے اس تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ جو اسکے پاس تھی صف آرا ہوا۔ اور اپنی طاقت و مقدور کے مطابق جنگ کر کے شکست کھا گیا۔ لیکن قلعہ کی حفاظت کے لئے روشن سلطان کو بندوقچیوں کی ایک جماعت کے ساتھ قلعہ زمینداور[2] میں چھوڑ دیا تھا۔ سعید خان نے اس خدمت کے صلہ میں اضافہ (ملا کر) منصب ششہزاری ذات اور چھ ہزار سوار دو دو تین تین[3] گھوڑے والے۔ اور بہادر ظفر جنگ کے خطاب اور دوسری عنایات سے سرفرازی حاصل کی۔ اور حکم ملا۔ کہ قندھار میں قیام کر کے ان بقیہ قلعوں کے فتح کرنے میں پوری ہمت سے کام لے اور جب قلیچ خاں پہنچ جائے۔ تو قلعہ قندھار اسکے حوالے کر دے۔ اور علی مردان خان اور اس کے بیٹے محمد شیخ کو جسے خانہ زاد خان کا خطاب مل گیا تھا۔ بارگاہ شاہی کی طرف روانہ کر دے۔ چنانچہ اس فرمان

---

[1] صحیح باشعار علی مردانخان فہمید کہ تا فتنہ سیاوش قوللراقاسی کہ بجمعیت قلیل برائے بستہ بردن علی مردانخان از حضور آنجا ۔ [2] صحیح زمینداور۔ [3] صحیح گردانند۔

اور قلیچ خان کے پہنچنے کے بعد علی مردانخان کابل روانہ ہو گیا۔ اور شہزادہ شجاع کے پہنچنے سے پیشتر کابل پہنچ گیا۔ شہزادہ کے پہنچنے کے بعد بڑی عنایات اور دلجوئیوں کا مرکز بنا۔ (یعنی شہزادہ نے اس کی بڑی دلجوئی کی) چند دن بعد درگاہ شاہجہان کی طرف روانہ ہو گیا[۱]۔ قلیچ خان نے جلدی سے پہنچکر قلعہ زمینداور[۲] کو بھی فتح کر لیا۔ اور اس کی آمدنی و خرچ کا انتظام کرنے کے بعد قلعہ بست کی فتح کی ٹھان لی۔ جب محراب خان قلعدار (بست) کی حالت خراب ہو گئی (تو[۳]) اسنے امان نامہ طلب کیا اور امان نامہ حاصل کر لینے کے بعد عراق کی طرف چلا گیا۔ (غرض اس طرح) ولایت قندھار کے تمام قلعے فتح ہو گئے۔

اسی سال (صوبہ) آسام کے لوگوں نے شاہی چھاؤنی کے قلعوں پہ شبخون (رات کو چھاپہ) مار کر دو قلعے چھین لیئے۔ اس پر لشکر شاہی کے افسران اس معاملہ سے باخبر ہوتے ہوئے ان قلعوں کی طرف روانہ ہوئے۔ اور دوپہر (چھ گھنٹے) کی مدت میں ان کے پندرہ قلعے چھین لیئے۔ اور چار ہزار سے زیادہ آسامی مارے گئے۔ اور ولایت آسام[۴] کے حکمران کا داماد، جو اس جماعت کا سرگروہ تھا۔ مع ایک جماعت کے اسیر ہوا۔ اس فتح کے حاصل ہونے کے بعد تقریباً پانسو جنگی کشتیاں قبضہ میں آگئیں۔ اور (مقام) کوچ ہاجو کے تمام مضافات پر قبضہ ہو گیا۔ وہاں کا راجہ بدلیو دشوار گذار مقامات میں روپوش ہو گیا۔ اور (مختلف) بیماریوں میں مبتلا ہو کر اپنے بیٹے سمیت وہیں ناکامی کی موت

۱؎ صحیح - عازم درگاہ شاہجہان بادشاہ گشت۔ ۲؎ صحیح زمینداور ۳؎ یہاں سے عبارت رہ گئی ہے صحیح مطابق نسخہ اصل :- امان نامہ طلبید و بعد بدست آوردن امان نامہ روانہ عراق گردید و تمام قلاع الخ

۴؎ صحیح چہار ہزار اسامی کشتہ شد و داماد مرزبان آشام کہ سرگروہ آنہا بود الخ

مرگیا - اور اسلام خاں صوبہ دار بنگالہ (اس کے صلہ میں) منصب کی ترقی اور خلعت سے متحق لطف و کرم ہوا - ۲ ذی قعدہ کو عید نوروز ہوئی - اور امرا نے منصبوں میں ترقی کا فخر حاصل کیا - چنانچہ علامہ افضل خاں ہفت ہزاری ہو گئے - اور علی مردان خاں کو جو سلطنت کے خیر خواہوں کی جماعت میں شامل ہو کر کابل پہنچ چکا تھا - پنجہزاری منصب اور علم و نقارہ بھیجکر اس کو سربلند کیا - اسی زمانہ میں راجہ گنج سنگھ راٹھور جو ہندوستان کے تمام راجاؤں سے سلطنت اور سلطنت کی خیر خواہی میں بڑھا ہوا تھا - مر گیا - اور اس کا بیٹا جسونت سنگھ باپ کی خواہش کے مطابق چار ہزاری منصب اور راجہ کے خطاب سے سرفراز ہوا - اور اسکے بڑے بھائی امر سنگھ نے سہ[۱] ہزاری منصب اور رائے کا خطاب پایا - اور یہ امر چھوٹے بیٹے کو حکومت دینا ضابطہ کے خلاف گنج سنگھ کی جسونت سنگھ کی ماں[۲] کے ساتھ فرط محبت کی وجہ سے عمل میں آیا - اسی سال تبت، ظفر خان احسن کی کوششوں سے ممالک محروسہ میں شامل ہو گیا - اور اسی سال یادگار بیگ سفیر ایران جو قندھار کے واقعہ (انقلاب و فتح) سے پہلے چل چکا تھا - پہنچا اور پہنچنے سے لوٹنے کے دن تک ایک لاکھ بتیس ہزار روپیہ دوسری اور بخششوں کے ساتھ اُسے مرحمت ہوا - اور اسی سال شہزادہ اورنگ زیب کی عمدہ کوششوں سے ولایت بگلانہ اور اُس ملک کے قلعے[۲] فتح ہو گئے - ۱۷ ربیع الثانی کو اکبر آباد (آگرہ) سے دار الحکومت لاہور کی طرف کوچ کیا -

---

[۱] صحیح برادر جسونت سنگھ

[۲] صحیح حصون -

بارھویں سال کے حالات مطابق ۱۰۴۸ھ

۵ار رجب کو لاہور کا شاہی قلعہ منزل قیام ہوا۔ اسی روز حسب الامر معتمد خاں اور تربیت خاں بخشی دوم نے دیوان عام کے دروازہ تک جاکر علی مردان خان کا استقبال کیا۔ اور اسے حضور شاہی میں آداب بجا لانے کے لئے لائے۔ اور خاں (مذکور) خاص خلعت مع قبائے زردوز، طرہ (پگڑی کی کلغی)، مرصع خنجر، خاص مرصع تلوار، ششش ہزاری ذات وسوار کے منصب، دو گھوڑے۔ خاص شاہی ہاتھی خانہ کے چار ہاتھی۔ اور صوبہ کشمیر کی صوبہ داری کی عنایات سے سرفراز ہوا۔ اسی سال صفدر خاں جو ایران کی سفارت پہ گیا ہوا تھا۔ واپس آکر حاضر حضور رہا۔ صفدر خاں کا (لایا ہوا) نذرانہ پانسو عراقی گھوڑے اور دوسری ایران کی نفیس اشیاء واسباب پیش ہوا۔ جن میں سے چار سو گھوڑے قبول فرما لئے گئے اور نذرانہ کے مختلف سامانوں کی قیمت جو قبول کئے گئے، پانچ لاکھ ہوئی۔ (صفدر خاں نے) سفارت ایران کی خدمت نہایت خوش اسلوبی سے انجام دی۔ چنانچہ اس کی خدمات کی خوبی سے متاثر ہوکر خود شاہ صفی بادشاہ ایران نے اس کی قیام گاہ پہ قدم رنجہ فرماکر عنایات فرمائیں۔ نو ہزار تومان (سکہ) نقد اور اسی گھوڑے کئی دفعہ کرکے مرحمت فرمائے۔ اسی سال شاہزادہ داراشکوہ پنجہزاری ذات کے اضافہ سے بیست ہزاری دہ ہزار سوار اور شاہزادہ شجاع تین ہزار کے اضافہ سے پانزدہ ہزاری (۱۵) اور اسی اضافہ کے ساتھ شہزادہ اورنگ زیب (سرفراز ہوئے) اور شاہزادہ مراد بخش جبکہ ابھی تک ایک پانسو روپیہ یومیہ (روزینہ) پارہا تھا۔ دہ ہزاری چار

ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوئے۔ آگرہ کے کوتوال سیف خان کو حکم ملا۔ کہ شہزادہ شجاع کی جانب سے بنگالہ چلا جائے۔ جو کہ اس کی جاگیر میں دیدیا گیا تھا۔ راجہ جسونت سنگھ بھی (منصب میں) ہزار ذات اور ہزار سوار کے اضافہ سے پنجہزاری کے منصب پر پہنچگیا۔ یادگار بیگ سفیر ایران جس کو واپس جانے کی اجازت مل گئی تھی۔ سفر کی تیاری کے لیئے لاہور میں مقیم تھا۔ پھر حاضر خدمت ہوا۔ اور حاضر خدمت ہونے کے دن سے روانگی کے دن تک دو لاکھ پچاس ہزار روپیہ کی نقد و جنس اس کو عنایت ہوئی۔ اور اسی کے ہمراہ شاہ صفی شاہ ایران کے واسطے مرصع صراحی، پیالہ اور رکابی جن کی قیمت پچاس ہزار روپیہ تھی۔ روانہ کی گئیں۔ انہی دنوں میں شائستہ خان (عبداللہ خان کے تبادلہ میں پٹنہ کا صوبہ دار بنایا گیا) اور خان مذکور سرکش بوندیلوں کی بیخ کنی اور سرکوبی کے لیئے مقرر ہوا۔ (اسی سال) علامہ افضل خان جو دیوان اعلیٰ وزیر الممالک (کے عہدہ پر فائز) تھا۔ بیمار ہوگیا۔ خود بادشاہ سلامت اس کی مزاج پرسی کے لیئے تشریف لے گئے۔ ۱۷ رمضان المبارک کو لاہور میں (علامہ نے) دنیا سے انتقال فرمایا۔ یہ فضل و کمال میں جامع شخص اور اصل کے لحاظ سے شیرازی تھا۔ بادشاہ کے مقربین ،، بادشاہ کی زبانی نقل کرتے ہیں۔ کہ بادشاہ بار بار فرماتے تھے۔ کہ افضل خان سے کسی شخص کے بارے میں کبھی کوئی بری بات نہیں سنی[1] گئی۔ اسکی عمر ۷۰ ستر سال کی ہوئی۔ سرکاری ملازمت کی مدت اٹھائیس سال ہوئی۔ اسکے کوئی بیٹا نہ تھا۔ اپنے چھوٹے بھتیجے۔ عنایت اللہ خان کو جو آخر میں عاقل خان کے خطاب سے پکارا گیا متبنیٰ بنا لیا تھا۔ اسکی وفات کی تاریخ یہ نکالی ہے ع زخوبی[2] بُرد گوئے نیک نامی

---

[1] صحیح شنیدہ نشد [2] صحیح زخوبی الخ

یعنی بوجہ خوبی اعمال کے بنگ نامی ہیں سب سے آگے نکل گیا۔

اور "علامی دہر رفت[1]" سے بھی نکالی ہے۔ اس کا مقبرہ دریائے جمنا کے کنارہ شہر (آگرہ) کے سامنے واقع ہے۔ اس واقعہ کے بعد اسلام خان کو حکم ملا۔ کہ سیف خان کے پہنچنے کے فوراً بعد حاضر خدمت ہوجائے۔ ۹ ماہ صفر کو شاہ شجاع کابل سے آیا۔ اور آداب بجالایا۔ چونکہ اس کی بیوی (جو میرزا رستم صفوی کی لڑکی تھی) مرچکی تھی۔ اسلئے اعظم خان کی لڑکی سے شہزادہ کے لئے پیغام کیا گیا۔ ماہ صفر کی پچھلی تاریخ (۲۹ یا ۳۰) کو شاہزادہ شجاع بنگالہ کے انتظام پر روانہ ہوا اور اسی جگہ نکاح وقوع پذیر ہوا۔

اسی سال لاہور سے کابل کی طرف کوچ فرمایا گیا۔ ۲۵ محرم کو کابل پہنچا وہاں کے صوبہ دار سعید خان کو ہزارہ جات (امرائے ہزارہ) کی سرکوبی پر مامور فرمایا۔ ۲۵ ربیع الثانی کو کابل سے لاہور واپسی ہوئی۔

تیرھویں سال کے حالات مطابق سنہ ۱۰۴۹

۱۲ جمادی الثانیہ کو دارالسلطنت لاہور میں نزول اجلال فرمایا۔ اور علی مردان خان نے کشمیر سے آکر حاضری کی سعادت حاصل کی اور اصل و اضافہ ملاکر ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا۔ کشمیر کی صوبہ داری پر لاہور کی صوبہ داری کا اور اضافہ ہوگیا۔ ممتاز محل (زوجہ شاہجہان) کی والدہ نے انہی دنوں پردہ[2] کرلیا۔ بادشاہ نے تعزیت کے لئے آصف خان کے مکان پر جاکر اس کی دلداری کی ۶ ماہ رجب کو اسلام خان

---

[1] صحیح :۔ علامی از دہر رفت [2] رو در نقاب عدم کشید۔ فنا کے نقاب میں منہ چھپالیا یعنی مرگئی۔

بنگالہ سے حضور شاہی میں پہنچا - اور عہدہ وزارت پر فائز ہوا - اُس وقت اس کا منصب پنجہزاری تھا - یکم شعبان کو شاہ شجاع کے ہاں اکبر نگر (بنگال) میں لڑکا پیدا ہوا - نام سلطان زین الدین رکھا گیا - اسی سال نظام الملک کا نوکر کھلوجی جو ملازمانِ درگاہ کی جماعت میں شامل ہو چکا تھا - باغی ہو گیا - اور عادل خان کے پاس چلا گیا - اور وہاں پناہ گزین ہو گیا - (آخر کار) شاہزادہ اورنگ زیب کی سعی سے مارا گیا - عجیب واقعات میں سے (ایک واقعہ یہ پیش آیا) کہ عبداللہ خاں بہادر فیروز جنگ صوبہ دار بہار کی بدکلامی کی وجہ سے عبدالرحیم بیگ اوزبک اور خان مذکور کے درمیان ناچاقی ہو گئی - عبدالرحیم نے اسکی ہمنشینی اپنے حق میں خطرناک خیال کر کے چند روز کی بناوٹی بیماری کے بعد اپنے آپ کو گونگا بنالیا اور ایک سال تک خلوت و جلوت میں گونگا ہی بنا رہا - حتیٰ کہ خود اس کی عورتیں بھی اس کے دل کا بھید نہ پا سکیں - اور حقیقتہً اُسکو گونگا ہی سمجھتی رہیں - تا آنکہ اس صوبہ کے واقعات کے منجملہ یہ واقعہ بھی بادشاہ کو معلوم ہوا - اور اسکی (عبدالرحیم کی) طلبی کا حکم صادر ہو گیا - درگاہ میں پہنچنے کے بعد گویا (بولتا) بن گیا - اور گونگے بننے کا سبب عرض کیا - سب لوگ (سنکر) حیرت میں پڑ گئے - ۹ رمضان کو شاہزادہ اورنگ زیب کی عرضداشت سے جو راستہ ہی میں سے ابھی تھی جبکہ وہ حاضری کے قصد سے آ رہا تھا، بیٹا پیدا ہونے کی خوشخبری پہنچی (بادشاہ سلامت نے) اس لڑکے کا نام سلطان محمد رکھا - اور اسی سال حمزہ نے، جو خراسان کے حاکموں کی طرف سے سیستان کی ولایت رکھتا تھا - ایک دستہ فوج کو قلعہ بست پر بھیجکر اسپر قبضہ کر لیا - جس کے بعد پھر ہندوستانی فوج اور تارکنان نے حملہ کر کے بڑی کوشش[2] کے بعد قلعہ کو حمزہ کے لوگوں سے[1] جو چھوٹی

---

[1] صحیح اودا - [2] صحیح ازدحام -

سی جمعیت تھی، واپس لیا۔ اور عبدال نامی شخص، جو قندھار میں چھوٹی سی ریاست کا مالک تھا۔ اور ہندوستانیوں کی نظر میں حمزہ کے ساتھ دوستی رکھنے سے متہم تھا۔ شاہی حکم کے ماتحت قتل کر دیا گیا۔

۱۵۔ رمضان کو شاہزادہ اورنگ زیب نے حاضر ہو کر شرف آداب بجا آوری حاصل کیا۔ اسی سال قلعہ اکبر نگر (بنگال) میں بڑی بھاری آگ لگی، شاہزادہ کے تمام دفاتر و کارخانے اور محل کے خادموں میں سے پچہتر آدمی جلکر خاک کا ڈھیر ہو گئے ۲۵ شوال کو بادشاہ شاہجہان لاہور سے کشمیر کی سیر کے لئے روانہ ہوئے۔ ۸۔ ذی قعدہ کو شاہزادہ اورنگ زیب دولت آباد دکن کے لئے روانہ ہوا۔ ۹۔ ذی الحجہ کو کشمیر کے شاہی محل نے بادشاہ کی تشریف آوری سے رونق حاصل کی۔ طرائف (نامی شخص) جو گھوڑے خریدنے کے لئے عربستان و روم کی طرف گیا۔ اور سلطان مراد قیصر روم کے لئے بادشاہ کا خط اور جو مرصع بیش قیمت ٹیکا لے گیا۔ پہنچا دیا تو (پھر) ارسلان آقا سفیر روم کے ہمراہ آستانۂ[1] سلطنت پر واپس پہنچا۔ اور پچاس گھوڑے بسلسلۂ خرید اور دو گھوڑے اپنی طرف سے اور نو گھوڑے محمد پاشا حاکم لحسا کے نذر کردہ پیش کئے اور فدائی خان خطاب پایا۔ ارسلان آقا نے قیصر روم کا خط اور مسیب نامی ایک گھوڑا جو مرصع زین اور ایک موتی لگی ہوئی عبا کے ساتھ جو قیصر کی طرف سے لیکر آیا تھا پیش کی

بادشاہ باغات کشمیر کی سیر سے بہت محظوظ ہوا۔ اور مقام سر دمیر (جسکا نام باغ) سنگ سفید (تھا) کے سیر و تماشے کے لئے کوچ فرمایا۔ لوٹتے وقت بے موسم سخت بارش برسی۔ راستوں میں اسقدر گارا کیچڑ ہو گیا۔ کہ گذرنا دشوار تھا۔ دقت کی وجہ سے لوگوں کی جان پر بن آئی تھی۔ خود بادشاہ نے چھپہر

---

[1] صحیح عتبۂ سلطنت۔

(۱۸ گھنٹے) میں چار کوس بڑی مشکل سے طے کئے تھے۔ دو گھڑی رات گئے منزل پہ پہنچے۔ تین روز تک لگاتار بارش ہوتی رہی۔ پانی کی ایسی طغیانی بڑھی کہ تقریباً چار ہزار مکان (جو) ڈل اور بھیٹ کے کنارے پر تھے، گر گئے۔ اور بہت سے گاؤں بہ گئے۔ جان سپار خان فوجدار بھیرہ کی عرضداشت سے معلوم ہوا۔ کہ پرگنہ مذکور (بھیرہ) کے ایک سو اڑتیس موضعوں میں سے صرف اڑتیس صحیح وسالم بچے ہیں۔ باقی سب پانی میں غرق ہو گئے۔ اور پرگنہ خوشاب میں دو موضع کے سوا جو دامن کوہ میں تھے۔ اور کوئی موضع اس آفت سے محفوظ نہیں رہا[۱]۔

چودھویں سال کے واقعات مطابق ۱۰۵۰ھ

۷۔ جمادی الثانیہ کو بادشاہ نے مشرقی علاقہ کی سیر کے لئے کشمیر کی طرف اور وہاں سے لاہور کا رخ کیا۔ ارسلان آقا سفیر روم نے آمد سے روانگی کے دن تک تیس ہزار روپیہ اور سو تولہ سونے کی ایک اشرفی اور اسی وزن کا ایک روپیہ اور دوسرے انعامات حاصل کئے۔ اور اعظم خان صوبہ دار گجرات کی طرف سے جواہرات، بیش قیمت سامان اور تیس گھوڑوں کا نذرانہ پیش کیا۔ خان مذکور نے صوبہ کے انتظامات کے لیے جیسی کوششیں کرنی چاہئے تھیں کیں، اور جام اور بہارا کو جو وہاں کے باشندوں کے سرگروہ تھے۔ پوری ہمت سے کام لے کر مطیع و فرمانبردار بنا لیا۔ جام نے اس ٹکسال کو جہاں محمودی سکے ڈھالے جاتے تھے بند کر دی۔ اور نذر پیش کرنا قبول کر لیا۔ اور خود حاضر ہو کر اعظم خان سے ملا۔ ظفر خان جو کسی (قصور کی) وجہ سے دو سال سے بے منصب (معطل) پڑا ہوا

---

[۱] صحیح نماند۔ [۲] صحیح خواہر

تھا - اس سال حاضر ہو کر آداب بجا لایا - اور پہلے منصب پر بحال ہو گیا -
(اسی سال) ممتاز محل کی بہن[1] یعنی آصف خان کی بڑی لڑکی ملکہ بانو بیگم نے (جو سیف خان کے گھر میں تھی - انتقال کیا - شاہجہان نے آصف کے گھر جا کر اس کو تعزیب دی - آصف خان کی تیسری بیٹی بزرگ خانم - ظفر خان کے گھر میں تھی - انہی دنوں شاہزادہ مراد بخش کو جگت سنگھ پسر راجہ باسو کی بیخ کنی کرنے کا حکم ملا - وہ (جگت سنگھ) پہلے سے پہلے ہی امان طلب کر کے شاہزادہ سے ملنے آیا اور اپنے مطالبے پیش کئے - چونکہ وہ اپنی حیثیت سے زیادہ مانگ رہا تھا - اسلئے بارگاہ شاہی میں اسکی درخواست قبول نہ ہوئی - واپسی کی اجازت لیکر وطن چلا گیا - اور جا کر بغاوت پھیلا دی - شاہی ظفر مند لشکر اسکے فسادات کے رگ و ریشہ کا قلع قمع کرنے لگے - اور (بالاخر) اس کو عاجز کر دیا - مجبوراً عاجزی اور توبہ کا دامن تھام کر معافی مانگنے لگا - اور شاہزادہ کی سفارش پر معاف کر دیا گیا - اور حکم ملا کہ قلعہ تاراگڑھ جو اسکے غرور و سرکشی کی اصل وجہ ہے (وہ اُسے) نوکران شاہی کے حوالے کر دے - جگت سنگھ نے تعمیل حکم کی - اور شاہزادہ[2] کی خدمت میں حاضر ہوا - سید خانجہان نے اس قلعہ (تاراگڑھ) میں داخل ہو کر اس کی فصیل (چہار دیواری) کو مع دیگر عمارات کے جڑ سے کھود پھینکا - اور حسب فرمان شاہی وہاں کے پہاڑی علاقوں کا انتظام نجابتخان سے متعلق ہوا - اسی سال ملا سعد اللہ جس کا زاد بوم چنیوٹ اور پرورش گاہ لاہور رہے - موسوی خان کی وساطت سے آستانہ[3] شاہی کی ملازمت پر فائز ہوا - اور اسکے اعزاز کا درجہ خلعت خاصہ (شاہی) اور شاہی طویلہ کے گھوڑے کے انعام سے بلند ہو گیا - ایک سال کے اندر اندر ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار

---

[1] صحیح شاہزادہ [2] صحیح شدہ ; آستانہ [3] صحیح فائز

کے منصب اور خاص دولت کدہ شاہی کی داروغگی کے عہدہ پر سرفراز ہو گیا اور علی مردان خان نے ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار کے منصب اور سعید خان بہادر ظفر جنگ کے تبادلہ میں کابل کی صوبہ داری پر تعیناتی کا شرف حاصل کیا۔ اور کشمیر کا صوبہ جو (اتک) علی مردان کے پاس تھا شاہ قلی خان کو سپرد کیا گیا۔ یہ (وہاں جا ہی رہا تھا) کہ راستہ میں دنیا سے (ہی) سفر کر گیا (اسلئے) اسکی جگہ تربیت[1] خان مقرر ہوا۔

پندرھویں سال کے سوانح مطابق ۱۰۵۱ھ

اس سال یمین الدولہ آصف خان کے بیٹے شائستہ خان صوبہ دار بہار نے پلاموں کے سرکش راجہ کے ہوش ٹھکانے لگائے۔ اور اسی ہزار سالانہ کا نذرانہ اسپر عائد کیا (اسی سال) ۷ ارشعبان کو یمین الدولہ آصف خان خانخانان سپہ سالار اعظم نے استسقاء کی بیماری میں سفر آخرت اختیار کیا۔ بادشاہ بار بار اسکے مکان پر تشریف لیجاکر اس کا کمال احترام کرتے تھے۔ نو ہزاری نو ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ منصب رکھتا تھا۔ اس کا مقبرہ دریائے راوی کے کنارے شہر لاہور کے بالکل سامنے واقع ہے۔ اسکے بڑے بیٹے شائستہ خان کو بادشاہ نے ماتمی جوڑا بھیجکر اسکے حال[2] پر عنایتیں کیں اور اس کی دوسری اولاد کی بھی رعایت و دلداری فرمائی۔ اس منصب امرتبہ، سرکاری تعلق و دولت پر (جس پر خانخاناں تھا)، کسی بادشاہ کے عہد میں

---

[1] صحیح بجائے او

[2] ” ” بحال او

بھی کوئی امیر نہیں پہنچا۔ اسکے مرنے کے بعد، علاوہ حویلی کے، جو اسنے اپنے وطن لاڑ میں بنائی تھی۔ جسپر بیس[2] لاکھ روپیہ خرچ آیا تھا۔ اور ہندوستان میں اسکی تمام دوسری املاک نقد و جنس (سب ملاکر) مبلغ دس کروڑ پچاس لاکھ مالیت کی ترکہ میں رہی تھیں۔ باوجودیکہ وہ وصیت کر گیا تھا۔ کہ اوسکی تمام جمع پونجی شاہی خزانہ عامرہ (بھرپور خزانہ) میں داخل کر دی جائیں۔ (لیکن) بادشاہ نے ان میں سے بیس لاکھ روپیہ کی نقد و جنس اسکے تین بیٹوں اور پانچ لڑکیوں میں تقسیم فرمادیا۔

نیز اسی سال میں میرزا رستم صفوی قندہاری جو ۰ ہزاری پنجہزار سوار کا منصب رکھتا تھا۔ اور بادشاہ کی تخت نشینی کے دوسرے سال[1] سے بوجہ ضعف بدن، منصب اور نوکری چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گیا تھا۔ ایک لاکھ روپیہ سالانہ پنشن پاتا تھا (یہ بھی)، دنیا سے رخصت ہوا۔ بیاسی سال کی عمر پائی۔ طبیعت میں شعر کہنے کا ذوق تھا۔ فدائی تخلص تھا۔ اسکے چار لڑکے تھے۔ اول مرزا مراد۔ اسکی طبیعت بھی شعر گوئی پہ مائل تھی۔ دوم مرزا مسیح جو عین جوانی میں باپ کے سامنے ہی دریائے بھٹ میں غرق ہو گیا تھا۔ سوم مرزا حسن۔ چہارم مرزا بدیع الزمان جس کا خطاب شاہنواز خاں تھا۔

اسی سال جگت[2] سنگھ جس کی تنبیہ کے لیئے شاہزادہ مراد بخش متعین ہوا تھا۔ تو اسکے تعلق رکھنے والے قلعے، سید خانجہان، راجہ جے سنگھ، بہادر خان اور رددی خان کی پوری جدوجہد سے فتح ہو گئے۔ حکم شاہی کے مطابق ان کو (منہدم کر کے) سطح زمین کے برابر کر دیا گیا (آخر میں) شاہزادہ نے اس کی

---

[1] صحیح از سنہ دوم جلوس۔ [2] صحیح جگت سنگھ کہ شاہزادہ الخ

خطائیں معاف کر کے اُسے بیٹوں سمیت بادشاہ کے حضور[1] میں پیش کیا - (اسی سال) شہزادہ اورنگ زیب نے (دکن سے آکر) قبۂ سلطنت (بارگاہ) میں پہنچکر قدمبوسی کی سعادت حاصل کی - چونکہ کشمیر میں دریائے ڈل اور بھٹ کی طغیانی کی وجہ سے بہت (فصلیں برباد اور) کھیت اجڑ گئے تھے - اسلئے قحط پڑ گیا - وہاں کے باشندوں اور رعایا میں سے تیس ہزار سے زیادہ آدمی (تباہ حال) لاہور پہنچے - اور جھروکہ درشن کے پاس جمع ہو کر اپنی بربادی کا مظاہرہ کیا - (بادشاہ نے یہ حالت دیکھ کر) دو لاکھ روپیہ (اسی وقت) خیرات کے لئے مرحمت کیا - اور حکم ہو گیا کہ جب تک یہ لوگ لاہور رہیں - روزانہ مبلغ دو سو روپیہ کی لاگت کا کھانا پکوا کر سرکار کی طرف سے دیا جاتا رہے - تیس ہزار روپیہ تربیت خان کے پاس بھیجے - تاکہ کشمیر میں وہاں والوں کو تقسیم کر دے - اور سو روپیہ یومیہ کا کھانا پکوا کر بھوکوں کو پہنچاتا رہے لیکن چونکہ خان[2] مذکور نے اس جماعت کی دیکھ بھال ڈھنگ سے نہ کی - اسلئے کشمیر کی صوبہ داری اسے تبدیل کر کے ظفر خان کے سپرد کر دی گئی - اور بیس ہزار روپیہ اسکے ساتھ[3] خیرات کے لئے بھیجا (اسی سال) میرزا عیسیٰ ترخان جو ولایت سورٹھ کے نظم و ضبط پر متعین تھا - اعظم خان کے تبادلہ میں جنے وہاں (گجرات) کی رعایا کی دیکھ بھال اچھی طرح نہ کی تھی - صوبہ گجرات کی صوبہ داری پر لگا دیا اور اصل و اضافہ (ملاکر) اس کا منصب پنجہزاری ذات اور پنجہزار سوار دو اسپہ وسہ اسپہ ہو گیا - اور سورٹھ کی مہمات کا انتظام اسکے بیٹے عنایت اللہ کے سپرد کر دیا گیا - (اسی سال) والئی[4] ایران کے قندھار کی طرف رخ کرنے کی شہرت

---

[1] صحیح درحضور آوردہ [2] صحیح خان مذکور [3] صحیح مصحوب [4] صحیح توجہ دارائے ایران -

واقعات کی بنا پر شاہزادہ داراشکوہ بہت سی عنایتوں اور دو لاکھ روپیہ نقد کے انعام سے سرفراز ہو کر پچاس ہزار سواروں کے ساتھ (اس طرف) روانہ ہوا۔ اور (اسکے پیچھے ہی) شاہزادہ مرادبخش کو بھی بھیجا گیا۔ کہ دریائے نیلاب سے اس طرف مقیم رہے اور ضرورت پڑنے پر بھائی کے پاس پہنچ جائے جب (داراشکوہ) کے لشکر نیلاب سے آگے نکل گئے اور (ادھر) شاہ صفی (والئ ایران) کے مرجانے کی اطلاع بادشاہ شاہجہان کے گوش گذار ہوئی۔ تو شاہزادہ (داراشکوہ) کو حکم دیا کہ غزنین میں رُک کر اس خبر (وفات) کے سچ یا جھوٹ ہونے کی تحقیق کرے۔ اگر سچ ہو تو واپس آجائے۔ ورنہ مقابلہ کرے (لیکن چونکہ) یہ خبر فی الواقع صحیح تھی۔ اسلئے داراشکوہ واپس ہو کر درگاہ میں پہنچا۔ چونکہ شاہ صفی کے مرجانے سے شہزادہ کی محض روانگی پر ہی بے لڑنے بھڑنے یہ قلعہ حکومت ہند کے ارکان کے قبضہ میں برقرار رہا۔ اسلئے داراشکوہ کو شاہزادہ بلند اقبال کا خطاب ملا۔ اور انہی دنوں جشن وزن قمری منایا گیا۔ اور انہی دنوں شہزادہ مرادبخش حسن ابدال سے لوٹ کر بارگاہ بزرگ میں حاضر ہوا۔ اور اس کی شادی شاہنواز صفوی کی نیکبخت لڑکی سے ہوگئی۔ اس جشن شادی کو منانے کے لئے شہزادہ کو پانچ لاکھ روپیہ مرحمت ہوئے۔ ایک لاکھ چالیس ہزار کی مالیت کا نقد و جنس رسم ساچق (دیگی) کے طور پر شاہنواز خاں کے گھر بھیجا۔ چار لاکھ مہر مقرر ہوا۔

سولہویں سال کے واقعات مطابق ۱۰۵۲ھ

چونکہ (داراشکوہ کی جانب سے) یہ امر بادشاہ کے گوش گذار ہو چکا تھا۔ کہ اس دفعہ قندھار کے سفر میں اللہ وردی خاں کی طرف بعض باتیں نمک حلالی

کے طریقہ کے خلاف ظہور میں آئی ہے۔ اور اس کی زبان اسکے قابو سے باہر ہے۔ اسلئے اس کے منصب اور جاگیر میں تغیر کر دیا گیا۔ اسکی جاگیر جو متھرا میں تھی۔ صوبہ گجرات کی تبدیلی کے بعد اعظم خان کو مرحمت ہو گئی۔ اسی سال بادشاہ نے (خوش ہو کر) ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کو روپیوں میں تلوایا۔ چھ ہزار پانسو روپیہ کے برابر اُترا، یہ اُسے عنایت کر دیئے گئے (اسی سال) شاہزادہ مراد بخش صوبہ ملتان کی طرف جو اس کی جاگیر میں مقرر تھا[۱] روانہ ہوا۔ خاص شاہی خلعت، کچھ اور مرصع ساز و سامان کے ساتھ اور خاص شاہی اصطبل کے دو گھوڑے سنہری و مینا کاری ساز و زین والے اور ہاتھی (توماہ توغ) کے اس کو عطا ہوئے۔ (اسی سال) بادشاہ کے گوش گذار کیا گیا کہ لاہور کا (شالامار) باغ اور نہر جسکی تعمیر اور کھدائی[۲] کا حکم تخت نشینی کے چودھویں سال میں ہوا تھا۔ اور جو اول علی مردان خان کے انتظام میں تھا۔ اور بعد میں خلیل اللہ خان صوبہ دار لاہور کے اہتمام میں دیدیا گیا تھا، پایۂ تکمیل کو پہنچگئے ہیں۔ تو بادشاہ کے پُرفیض دل میں ان کے دیکھنے کا شوق موجزن ہوا۔ (پس) اپنی تشریف آوری کے فیض سے ان کی رونق دوبالا کی۔ اس باغ اور نہر کی تیاری پر آٹھ لاکھ روپیہ صرف ہوئے تھے۔ جب بادشاہ کا دل صوبہ پنجاب و کابل کی مہمات سے پوری طرح مطمئن ہو گیا۔ تو ۱۷ شعبان ۱۰۵۲ھ کو دارالسلطنت لاہور سے دارالخلافہ آگرہ کی طرف کوچ ہوا۔ اور علی مردان خان تعمیل ارشاد میں کابل سے آکر حاضر دربار ہوا۔ اور امیر الامرا کے خطاب سے سرفراز ہو کر کابل واپس گیا۔

---

[۱] صحیح مقرر بود رخصت یافت [۲] صحیح حضر ، کھدائی۔

اسی سال ممتاز محل کا مقبرہ (تاج محل) جو تقریباً بارہ سال سے مکرمت خاں اور میر عبدالکریم کے زیر اہتمام تعمیر ہو رہا تھا۔ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اس عمارت پر پچاس لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ بادشاہ نے وہاں تشریف لیجا کر اظہار پسندیدگی فرمایا۔ اور پرگنہ حویلی اکبرآباد اور نگر چند کے مضافات میں سے تیس گاؤں جن کی آمدنی ایک لاکھ روپیہ (سالانہ) ہے۔ مع دوسری آبادی کی دوکانوں اور مکانوں کی آمدنی کے جن کا تعلق مقبرہ سے ہے۔ اور ان کی آمدنی کی میزان بھی ایک لاکھ (سالانہ) ہے (یہ سب) اس مقبرہ کے لئے وقف کر دیا۔

سترہویں سال کے احوال مطابق ۱۰۵۳ھ

اس سال کے شروع میں شاہزادہ اورنگ زیب کا معروضہ لڑکا پیدا ہونے کی خوشخبری پر مشتمل ماہ رجب کے آخری تاریخ کو پہنچا۔ بادشاہ نے اس سعادتمند بچہ کا نام محمد معظم رکھا۔ (انہی دنوں) ایک بیباک اصل لڑکی بھی شاہنواز خاں کی لڑکی[۱] (زوجہ شاہزادہ مرادبخش) کے شکم سے پیدا ہوئی۔ اس کا نام زینت النساء بیگم رکھا گیا۔

چونکہ آگرہ میں وبا پھوٹ پڑنے کی علامتیں پائی جا رہی تھیں۔ اسلئے (بادشاہ نے) فتحپور سیکری کے محل میں آکر قیام فرمایا۔ اور کچھ دن سوگرہ کی طرف سیر و شکار میں بسر کئے۔ اس اثنا میں شہزادہ دارا شکوہ کو بیماری لاحق ہو گئی۔ اور بادشاہ اسکی عیادت کے لئے (اسکے ساتھ) بے انتہا محبت رکھنے کی وجہ سے آٹھ بار اسکے مکان پر تشریف لے گئے۔ (بالآخر) اس کو صحت ہو گئی۔ اسی زمانہ میں صوبہ قندھار صفدر خاں کے تبادلہ میں سعید خان کو اور صوبہ پنجاب اس کی تبدیلی

---

[۱] گیتی اڈیٹن دختر شاہنواز خان

میں قلیج خاں کو دیدیا گیا۔ جب آب و ہوا ٹھیک ہو گئی (یعنی بیماری کا اثر جاتا رہا) تو ۱۵ شوال کو آگرہ میں تشریف لے آئے۔ اور سعد اللہ خاں اصل و اضافہ (ملاکر) دو ہزاری اور پانسو سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ ۱۰ محرم ۱۰۵۴ھ کو عید نوروز ہوئی۔

شیخ عبد الصمد سفیر شریف مکہ معظمہ کو طلائی پاندان، عطر دان، پیالہ اور طلائی سرپوش مع چار ہزار روپیہ نقد عنایت ہوا۔ تھوڑے دن بعد شیخ مذکور نے مکہ معظمہ واپس جانے کی اجازت حاصل کر لی۔ آمد سے روانگی تک ہر صورت سے بیس ہزار روپیہ سرکار شاہی سے اور اسی قدر شہزادوں اور امرا کی طرف سے بموجب حکم بادشاہ ان کو مل گیا۔ اسی سال ایک رات بادشاہ کی بڑی بیٹی بیگم صاحبہ باپ کی خدمت سے اٹھ کر اپنے سونے کے کمرہ میں جا رہی تھیں۔ کہ ان کے دامن کا گوشہ شمع سے چھو گیا۔ اور بدن کے تمام کپڑوں میں آگ لگ گئی۔ کمر، دونوں ہاتھ اور کروٹیں جل گئیں۔ بادشاہ سلامت کو اس واقعہ کے پیش آنے سے اسقدر رنج ہوا کہ عادت مقررہ کے برخلاف اس رات سے اگلی صبح کو خانۂ اقبال و دولت سے باہر تشریف نہیں لائے۔

دوسرا دن چونکہ شرف آفتاب (کا) تھا جسمیں دربار کرنا ضروری تھا اسلئے مجبوراً دوپہر کے بعد دربار عام میں تشریف لاکر ایک گھڑی (۲۵ منٹ) سے زیادہ نہ بیٹھے۔ پہلے (جلنے کے دن سے) تین دن تک کی مدت میں پانچہزار روپیہ محتاجوں کو صدقہ کیا۔ اور ۲۲ صفر کو بھی جو اس بیٹی کی تاریخ پیدائش تھی۔ اسی قدر رقم حاجتمندوں[۱] کو بخشی۔ اس واقعہ کے پہلے ہی مہینہ کے اندر اندر مجموعی ساٹھ ہزار روپیہ متعدد بار مسکینوں میں تقسیم ہوا۔ دوسرے مہینے کے شروع سے (ضابطہ)

---

۱ صحیح ارباب احتیاج

مقرر کر دیا۔ کہ ہر روز ایک ہزار روپیہ مستحقین کو صدقہ کے طور پر دئے جایا کریں۔ اور اس جماعت (مجرمین) کو جو حسابات میں بڑے بڑے غبن وغیرہ کی سزا میں زندان عذاب میں تھی۔ اب آخر میں ان سب کے جرم معاف کر دیئے اور مبلغ سات لاکھ روپیہ (جس کا غبن تھا) سرکار والا کے اصل مال سے یعنی بادشاہ کی طرف سے (خزانہ حکومت کو) عطا کر دیا گیا۔ انہی دنوں حکیم داؤد[1] جو ایران سے آیا تھا۔ اس کو حکیم مسیح الزمانی کے ساتھ شریک کر کے بیگم صاحب کے علاج کے لئے مقرر فرما دیا۔ شاہزادہ اورنگ زیب دکن سے اور شاہزادہ مراد ملتان سے بہن کو دیکھنے کے لئے بارگاہ حضور میں آکر آداب بجا آوری سے شرفیاب ہوئے۔ (اسکے بعد) شاہزادہ اورنگ زیب نے بعض ناگواریوں کی وجہ سے بادشاہ کی خوشنودی کے بغیر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اور دنیوی (یعنی سلطنت کے) کاروبار سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اس بنا پہ مملکت دکن کا انتظام خان دوران بہادر نصرت جنگ کو مالوہ سے تبدیل کر کے، اسکے حوالے کر دیا۔ گیا۔ اور اس کا منصب ہفت ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ اور ایک کروڑ دام (درھم) کا انعام ہوا۔ پھر بیگم صاحبہ کی بیماری کے پلٹا کھا جانے کی وجہ سے بادشاہ کی طبیعت رنجیدہ ہو گئی۔ اسی اثنا میں راجہ گج سنگھ راٹھور کا بیٹا امر سنگھ جو کچھ عرصہ کیلئے عرض سلام (حضور بارگاہ) سے روک دیا گیا تھا۔ جمعرات کی شام کو جمادی الاولیٰ کی آخری تاریخ میں آسمان مرتبت بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور صلابت خان میر بخشی نے اوسکو شہزادہ دارا شکوہ کے مکان کے خلوت خانہ میں جہاں بادشاہ تشریف فرما تھے زمین بوسی کا شرف حاصل کرایا۔ راجہ مذکورہ بائیں جانب کی صف میں اپنے حسب حیثیت

[1] صحیح داؤد

مقام میں کھڑا تھا۔ جس وقت کہ بادشاہ نماز مغرب سے فارغ ہو کر کسی امیر کے نام خاص اپنے قلم سے فرمان لکھ رہے تھے تو خان مذکور کسی ضرورت سے محل کی بالائی منزل سے نیچے آکر چار شاخہ شمعدان کے پاس نو اکران شاہی میں سے کسی کے ساتھ بات کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اچانک امر سنگھ دیوانوں[1] کی طرح کٹار لیکر دوڑا اور اس (صلابت خان) کے سینہ کے بائیں جانب (دل کے قریب) ماری۔ زخم لگتے ہی صلابت خاں کا کام تمام ہو گیا۔ خلیل اللہ خان اور ارجن ولد راجہ بھٹلداس گورو اور سید سالار بارہہ اور چھ سات لوگ منصبداروں اور گرزداروں رمسلح لوگوں) میں سے دائیں بائیں سے دوڑے اور ایکدم تیغ آبدار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اور بادشاہ کے حکم کے مطابق میر خان افسر فوج اور تلوک چند داروغہ غسل خانہ اسکی لاش اٹھا کر باہر لے گئے۔ تا کہ اسکے آدمیوں کے حوالہ کر دیں۔ (مگر) اس کے آدمیوں نے (یہ منظر دیکھکر) جان سے ہاتھ دھو کر دونوں (میر خان اور تلوک چند) کو قتل کر دیا۔ اور خود بھی مارے گئے۔

اٹھارہویں سال کے احوال مطابق ۱۰۵۴ھ

اس سال صلابت خان کو میر بخشی اور خلیل اللہ کو بخشی دوم کا عہدہ عطا ہوا۔ اور اسی سال علی مردانخان نے اپنے غلاموں میں سے فرہاد اور فریدوں کو سرداران کابل کی ایک جماعت کے ساتھ ملی قطعان کے ہوش ٹھکانے لگانے کے لئے بھیجا جو سبحان قلی ولد نذر محمد خان کے بیٹے کا اتالیق تھا۔ اور بلوچوں کی (مطیع جماعتوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ انہوں (فرہاد و فریدوں) نے بڑی مار

---

[1] ہیچ بطور دیوانگان

دھاڑ) اور جنگ و جدل کے بعد مخالفوں پر غالب آ کر فتح حاصل کی۔ دشمن کے ہمنواؤں میں سے زیادہ تر لوگ قتل و تباہ ہو گئے۔ اور ان کے بہت سے گھوڑے، اونٹ اور بکریاں، فریادی فریدوں لوٹ کر لے آئے۔ اسی سال شاہی علم آگرہ سے لاہور کی جانب اور وہاں سے کشمیر کی طرف بلند ہوئے۔ (روانہ ہوئے) پنجشنبہ کی رات میں ۱۱ شعبان کو دارا شکوہ کے محل میں سلطان پرویز کی لڑکی کے شکم سے بیٹا پیدا ہوا۔ سپہر[۵] شکوہ نام رکھا گیا۔ (اسی سال) خانزوراں ناظم دکن[۲] بادشاہ کے بلاوے پر بارگاہ میں حاضر ہوا اور راجہ جے سنگھ جو اس کا مددگار (نائب ناظم) تھا ملک دکن کی حفاظت پر مامور ہوا۔ نیز اسی سال بادشاہ کی بڑی بیٹی بیگم صاحب کی صحتیابی کا جشن (صحت) منایا گیا۔ دربار عام کے محل کی نہایت آرائش کی گئی۔ اور ہر قسم کے جواہرات اور نقدیاں اس پاکدامن (خاتون) پر قربان کی گئیں۔ ہر ایک امیر اپنی اپنی حیثیت کے مطابق انعام اور اضافہ (منصب) کی عنائتوں سے سرافراز ہوا۔ اسی فرشتہ خصلت ملکہ کی درخواست پر بادشاہ سلامت نے شہزادہ دنگ زیب کو (مناکہ) گوشہ نشینی سے نکالا۔ اور بے حد عنایات فرمائیں۔ اور حکیم محمد داؤد کو جو بیگم صاحب کا معالج تھا۔ خاص شاہی خلعت، دو ہزاری (ذات)، دو سو سوار کا منصب خاص شاہی اصطبل کا گھوڑا مع سنہری زین کے ہاتھی، پانسو تولہ کی ایک اشرفی اور اتنے ہی وزن کا ایک روپیہ مرحمت فرمایا۔ اور عارف خدمت گار کو جس نے بدن کے ان زخموں کے دوا دارو کی خدمت بڑی محنت اور دلسوزی کے ساتھ کی تھی۔ جو جلنے کی وجہ سے پیدا ہو گئے تھے۔ روپیوں میں تلوایا گیا۔ اور اسکے ہموزن (اترے ہوئے)

---

[۵] صحیح سپہر شکوہ [۲] صحیح ناظم دکن

سات ہزار روپیہ، خلعت، گھوڑے اور ہاتھی کے ساتھ اس کو مرحمت ہوا۔ (علاوہ ازیں) پانچ لاکھ روپیہ جسکی نذر اسکے صحت ہونے پر بادشاہ نے کر رکھی تھی۔ غربا[1] کو دیدیا گیا۔ اسمیں کچھ روپیہ مکہ معظمہ اور کچھ روپیہ ایک مرصع قندیل (چراغدان) کے ساتھ، جو ملکہ (بیگم صاحبہ) کے حسب الحکم تیار ہوا تھا۔ مدینہ منورہ بھیجا گیا۔ اور گاموں نامی ایک نقیب بھی جسکے علاج سے بعض خطرناک زخم[2] اچھے ہو گئے تھے۔ چاندی میں تلوایا گیا۔ اسکے ہموزن رقم خلعت، گھوڑے ہاتھی کے ساتھ اور ایک گاؤں مع لگان کے خود اسکے وطن میں اُسے مرحمت ہوا۔ بیگم اور شاہزادوں کی جانب سے بھی اُس نے بڑا انعام پایا۔ اور چونکہ محمد علی فواحدار قلعہ اس نقیب کو لایا تھا۔ اسلئے وہ بھی مستحق عنایت ہوا۔ اور خان کا خطاب پایا۔ (غرض) اس جشن جیسا عمدہ اور فیض رساں جشن کبھی نہیں منایا گیا تھا۔ ملکہ مذکورہ (بیگم صاحب) نے مہربان باپ کی اُن مہربانیوں کے شکریہ میں جو اس سلسلہ میں ظہور میں آئی تھیں۔ اس سال کے جشن وزنی سمشی کا خود ذمہ لیا۔ اور بہت کچھ نذرانے اور رقوم تصدق ونثار پیش کیں۔ سو نامور امیروں اور ارکان سلطنت کو بیش قیمت خلعت دیئے۔ نیز اسی سال شہزادہ اورنگ زیب کو خلعت مع تہادری[3] رواسکٹ، دو خاص شاہی گھوڑے سنہری پچی کاری کی ہوئی اور سادہ سنہری زین کے ساتھ، ایک ہاتھی روپہلی سازو سامان کے ساتھ عطا ہوا۔ اور صوبہ گجرات کے انتظام پر بھیجا گیا۔ اس سال کشمیر میں تشریف آوری پر ظفر خان کے عمدہ سلوک سے رعایا اور بقیہ باشندگان کا خوش رہنا معلوم

---

[1] مصرف:- وہ لوگ جن پر خیرات کا مال دیا جائے۔ [2] صحیح جراحات:- مشورہ
[3] صحیح باسادری۔

ہو کہ خداوند زمانہ (بادشاہ) کی خوشنودی دل کا باعث ہوا۔ (ظفر خان نے) ایک لاکھ روپیہ انعام پایا۔ طالب حکیم نے بادشاہ کی تشریف آوری کشمیر پر مبارکباد کا قصیدہ پیش کیا۔ اور خلعت اور دو سو اشرفی کے انعام کا فخر حاصل کیا۔

اسی سال، خان دوران نصرت جنگ جو[1] حضور شاہی سے صوبہ دکن کی طرف جا رہا تھا۔ لاہور سے دو کوس کے فاصلہ پر ہفتہ کی رات کے آخری حصہ میں ۶ ماہ جمادی الاولیٰ کو (اس کے) ایک خدمت گار نے اس کے پیٹ میں کٹار گھونپ دی۔ زخم کاری لگا۔ ایک دن گذرنے کے بعد دنیا سے کوچ کر گیا۔ وصیت کے مطابق اسکے ترکہ میں سے کچھ حصہ اسکے بیٹوں کو ملا۔ اور بقیہ رقم جو مبلغ ساٹھ لاکھ روپیہ نقد تھا۔ خزانہ سرکار میں واپس ہوا[2]۔ اس کا اور اسکے باپ دادا کا مدفن گوالیار ہے۔ ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار دو اسپہ وسہ اسپہ اس کا منصب تھا۔

انیسویں سال کے حالات مطابق ۱۰۵۵ھ

یکم جمادی الثانیہ کو اسلام خان نے خلعت خاصہ، جڑاؤ تلوار اور کٹار اصطبل خاص کے طلائی اور طلاکاری کی ہوئی زین والے دو گھوڑوں، نقرئی ساز و سامان والے ہاتھی اور ہتھنی، ہزاری ذات ہزار سوار کے اضافہ کے ساتھ شش ہزاری شش ہزار سوار کے منصب سے جنمیں پانچ[3] ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ تھے۔ اور دوسری عنایتوں سے سرافرازی حاصل کی اور دکن کے چاروں صوبوں کے انتظام کی خدمت پر مامور ہوا۔

---

[1] صحیح: نصرت جنگ کہ از حضور الخ [2] صحیح گردید۔
[3] صحیح سرفرازی۔

اور سعد اللہ خاں نے خلعت خاصہ اور اسلام خاں کے تبادلہ[1] میں وزارت اور جاگیرات شاہی کی خدمت کا اعزاز (حاصل کیا) اور اصل و اضافہ (ملاکر) چار ہزاری چار ہزار سوار کے منصب (پایا۔ اور) جڑاؤ قلمدان کی بخشش سے سر بلند ہوا۔ چونکہ کثرت کارگذاری و فرض شناسی کی وجہ سے روز بروز ترقی کرتا رہا (چنانچہ بالآخر) ۲۰ ماہ رجب کو وزیر اعظم کے بلند درجہ پر پہنچگیا اور خلعت خاصہ اور اصل و ترقی (ملاکر) پانچہزار ذات اور ڈیڑھ ہزار سوار کے منصب پر پہنچا[2]۔ اسی سال امیر الامراء علی مردانخان[3] کی کوشش سے قلعہ کھمرد فتح ہوا۔ اور خود اُسنے کابل سے آگے بڑھکر بدخشان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اس موقع پر طردی علی نے کھمرد پر حملہ کر دیا۔ اور اسکے بغیر ہی کہ یہ محافظین قلعہ کی حالت تنگ بنائے۔ وہ خود ہی امان طلب کرکے قلعہ سے باہر آگئے۔ یعنی قلعہ حوالہ کر دیا اسلئے) امیر الامراء کا اس طرف (بدخشان) جانا مصلحت کے خلاف سمجھا اور پلٹ آیا۔ اور بادشاہ نے ایسے وقت میں جبکہ نذر محمد خاں مع اپنے بیٹوں اور نوکروں چاکروں کے پھنسا ہوا تھا۔ امیر الامراء کا واپس چلے آنا ناپسند کیا۔

اسی سال جاں نثار خاں پسر زبردست خاں کو شاہ صفی کی تعزیت اور شاہ عباس ثانی کی تخت نشینی کی مبارکباد کے لئے ایران روانہ ہو گیا۔ مرسلہ خط کا ایک فقرہ کا (عنوان) یہ تھا"

---

[1] صحیح :- از تغیر [2] صحیح رسید [3] یہاں عبارت رہ گئی ہے مطابق اصل تصحیح

علی مردانخان قلعہ کھمرد مفتوح شد و خود از قابل پیشتر رفتہ رو بہ تسخیر بدخشاں نہاد

دریں فرصت طردی علی بہ کھمرد شتافت و بے آنکہ کار بر حارسان تنگ کند آنہا امان طلبیدہ برآمدند

و امیر الامرا رفتن الخ

"(یہ خط) اُس بیٹے کی برکت تخت نشینی پر مبارک باد دینے کے سلسلہ میں لکھا جاتا ہے۔ جو کامگار، نامور اور بلند رتبہ فرزند زادہ ہے۔ سلطنت وعظمت کی ڈبیہ کا بہترین موتی اور حکومت وجلال کے برج کا بڑا ستارہ ہے۔ پاکیزہ پشتوں کا نچوڑ، اور بزرگ باپ دادا کی اولاد ہے"

اور (اس خط کے ساتھ) ہندوستان کی نفیس و نادر چیزیں جن کی قیمت تین لاکھ پچاس ہزار روپیہ تھی۔ اسکے (جانثار خاں) ہمراہ بھیجیں۔ ۱ ماہ شعبان کو اقبالمندی کے پرچم کشمیر سے لاہور کی طرف حرکت میں آ گئے۔ اور ۱۵ ماہ رمضان کو لاہور میں رونق افروز ہوئے۔ اور شاہزادہ مراد بخش نے ملتان سے آکر شرف اظہار نیازمندی حاصل کی۔ ۲۹ رمضان کو نورجہان بیگم کا انتقال ہو گیا۔ اور لاہور میں اپنے بھائی آصف خان کی قبر کے پاس مدفون ہوئی (اسی سال) علی مردانخان پشاور سے آکر حاضر خدمت ہوا۔ اور سعداللہ اصل و اضافہ (ملاکر) ششش ہزاری دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا۔ اسی سال شاہزادہ شجاع کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا زین العابدین نام تجویز ہوا۔ چونکہ بادشاہ سلامت امیر تیمور صاحب قرآن کے دارالسلطنت۔ سمرقند بلخ اور بخارا کو فتح کرنے کے بہت آرزومند تھے۔ خصوصاً اس وقت سے کہ نذر محمد خان بادشاہ کی تخت نشینی کے پہلے سال میں ہی کابل کو تاراج کرنے کی نیت سے لشکر کشی کر کے (ناکام) واپس چلا گیا تھا۔ اور (پھر) کچھ عرصہ کے بعد اسکے ظلم و زیادتی سے بلخ کے اندر بدنظمی پیدا ہو گئی تھی۔ (تو اس وقت) اس مہم کو سرکرنا سب کاموں سے مقدم جانتے ہوئے۔ ممالک کشا فوجوں کے

۱؎ صحیح:۔ فرزندزادہ: پوتا ۲؎ صحیح بہین :۔ بہترین ۳؎ صحیح نقاوۂ اصلاب۔

کے پیچھے کابل کی طرف کوچ کر گئے۔ (یعنی بادشاہ کابل پہنچا) اور اپنے جانے سے پہلے بطور ہراول کے حسب طلب نذر محمد خان (یعنی) جسنے اپنی حماقت سے دشمن سے مدد مانگی تھی۔ شاہزادہ مرادبخش کو امیر الامرا علی مردانخان کی مدد کے سہارے[1] پر بھیجدیا، جس کے ہمراہ اپنے ولایتی اہل قبیلہ کی فوج تھی۔ اور جو ان علاقوں[2] اور وہاں کے مضافات و توابع سے پوری واقفیت رکھتا تھا۔ (چونکہ) نذر محمد خاں کے دوسرے بیٹے[3] خسرو کو المانیوں کی لوٹ مار اور فساد سے (عاجز آکر) درگاہ شاہجہانی کے سوا اور کوئی پناہ گاہ نہ ملی (۱۰۵۵ھ) وہ آکر شاہزادہ مرادبخش سے ملا۔ شاہزادہ نے ملاقات کے وقت فرش کے (دوسرے) سرے تک جاکر اسکا استقبال و معانقہ کیا۔ اور اپنی مسند کے برابر جگہ دی۔ اور اسکی بہت دلجوئی کر کے باپ کی خدمتمیں بھیجدیا۔ وہ حاضر خدمت ہوا۔ اور دو لاکھ روپیہ کی نقدی و جنس انعام میں پائی۔ جب شاہزادہ مرادبخش بلخ کے آس پاس پہنچگیا۔ تو نذر محمد خان نے اپنے بیٹوں بہرام اور سبحان قلی کو استقبال کے لئے بھیجا۔ مرادبخش نے ان کا احترام کیا۔ اور تسلی خاطر کے لئے اُن سے کہا۔ کہ خان (نذر محمد خان) سے کہدو کہ ہندوستان سے بے شمار لشکر آگیا ہے۔ جس قسم کی مدد (المانیوں کے خلاف) چاہو گے ملے گی۔ دوسرے روز قلعہ کے پاس پہنچکر حکم دیا کہ قلعہ پر قبضہ کرلیں۔ نذر محمد خاں یہ حال دیکھکر ڈر گیا۔ اور ایران کی طرف نکل گیا۔ اور شاہ عباس کے پاس جاکر پناہ لی۔ شاہزادہ نے ایک جماعت اسکے تعاقب میں روانہ کی۔ وہ مقدور[4] بھر پیچھا کرنے کے

۱؎ با امید اعانت علی انجح ۲؎ طرفہا و ایالات آنجاہا ۳؎ صحیح طاقت۔

کے بعد (ناکام) لوٹ آئے - اور خلیل اللہ خان کو ملتفت خان[۱] وغیرہ کے ہمراہ اسکے مال و اسباب کو جمع کر کے ضبط کر لینے کے لئے بھیجا - بارہ لاکھ روپیہ کا جڑاؤ اور سنہری سامان و دیگر اشیاء اور تقریباً دو ہزار پانسو گھوڑے گھوڑیاں اور تین سو اونٹ اونٹنیاں ضبط کی گئیں - اور دفتر کے کلرکوں اور تحویلداروں سے معلوم ہوا کہ اس کی تمام پونجی[۲] ستر لاکھ روپیہ تھی - جسمیں سے بارہ لاکھ سے زاید شاہزادہ کے قبضہ میں آگئی - اور تقریباً پندرہ لاکھ بخارا میں اسکے قرشی سے بلخ کی طرف بھاگتے ہوئے لٹا - اور کچھ پر عبدالعزیز خان نے قبضہ کر لیا - اور بہت سا المانی[۳] اور دوسری فوجوں نے لوٹ لیا اب جو کچھ باقی بچا اسمیں سے کچھ بوقت پریشانی (نذر محمد خان نے) اپنی فوج کو دیا - اور زیادہ تر اوزبکی، المانی اور قلماقانی[۴] اور روسی فوجوں نے لوٹ لیا تھا۔ (غرض) نذر محمد خان، شیر خان (سالار افواج شاہزادہ) سے شکست کھا کر قتلق محمد اپنے بیٹے اور تھوڑے سے اوزبکیوں کے ساتھ اندخود[۶] سے چول[۵] کے راستہ مشہد مقدس سے گذرتا ہوا - اصفہان میں شاہ عباس کے پاس چلا گیا - اور اسکے (دوسرے) بیٹے، اہل و عیال اور تین لڑکیاں آستانہ[۷] شاہجہانی پر پہنچیں - اس کا بیٹا) بہرام، شاہانہ خلعت خاصہ مع قبائے زرتار و طرہ و دستار مرصع اور پنجہزاری ذات و ہزار سوار کے منصب اور ایک لاکھ اشرفی کے انعام سے مفتخر ہوا - (دوسرے بیٹے) عبدالرحمن کو دارا شکوہ کے حوالہ کیا - تاکہ اس کی پرورش کرے اور سو روپیہ یومیہ اس کا روزینہ مقرر ہوا - اور عورتوں کو بیگم صاحبہ نے اپنے پاس بلا کر طرح طرح کے انعام و اکرام سے نوازا - (ادھر)

۱؎ صحیح خلیل اللہ خان را با ملتفت خان الخ - ۲؎ صحیح: - اندوختہائے او ۳؎ صحیح المانیان
۴؎ صحیح قلماقان ۵؎ براہ چول ۶؎ صحیح اندخود - نام مقام ۷؎ صحیح لبدہ -

شاہزادہ مراد بخش کو کچھ تو اوزبکی اور اس علاقہ کی مضافاتی فوج سے خطرہ تھا اور کچھ وہاں کی آب و ہوا بھی موافق نہ آئی۔ اسلئے بار بار عرضیاں بھیجکر وہاں سے واپس آجانے کی اجازت طلب کرتا رہا۔ (بالآخر) حکم ملے بدون ہی حاضر خدمت ہونے کے ارادہ سے چلدیا۔ شاہزادہ کی یہ حرکت بادشاہ کے مزاج کو ناگوار گذری۔ اور اسکو جاگیر ملتان کی ضبطی اور منصب سے معزولی کی سزا دی۔ جب وہ کابل کے قریب پہنچا تو حاضری دربار کی ممانعت کر دی گئی۔ اور فرمان جاری ہوا کہ شہر (کابل) میں داخل نہ ہو۔ پشاور میں جاکر (معطل) بیٹھا رہے۔ اور سعد اللہ خان (اپنی فوج کی دلداری کرنے اور بلخ کے انتظامات سنبھالنے کی اجازت پاکر گیارہ روز کے اندر وہاں پہنچگیا۔

بیسویں سال کے واقعات مطابق ۱۰۵۶ھ

اس سال بادشاہ سلامت نے میر عزیزہ کو عنایات اور دلی خیالات کے اظہار پر مشتمل ایک خط دیکر نذر محمد خان کے پاس[1] سفارت کے طور پر ایران بھیجا۔ اس دوران میں نذر محمد خان، اصفہان آکر پھر خراسان کی طرف لوٹ چکا تھا جب میر عزیزہ اصفہان پہنچا تو اسکے (خراسان) لوٹ جانے کی خبر سنکر یہ چاہا کہ جہاں بھی وہ ہو۔ اُسی جگہ پہنچکر اسکو خط پہنچادے[2] (لیکن) حاکم ایران نے اس بات کو پسند نہ کیا۔ اسلئے میر مذکور نے ٹھہر کر حقیقت حال درگاہ شاہی میں پیش کی۔ حکم ملا کہ اُسکے پیچھے نہ جائے۔ (بلکہ) شاہ ایران سے اجازت لے کر روانہ درگاہ ہو جائے۔ اُسی سال سعد اللہ خان نے بلخ سے واپس آکر شرف آستان بوسی حاصل کیا۔ اور اسی سال بلخ و بدخشان کی فتح کا

---

[1] صحیح نذد نذر محمد خان [2] صحیح رسانند [3] صحیح بدارائے۔

بشارت نامہ ارسلان بیگ کے ہمراہ حاکم ایران کو بھیجا گیا[1] - اور (اب) شاہی پرچم کابل سے دارالسلطنۃ لاہور میں سایہ فگن ہو گئے - (بادشاہ لاہور آ گئے) اور اس سال کے جشن وزن شمسی میں شہزادہ مرادبخش کی خطائیں معاف فرما کر پھر سابق منصب کی عطا سے اسکو سرفراز فرما دیا - حسب الحکم شہزادہ اورنگ زیب نے حاضر دربار ہو کر شرف آداب بجا آوری حاصل کیا - بادشاہ نے اُسے بدخشان و بلخ کی فتح پر مامور کر کے اس طرف روانہ کر دیا - اور سعید خان بہادر جو ملتان سے آیا تھا - شاہزادہ اورنگ زیب کی جگہ (گجرات) میں تعینات ہوا اسی سال قدیم مزاج دان نوکر اصالت خان کی خبر موت سنکر بادشاہ کو بڑا[2] رنج ہوا - (اسی سال) میرزا نوذر صفوی نے بلخ سے آکر نذر محمد خان کے شکاری پرتوے جنہیں پانچ طویغوں (ایک خاص قسم کے) باز بھتے بطور نذر گذرانے - اور اصل و ترقی ملا کر تین ہزاری دو ہزار سوار کے منصب سے نوازا گیا - (اب) بادشاہ سلامت نے خود بھی کابل کا عزم سفر کیا تاکہ شہزادہ اورنگ زیب کی پیٹھ بادشاہ کی مدد سے قوی رہے - اسی سال ستی خانم نے دنیا سے کوچ کیا - بادشاہ اس خبر کو سنکر بہت رنجیدہ ہوئے - یہ (ستی خانم) طالب آملی کی بہن تھی - اور ممتاز محل کے وقتوں سے حکیم مسیح الزمان کے ساتھ تقرب اور دیرینہ خدمت گاری کے اصول خوب جانتی تھی - فن طب اور علم قرأت (تجوید) سے بھی واقف تھی - ملکہ جہاں بیگم صاحب نے اسکے پاس پڑھا تھا - اور چونکہ اسکے کوئی بیٹا نہ تھا - اسلئے اس نے (اپنے بھائی) طالب[3] کی دو بیٹیوں کو متبنی بنا لیا تھا - (جنہیں سے) بڑی عاقل خاں کے نکاح میں تھی - اور چھوٹی رحمت خان کے (غرض) شاہزادہ اورنگ زیب یکم جمادی الاولی کو بلخ پہنچگیا - اور شہر میں داخل

---

[1] صحیح لیسے - [2] صحیح طالبا [3] صحیح درنکاح -

نہوا۔ (ملکہ) اس شہر سے ایک کوس کے فاصلہ پر جہاں بہادر خان نے خیمہ لگا رکھا تھا۔ لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیا۔ دوسرے روز شہر پناہ کے اندر داخل ہوا۔ اور قلعہ کے اندرونی اور فصیل کے بیرونی حصوں کا معائنہ کیا۔ شہر کا نظم و نسق کر چکنے کے بعد، وہاں کے باشندوں میں سے ہر شخص پر اسکی حیثیت کے مطابق انعام و اکرام فرمایا۔ مادھو سنگھ ہاڈا کو قلعہ کی حفاظت پر اور شمشیر خان ترین کو منصبداروں، احدیوں[1] اور بندوقچیوں کی ایک جماعت کے ساتھ شہر کی نگرانی پر لگایا۔ اور خیرخواہ لوگوں کی فوج کی ترتیب یوں قرار پائی۔ کہ قلب فوج کی تو شاہزادہ ڈھارس بندھائے (افسری کرے) اور بہادر خان اس تمام فوج کے ساتھ، جو اسکے ہمراہ بلخ[2] میں تھی۔ ہراول کی خدمت انجام دی امیر الامرا مردان خان میمنہ (دایاں بازو) اور سعید خان بہادر ظفر جنگ میسرہ (بائیں بازو) میں رہے۔

(الپس) جب (اس ترتیب کے ساتھ) تیمور آباد میں جا اترے اور اوزبکی افواج نے چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ تو جو شخص جہاں اترا ہوا تھا۔ اسی جگہ دشمن کی فوج سے مصروف جنگ ہو گیا۔ جب اورنگ زیب نے اوزبکیوں کا زور کا دھاوا امیر الامرا مردان خان پر ہوتا دیکھا تو ایک فوج کو مدد کے لئے بھیجا۔ (لیکن) اس سے پہلے ہی کہ کمک پہنچے۔ امیر الامرا اپنے مخالفوں کو شکست دے چکا تھا۔ اور سعید خان بہادر ظفر جنگ، جو ابھی تک بیماری کی وجہ سے کمزور تھا۔ اپنے آپ قیام گاہ (معسکر) میں رہا۔ اور اپنا لشکر ترتیب کے مطابق شاہزادہ کی بائیں جانب تعینات کر رکھا تھا۔ جب دشمن کی فوج نے اسکے لشکر پر حملہ کیا۔ تو لشکر کی حالت خراب ہو گئی۔

---

[1] احدی:- وہ سپاہی کہلاتے تھے جنکے لئے حالت امن میں کوئی کام نہ ہوتا۔ لیکن بوقت جنگ یہ جانبازی میں یکتا رہتے تھے۔ اسی سے احدی بیکار اور کاہل کے معنی بولنے لگے ہیں۔ [2] صحیح بادور بلخ بود ہراول۔ وامیر الامرا اعلیٰ الخ

خان مذکور اپنی ساتھ کی جمعیت کے ہمراہ گھوڑے پر سوار ہوکر بجلی اور آندھی کی تیزی کے ساتھ آ پہنچا - اور بیماری کی کمزوری کے باوجود گھوڑے پر سوار ہوکر خود دشمن پر حملہ آور ہوا - ایسی جان آزمائی کہ اپنے ہاتھ سے کئی[1] شخصوں، کو زخمی کر دیا - اور اپنے جسم پر بھی نو زخم کھائے - آخر کار گھوڑے سے گر پڑا - اور (اسکے اور) اسکے بیٹے لطف اللہ خاں اور خانہ زاد خان نے کاری زخم کھا کر جان قربان کر دی (اب) شاہزادہ خود مخالفت سے جنگ کا قصد کر کے لشکر[2] کو چاروں طرف سے بیچ میں لے کر روانہ ہوا - (ادھر) ازبکیوں[3] نے ایک جماعت کو دائیں بائیں دکھاوے[4] کے لئے تعینات کر دیا - اور بقیہ سب نے ایک دم (شاہزادہ کی) ہراول فوج پر حملہ کر دیا - چونکہ توپ خانہ والوں نے اور بہادر خان نے ان کی مدافعت میں کامیاب و مستحسن جد و جہد سے کام لیا تھا - اسلئے ازبکی پلٹ کر اپنے لشکر گاہ کی طرف بھاگنے لگے - اسی اثنا میں بیگ اوغلی نے بڑھ کر ازبکی افواج کو بھاگنے سے روکا - اور واپس[5] لے آیا - ایک دستہ کو ہراول (شاہزادہ) کے سامنے لگا کر بقیہ لشکر کے ساتھ امیر الامرا کی فوج پر حملہ کر دیا - امیر الامرا مردانگی ان مردانہ وار ڈٹ کر مقابلہ کرتا رہا - (اتنے میں) شاہزادہ[6] بھی کمک سے آیا (جسکے بعد) ازبکی شکست کھا کر[7] بھاگ گئے اور تمام خیمے، سامان، اونٹ[8]، چوپائے، جو ان ذلیلوں کے کیمپ میں تھے - (سب) شاہزادہ کی فوجوں کے ہاتھ آئے -

---

[1] صحیح چند - [2] صحیح اردو را [3] صحیح اوزبکان [4] صحیح نمودداری - [5] صحیح بر گردانید - [6] صحیح شاہزادہ ہم بر کمک الخ [7] صحیح خوردہ [8] صحیح شتر و دواب

اکیسویں سال کے واقعات مطابق ۱۰۵۷ھ

جب یہ بات علم میں آئی کہ اوزبکی گروہ[۱] بدخشاں پہنچکر فتنہ و فساد کا غبار برپا کرنا چاہتا ہے۔ تو شاہزادہ مراد بخش مدافعت کے لئے بدخشان کی جانب روانہ ہو کر موقع پہ پہنچا۔ اسی اثنا میں اوزبکیوں کے ارادہ فسخ کر دینے کا علم ہوا اسلئے مراد بخش کو واپسی کا حکم پہنچا۔ اور وہ حسب الحکم واپس آ کر صوبہ کشمیر کے انتظام کے لئے روانہ ہو گیا۔ ۱۴ شوال ۱۰۵۷ھ کو اسلام خان ناظم چار صوبہ دکن نے جو ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ کا منصب رکھتا تھا۔ انتقال کیا۔ اورنگ آباد میں مدفون ہوا۔ اسکے بیٹے منصبوں[۲] میں اضافہ و دیگر عنایتوں سے سرافراز ہوئے۔ اسی سال نذر محمد خان نے ایک اطاعت و اخلاص کے مضمون کا خط شاہزادہ اورنگ زیب کے نام بھیجکر یہ چاہا کہ اسکے وسیلہ سے گذشتہ (جرموں) اور اپنے حالات کی خرابی کا کفارہ کرے (چنانچہ) شاہزادہ نے اوسکا خط اپنی رپورٹ کے ساتھ باپ کی خدمت میں بھیجدیا۔ فرمان ملا کہ وہ فرزند (اورنگ زیب) خان سے ملاقات کے بعد بلخ اُسے واپس دیکر روانہ بارگاہ ہو جائے۔ اور شاہزادہ شجاع کو کابل میں بھیجکر یہ طے پایا۔ کہ جب اورنگ زیب ہندوکوہ سے گذرے تو وہ کابل سے آستانۂ سلطنت پہ حاضری کے مقصد سے چل پڑے۔ چونکہ ہندوستانی فوجوں کے لئے[۳] بلخ میں رہنا (وہاں کی آب و ہوا کے باعث) ناممکنات میں سے تھا۔ اور علی مردان خاں اپنے تباہی لشکر کے مٹھی بھر آدمیوں کے ساتھ کہانتک مقابلہ کر سکتا تھا۔ اسلئے شاہزادہ

---

۱ صحیح ہمگروہ ۲ صحیح :- مناصب ۳ صحیح :- فوج ہند را اقامت

اورنگ زیب نے نرمی برتنے میں ہی مصلحت سمجھکر بلخ کا قلعہ (کہ ابھی تک اتنا ہی قبضہ میں آسکا تھا)، نذر محمد خان کے حوالے کردینا ہی مناسب خیال کیا[1] مگر نذر محمد خان مرض کا بہانہ کرکے خود نہ آیا۔ اپنے پوتے قاسم ولد خسرو کو شاہزادہ اورنگ زیب کی خدمت میں بھیجا۔ شاہزادہ نے اس کو بھی غنیمت جانا۔ اور شہر بلخ کی چہار دیواری اسکے سپرد کردی اور ساتھ کا غلہ جو لشکرگاہ شہر اور قلعہ میں تھا۔ اور اس وقت کے وہاں کے بھاؤ سے پانچ لاکھ کا بیٹھتا تھا[2] ۔ سب نذر محمد خاں کے حوالے کر دیا۔ صرف راستہ کی ضرورت کے مطابق ساتھ لے کر لوٹ آیا۔ سعید خان بلخ سے آکر (شاہزادہ سے) پہلے ہی حاضر حضور مورد عنایات ہو چکا تھا۔ (اب وہ) اعظم خاں کے تبادلہ میں گورنری کے عہدہ پر فائز ہوا۔ اور اعظم خان ولایت جونپور کے انتظام و نگرانی پر متعین[3] ہوا۔ اس مہم (جنگ بلخ و بدخشان) پر جو رقم خرچ ہوئی اس کی میزان چار کروڑ روپیہ ہے۔ جو تقریباً بیس کروڑ افغانی روپیہ کے اور چودہ لاکھ تومان عراقی کے برابر بیٹھتے ہیں۔ (اس لحاظ سے افغانی روپیہ تقریباً سوا تین آنہ اور عراقی تومان تقریباً دو روپیہ چودہ آنہ کا ہوتا ہے) اور بلخ وبدخشان کی آمدنی بشرط سازگاری موسم پچیس لاکھ روپیہ جو چالیس لاکھ افغانی کے برابر ہوتے ہیں۔ (اس لحاظ سے کابلی روپیہ ۱۰ آنے کے مساوی بیٹھتا ہے غرض) حساب میں بڑا فرق بیٹھتا ہے۔ نہ معلوم کہاں غلطی ہوئی ہے۔ اور چونکہ ولایت (کابل و بلخ و بدخشان) کے حساب (ایکسچینج)

---

[1] صحیح۔ بہ نذر محمد خاں سپردن اصلح الخ [2] صحیح می ارزید۔ بہ نذر محمد خاں الخ [3] صحیح مامور

اور وہاں کے سکوں کی مقدار و قیمت رہیں، معلوم نہیں اسلئے اس کو صحیح بھی نہ کیا جا سکا۔ (بادشاہ کابل سے) لاہور آ گئے۔ اور اسکے بعد آگرہ چلے آئے۔ شاہزادہ شجاع کابل سے آگرہ آیا اور از سر نو صوبہ بنگال کی عطائے جاگیر اسکے شامل حال ہوئی۔ (چنانچہ) عطا کئے ہوئے ملک میں جانے کی اجازت[۱] حاصل کی۔ شاہزادہ اورنگ زیب کو ملتان جانے کا حکم ملا۔ اور چونکہ اس سال قلعہ شاہجہان آباد دہلی کے لال قلعہ کی عمارتیں پایہ تکمیل کو پہنچ گئیں۔ اسلئے سلطنت کے پرچم دہلی کی طرف بلند کر دیئے گئے۔ ۵ رذی الحجہ ۱۰۴۸ھ اس قلعہ کی بنیادیں کھود کر جمعہ کی رات میں ۹ رمحرم کو ۵ بجکر بارہ منٹ (وقت) نجومی کے لحاظ سے اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس تعمیر پر ساٹھ لاکھ روپیہ صرف آیا۔ اور ۱۰۵۸ھ (تقریباً نو سال سے زائد) میں تکمیل کو پہنچا۔ ۲۴ ربیع الاول ۱۰۵۸ھ میں بادشاہ دریائے جمنا کے کنارے والے دروازہ سے جو شاہ نشین محل کی طرف جاتا ہے۔ قلعہ میں داخل ہو کر محل شاہی میں تشریف لائے۔ اور دولت خانہ کے دربار عام میں مرصع تخت پر رونق افروز ہوئے۔ بیش قیمت نذرانے پیش ہوئے۔ جن میں سے مبلغ بارہ لاکھ روپیہ کی مالیت کا سامان خود قبول فرمایا۔ اور چار لاکھ روپیہ کا بیگم صاحب کو انعام دیا۔ اور شاہزادہ داراشکوہ نے دس ہزار کی ترقی سے تیس ہزاری منصب پایا۔ اور سو شخصوں کے بیش بہا خلعت پاکر سر بلندی حاصل کی۔ چونکہ اس جشن کے دن سے جشن وزن قمری تک (صرف) نو دن کا فصل تھا۔ اسلئے حکم ہوا کہ نو کے نو دن جشن منایا جائے۔ اور ہر روز سو سو شخص خلعت پاتے رہیں۔ میر یحییٰ کاشی نے اس شہر

---

[۱] صحیح مشمول مواطفت شد و رخصت رفتن بملک عنایتی یافت سنہ ۲ صحیح پنجاہ ہشت۔

(دہلی) کی تکمیل کی تاریخ یہ نکالی ع۔ شد شاہجہان آباد از شاہجہان آباد۔ یعنی بادشاہ شاہجہان نے شاہجہان آباد (دلی) کو آباد کیا - ۱۰۵۸ھ ہزار روپیہ انعام میں (میر یحییٰ) کو ملا - اور ایک قندیل، سرور کائنات (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے روضہ مبارک پر سید احمد سعید[۱] کے ہمراہ بھیجا - جو دو لاکھ پچاس ہزار کی مالیت کا تھا۔ اور نیز حکم ہو گیا کہ کارپردازانِ گجرات ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ کا عرب کے قابل سامان تجارت خرید[۲] کر اس (سید احمد سعید) کے حوالہ کر دیں۔ تا کہ وہ اسمیں سے پچاس ہزار کا سامان مع نفع[۳] کے شریف مکہ کو دیدے۔ اور ساٹھ ہزار روپیہ کا مال بیچکر اسکے نفع سمیت مکہ معظمہ کے مستحقین[۴] کو پہنچا دے) اور پچاس ہزار روپیہ کا مال مع نفع کے مدینہ منورہ کو مستحقوں میں تقسیم کر دے۔

بائیسویں سال کے حالات مطابق ۱۰۵۶ھ

چونکہ شائستہ خان سے صوبہ گجرات کا انتظام بادشاہ کی مرضی کے مطابق نہ ہوسکا۔ اسلئے یہ صوبہ شاہزادہ داراشکوہ کو مرحمت ہوا - اور باقی بیگ جو شاہزادہ کی طرف سے صوبہ الہ آباد کا والی تھا۔ حاضر درگاہ ہو کر اصل و اضافہ کے ساتھ دو ہزاری ذات اور پانسو سوار اور غیرت خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا - اور گجرات (کا حاکم بنکر) گیا - اور صوبہ اڑیسہ معتقد خاں کو تبدیل کر کے شاہزادہ شجاع کی طرف سے ان کے ملازم جان بیگ ہروی کو دیدیا گیا (اسی اثنا میں مؤتمن الدولہ شیخ ابو الفضل کے شاگرد شیخ عبدالمجید لاہوری نے دس سال کے واقعات (تاریخی) مدون کئے - اور دو ہزار روپیہ انعام پایا - اس سال بادشاہ

---

[۱] صحیح: سید احمد سعید [۲] صحیح خریدہ [۳] صحیح مع بخشش [۴] بمستحقان

ہور چلے گئے ۔ اور سعد اللہ خان ہفت ہزاری اور ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز ہوا ۔ اور اسی سال سرگروہ اعیان سلطنت ظم خان نے تیز رفتار عمر کے چھیتر مرحلے طے کرنے کے بعد شہر جونپور میں نیا کو الوداع کہا

اس خاندان سروری کے فرزند (اعظم خان) کی جائے پیدائش و ورش قصبہ ساوہ ہے ۔ اور نام میر محمد باقر تھا ۔ اپنے وطن کے بڑے لوگوں میں سے تھا[۱] ۔ ایسے پسندیدہ خدمات اور اعلی کارناموں کے انجام دینے کے بعد وفات پائی ۔) جن کا ذکر اقبالنامہ جہانگیری اور پادشاہنامہ شاہجہانی میں ہے ۔ اور کچھ بطور نمونہ ان اوراق (سیر المتاخرین) میں مذکور ہے ۔ (نیز) بدہ میر بخشی ۔ وزارت عظمیٰ ، صوبہائے دکن ، بنگال ، احمد آباد ، الہ آباد گڑھ ، کشمیر ، اسلام آباد ، متھرا اور بہار کی نظامت جیسے بڑے عہدوں پہ مامور رہا ۔ آخر میں خطۂ علم و دانش یعنی جونپور کی نظامت پر سرفراز تھا ۔ ششش ہزاری منصب تھا ۔ دریائے جونپور کے کنارے پر جو باغ وایا تھا ۔ اس میں مدفون ہوا ۔ اس کی وفات کی تاریخ لفظ اعظم اولیاء اور عمیر باغ کی تاریخ ع بہشت ہم برلب آب جو سے نکلتی ہے ۱۰۵۸ھ ۔ اللہ تعالی س کی مغفرت کرے اور اس پر رحم فرمائے آمین ۔ بادشاہ سلامت اسکی فات کی خبر سنکر بہت متاثر ہوئے ۔ اور اس کی اولاد کو جن میں سے یک ملتفت خان ، دوسرا میر خلیل اللہ اور تیسرا میر اسحاق تھا ۔ منصب کے ے اضافہ اور دیگر عنایات سے تسلی و تشفی دی ۔ اور شاہزادہ مراد بخش کو جو

[۱] صحیح از اعیان دیار خود بود [۲] صحیح لیاق

کو جو حسب الحکم کشمیر سے آیا تھا۔ اسلام خاں کے تبادلہ میں صوبہ دکن کے
انتظام پر روانہ کر دیا۔ اور شاہنواز خاں جو ملک دکن کے بچاؤ پر مامور تھا
شاہزادہ کا اتالیق (نگران) مقرر ہوا۔ اسی سال قلعہ دار قندھار دولت
کی عرضی آئی کہ شاہ عباس ثانی حاکم ایران نے قلعہ مذکور کا محاصرہ کر لیا
(پس) اس بنا پر سعد اللہ خان اور (دوسرے امرا اس مہم[۱] پر مقرر ہوئے
اور شاہزادہ اورنگ زیب کو بھی حکم ہوا۔ کہ ملتان سے ادھر کے لئے روانہ
ہو جائے۔ اور مقررہ لشکر اسکے ساتھ جا ملیں اور[۲] خود بادشاہ نے بھی کابل
کا رخ کیا۔ حسب[۳] محاصرہ دو مہینے تک کھچ گیا۔ اور ایرانی فوجیں اپنے باد
کے حکم سے قلعہ کے برجوں پر چڑھ گئیں۔ تو دولت خاں قلعدار (شاہجہانی)
نے باہر آنا چاہا۔ (چنانچہ) شادی خاں، قبچاق خاں، نور الحسن، عبد اللطیف
دیوان اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ (قلعہ سے) باہر آگیا۔ اور شاہ
سے ملاقات کر کے ہندوستان کی طرف چلدیا۔ محراب خاں (ایرانی امیر) نے
جو قلعہ بست کو فتح کرنے گیا ہوا تھا۔ پچیس دن تک اس کا محاصرہ کئے
رکھا۔ وہاں کے قلعدار (شاہجہانی) پردلخان نے امان چاہا اور محراب خاں
سے آکر ملا۔ وہ قلعدار مذکور کو اپنے ہمراہ (اپنے) بادشاہ کی خدمت میں لے
گیا۔ اور سید اسد اللہ خان اور سید باقر (قلعہ) زمین داور کے محافظوں
نے سارو خاں کے پاس، جسنے اس (قلعہ) کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ پیغام بھیجا
کہ قندھار کے معاملہ کے کسی ایک جانب کے لئے طے ہونے تک (باہم ہم

---

[۱] صحیح :۔ پیوند دخود [۲] صحیح چجول [۳] صحیح شاہ سادید۔ [۴]
صحیح :۔ محراب خاں را دید۔

غونریزی نہ ہونی چاہیئے - (پھر) قندھار اور بُست کے (ایرانیوں کے ہاتھوں) فتح ہو جانے کی خبر آجانے کے بعد یہ دونوں شخص (قلعہ زمین داور سے) باہر آگئے اور دولت خان قلعدار قندھار کے پاس چلے گئے - پُردلخان تو اپنی مرضی سے سرزمین ایران کی طرف چلا گیا - اور دولت خاں جب شاہجہان کے حضور میں پہنچا - تو قدیم خدمت گاری کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی جان بخش دی - (لیکن) عہدہ سے برطرفی اور منصب، و خطاب سے معزولی کا عتاب اس پر نازل ہوا - شاہ ایران نے اپنے لوٹ جانے کے بعد ہندوستانی افواج کا (حملہ کرنے کے لئے) آنا یقینی سمجھ کر محراب خان کو بارہ ہزار سوار و پیدوں کے ہمراہ قندھار میں اور دولت اوغلی زنگیہ کو ایک جمعیت کے ساتھ قلعہ بُست میں تعینات کیا - اور خود ہرات کی طرف لوٹ کر وہیں رہ پڑا - اصفہان نہیں گیا -

تیئسویں سال کے واقعات مطابق ۱۰۵۹ھ

اس سال میں شاہزادہ اورنگ زیب نے سعداللہ خان وزیر کے ہمراہ قندھار پہنچکر قلعہ کا محاصرہ کیا - اور مورچے[۱] تقسیم کئے گئے - (مورچہ بندی کی گئی) - ساڑھے تین مہینے تک فصیل قلعہ کے گرد پڑے رہ کر اپنی سی کوشش کرتے رہے - (لیکن) کوئی ثمرہ مرتب نہ ہوا - ہندوستان کے شہنامے لکھنے والے مورخین اپنے بادشاہوں[۲] کی خوشنودی کے خیال سے ہندوستانی فوجوں کے واپس چلے جانے کی وجہ غلہ اور گھاس پانی کی کمیابی اور سخت سردی کی وجہ سے شاہجہان کا خود واپسی

---

[۱] صحیح مورچالہا - [۲] صحیح بادشاہان -

کا حکم دیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ (واقعہ یہ ہے کہ) چونکہ شاہ عباس ثانی کو شاہجہان کی قلعہ قندھار واپس چھیننے کے لئے انتہائی کوشش کرنے کا پورا پورا یقین تھا۔ اسلئے وہ قلعہ مذکور فتح کرنے اور اپنے ارکان دولت کے حوالہ کر دینے کے بعد (ابھی) اصفہان واپس نہیں گیا تھا۔ (بلکہ) محافظین قلعہ (قندھار) کو ہر قسم کی ضروری امداد دینے کے لئے ہرات میں، جو خراسان کا دارالحکومت ہے۔ پڑے[1] اور ڈالے ہوئے تھا۔

(پھر)، جب محراب خاں قلعہ دار قندھار کا عریضہ پہنچا۔ جسمیں شاہجہان کے کابل آجانے اور شاہزادہ اورنگ زیب کے سعداللہ[2] وزیر کے ہمراہ بہت سالارِ لشکر، بے شمار افواج اور کوہ پیکر ہاتھی لے کر قندھار پہنچنے کا حال لکھا تھا۔ حاکم ایران کے خلافت مآب پایہ تخت میں (اس عریضہ کے) پہنچنے پر (فوراً)، قضا کی طرح اٹل فرمان جاری ہو گیا۔ کہ نظر علی خان سوکمن حاکم اردبیل، نجف قلی خان زنگیہ افسر داروغہ اصطبل (یہ دونوں)، سپہ سالار سے پہلے بطور ہراول روانہ ہو کر (امراء شاہجہانی) قلیچ خان، قباد خان، خنجر خان، و اللہ قلی خان کو جنہیں قلعہ بست کا محاصرہ کرنے کے لئے روانہ کیا ہے۔ (پیشقدمی سے) روکنے میں مصروف ہو جائیں۔

اور مرتضیٰ قلی خان سپہ سالار، سیاوش خان داروغہ توپ خانہ اور مرتضیٰ قلی خان داروغہ میگزین، کا مگار افواج کی افسری پر روانہ ہوں۔ اور ایک جان ہو کر (اپنی) فتحمند فوجوں کی کمان کریں۔ محراب خان کے بھائی حاجی منوچہر، جو اپنے زمانہ کے بڑے بہادروں میں سے تھا۔ اس کی

---

۱ صحیح بادشاہان ۲ صحیح سعداللہ وزیر۔

۳ صحیح منصورہ۔

(شاہ ایران سے) یہ استدعا کی کہ بہادروں کی ایک جمعیت پہلے سے آگے روانہ کر دی جائے - قبول ہو گئی - اور وہی خود خاص غلامان شاہی کی ایک جماعت کو لیکر روانہ ہوا - اور تیز روی میں ہمراہوں پر سبقت کے خیال سے پچاس آدمیوں کے ساتھ (بقیہ اور) تمام لشکر سے پہلے ہی چل پڑا - اتفاق سے (ایسا ہوتا ہے کہ) جسوقت میں کہ قلیچ خان اور خنجر خاں نے اسکے بھتیجے کو قباد خان اور اللہ قلی خان اور تین ہزار سواروں کے ساتھ (قلعہ) گرشک اور زمین داور کے تاراج کرنے کے لیئے بھیجا ہوا تھا - تو اسوقت یہ بھی وہاں وارد ہو کر جماعت مذکورہ سے دو چار ہو جاتا ہے - اور دونوں طرف سے آستین دلیری سے شجاعت کے ہاتھ نکالکر اسلحہ جنگ کو استعمال میں لانے لگتے ہیں حاجی منوچہر خان قلعہ گرشک کی طرف پشت کر کے (اسکے بچاؤ میں) داد شجاعت دیتا ہے - (جسکے بعد) خنجر خان کی اپنے ہمراہیوں سمیت یہ رائے قرار پائی ہے - کہ زمین داور کی طرف روانہ ہو جائیں - اور وہاں کی لوٹ مار سے فارغ ہو کر لوٹتے وقت ایرانی فوج سے مقابلہ کریں - (لیکن) جب زمین داور سے لوٹ کر گرشک کی طرف روانہ ہوئے ہیں - تو اسوقت نجف قلی بیگ داروغہ اصطبل پانسو سواروں کے ساتھ گرشک پر وارد ہو جاتا ہے - اور حاجی منوچہر اور دیگر رفیقوں کو ساتھ ملا کر خنجر خاں کا سامنا روک کر آتش جنگ بھڑکا دیتے ہیں - داروغہ اصطبل ثابت قدمی سے جم کر دشمن کے گروہ[1] میں سے کچھ کو تلوار کی آگ میں بھون دیتا ہے - اور کچھ کو دریائے ہیرمند کے پانی میں غرق کر دیتا ہے - اور قلیچ خان یہ سنکر بحد بے قرار و بے صبر ہو کر قندھار کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے - (ادھر سے) نظر علی خان (سپہ سالار ایرانی)

---

[1] صحیح، گروہ

جب آتا ہے۔ تو وہ حکم شاہی کے موافق ایرانی فوج کی آمد کا انتظار کرنے کے بعد فرمانروائے ایران کے فرمان کے مطابق، صفی قلی بیگ شرحی باشی اور روشن سلطان ترکی کو بہادروں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ، شاہزادہ اورنگ زیب کے لشکر کے گرد و پیش حملہ آوری کے لئے متعین کر دیتا ہے یہ لوگ (مقام) باباڈولی[۱] تک جو چغتائی کیمپ کے پہلو میں واقع تھا۔ پہنچکر شجاعت کے پرچم بلند کر دیتے ہیں۔ ان واقعات کی اطلاع کے بعد ہی ایرانی بڑے افسروں کے نام شاہی فرمان جاری ہو گیا۔ کہ فتح نشان[۲] افواج سیاوش خان کے ہمراہ (کمک کے لئے) روانہ کر دی جائیں۔ اور سپہ سالار (مرتضیٰ قلی خان) اور داروغہ میگزین فوجوں کے پہنچنے تک دریائے ہیرمند کے کنارے یا جہاں مناسب سمجھیں ٹھہر کر انتظار کریں۔ (ادھر) شاہزادہ اورنگ زیب ایرانیوں کی دلیرانہ بہادری دیکھکر رستم خان دکھنی کو عہدہ سپہ سالاری پر فائز کرتا ہے۔ اور قلیچ خان اور بڑے بڑے سرداروں کی ایک جماعت کو کوہ پیکر ہاتھیوں اور مناسب توپ خانہ کے ساتھ امرائے ایران سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کر دیتا ہے۔ (اُدھر) بادشاہ ایران کا (جنگی) عملہ فرمان کے مطابق سیاوش خان کو بھاری فوج کے ساتھ روانہ کر دیتا ہے۔ (لیکن) مرتضیٰ قلی خان سپہ سالار (ایرانی) اور داروغہ میگزین (مرتضیٰ قلی خان جن کو انتظار کرنے کا حکم ملا تھا۔ اور) تھوڑی سی فوج کے ساتھ سیاوش خان (افسر توپ خانہ) اور دوسری تمام فوج سے پہلے روانہ ہو چکے تھے۔ (اسوقت) ان کے دلمیں یہ غرور پیدا[۳] ہوتا ہے۔ کہ عنقریب لشکر گراں آ ہی رہا ہے۔ جس سے چغتائی (شاہجہانی) لشکر کے مبرد

---

۱ صحیح تاباباولی ۲ صحیح نصرت آثار۔ ۳ صحیح گذشت۔

قرار کا قصر منہدم ہو جائے گا۔ اسلئے یہی بہتر ہے۔ کہ ہم انتظار کئے بغیر اپنی ساتھ کی فوج (قلیل) کے ساتھ ہی شاہزادہ کے لشکر پہ جلدی سے حملہ کردیں تاکہ یہ فتح دوسروں کے نام سے مشہور نہ ہو۔ یہ ارادہ پختہ کرکے نظر علی خاں سے ملکر (جنگی) صف بندی میں مصروف ہو گئے۔ (چنانچہ) امیر الامرا مرتضیٰ قلی خاں سپہ سالار، داروغہ میگزین (مرتضیٰ قلی خاں) کے ساتھ قلب لشکر میں تعینات ہوا۔ نظر علی خان (سوکلن حاکم اردبیل) کو جو گشتی فوج کے حمل ونقل پہ مقرر تھا۔ اُسے آگے بھیجا۔ اور داروغہ اصطبل الخیف قلی خاں، کو اسکی کمک کے لئے مقرر کردیتے ہیں اور سر براق خاں برتاق امیرالامرائے آذربائیجان کو کچھ امیروں اور بڑے بڑے توپچیوں کے ساتھ دائیں[۱] طرف (میمنہ پہ) اور خاص شاہی غلاموں اور خادموں کو امرا کی ایک جماعت کے ساتھ بائیں جانب (میسرہ پہ) متعین[۲] کردیتے ہیں۔ اتفاق سے اسی دن کے آخر میں دونوں حریفوں میں مڈبھیڑ[۳] ہو کر دونوں کے درمیان جنگ کی آگ بھڑک جاتی ہے۔ داروغہ اصطبل (مرتضیٰ قلی خان) شاہین آقا، قزلباش بیگ، جانی بیگ، [۴] [illegible] ۔ خاص غلاموں کا رسالہ اور بخت قلی خان بیگ، لپیر قزاق خان اور بقیہ سارو کی ساری جماعت (سب ملکر) دشمن کی فوج پہ حملہ کردیتے ہیں۔ اور بہادری و دلاوری کے نقد پہ ثبوت[۵] کا سکہ جمادیتے ہیں۔ مار دھاڑ کے دوران میں سر براق خان کا گھوڑا دشمن کے تیروں کی بوچھار سے گر پڑتا ہے۔ اور دشمنوں کی جماعت

---

۱ صحیح بابرنے ۲ صحیح مقرر ۳ صحیح واقع شد۔

۴ یوزباشی:- سو سپاہیوں کا افسر۔ ۵ صحیح بہ سکۂ ثبوت مسکوک

(اسپر) ٹوٹ کر دست شجاعت دراز کرنے لگی ہے (ایرانی) سرہداق خاں ثابت قدم رہتے ہوئے بہادروں کی ایک جمعیت کے ساتھ ان (دشمن) کی تباہ کاری سے عہدہ برآ ہو کر کوتل گھوڑے پر جو ساتھ تھا۔ سوار ہو جاتا ہے۔ اسی اثنا میں اس کا بھائی حاکم (الش ۱) طالش کی ایک جمعیت لے کر سرہداق کی امداد کے لئے دوڑا آتا ہے۔ اور پیاپے حملوں سے دشمن کی جماعت کا نظم توڑ دیتا ہے۔ بالآخر تاریک رات کے درمیان میں حائل ہو جانے کی وجہ سے طرفین جنگ بند کر دیتے ہیں۔ اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر واپس ہو جاتے ہیں۔ چغتائی سپاہ رُخ پھیر کر شاہزادہ اورنگ زیب کے کیمپ پر جا پہنچتی ہے۔ اور اس مذکورہ جماعت[۱] کے آنے کے بعد شاہزادہ اورنگ زیب کوچ کا نقارہ بجوا کر واپس لوٹ پڑتے ہیں۔ صبح صادق کے طلوع ہونے پر امرائے ایران نے حقیقت سے واقف ہو کر سیاوش خاں کو بہادروں کی ایک جماعت کے ساتھ شاہزادہ اورنگ زیب اور ان کے لشکروں کے تعاقب میں تعین کر دیا۔ ماجرا اپنے بادشاہ کی بارگاہ میں عرض کر دیا۔ اور فرمان شاہی کے مطابق راستہ کی خندق اور رخنوں کی درستی کرتے ہوئے۔ اور سرحدی[۲] قلعوں کا مستحکم نظم قائم کرتے ہوئے (واپس) چل پڑے۔ (اب) شاہ عباس (ہرات سے) مشہد مقدس کی زیارت کا شرف حاصل کر کے اصفہان کی طرف چلا گیا۔

انہی خدمات کے صلہ میں جن کا کہ ذکر ہوا شاہجہان بادشاہ نے اپنی درگاہ سے وابستہ لوگوں پر ہر ایک کے مرتبہ کے مطابق نوازشیں کیں۔ چنانچہ اورنگ زیب کو اصل و اضافہ ملا کر پندرہ ہزار ذات اور بارہ ہزار سوار

۱؎ صحیح در ود جماعہ مزلوبہ ۲؎ صحیح قلاع سرحد ووا

دو اسپہ و سہ اسپہ کا خطاب اور صوبہ کابل کی گورنری شرف خصوصی بخشا (اور کابل سے) دار الحکومت لاہور اور وہاں سے آگرہ کی طرف کوچ فرمایا۔ چونکہ شہزادہ مرادبخش کی اسکے اتالیق شاہنواز خان کے ساتھ موافقت نہ ہونے کے باعث دکن کے صوبوں کے مہمات جیسا کہ چاہیئے تھا۔ انجام نہیں پاتے تھے۔ اسلئے شاہزادہ کی طلبی کا فرمان صادر ہو گیا۔ اور شائستہ خان دکن کے چاروں صوبوں کے نظم و نسق پہ سرفراز ہوا۔ شاہنواز خاں کو مالوہ کی صوبہ داری ملی۔ اسی سال نذر محمد خان (والی بلخ) نے خط بھیجکر[1] اظہار تنگ دستی کر کے مدد خرچ مانگا۔ اور اپنے بال بچوں کو بلایا۔ شاہجہان نے علی مردانخان امیر الامراء کو حکم دیا کہ ایک لاکھ روپیہ صوبہ کے معتمد مددگاروں (ناہیوں) میں سے کسی ایک کے ہاتھ بلخ میں نذر محمد خان[1] کے پاس بھیجدے۔ خان (مذکور) کے تین بیٹوں میں سے جو شاہجہان کی رکاب کے ساتھ تھے۔ خسرو (جو بلخ کی فتح سے پہلے ہی باپ سے ناراض ہو کر چلا آیا تھا۔ اور باپ نے بھی اُسے نہیں بلایا[2] تھا اور اُسنے بھی جانا پسند نہ کیا) یہ یہیں رہا۔ بہرام کو ہندوستان کی دلچسپی لگ گئی تھی (ہند کی لذتوں نے گرویدہ بنا لیا تھا۔ (یہ بھی یہیں رہا) البتہ اعبداً جو دو سال دو ماہ بادشاہ کی خدمت میں رہا تھا۔ بوقت رخصت تیس ہزار روپیہ انعام پا کر روانہ ہو گیا۔ اور نذر محمد خاں کے متعلقین یعنی عورتیں آنے کے وقت سے لیکر جانے تک تین لاکھ کی نقدی اور زیور پا کر روانہ ہوئیں۔ شاہزادہ دارا شکوہ نے بھی جو عبدالرحمٰن کی غور و پرداخت پہ مامور تھا۔ باپ کے حکم کے مطابق جواہرات، نقری، طلائی اور

---

[1] صحیح نذر محمد خاں [2] صحیح نطلبیدہ بود۔

جڑاؤ ساسان (مالیتی) بیس ہزار روپیہ[1] اس کو دیا۔ اور یادگار چولاق، نذر محمد خاں کا سفیر، خلعت، مرصع خنجر اور پانچ ہزار روپیہ کے انعام سے سرفراز ہو کر انکے ساتھ روانہ ہوا۔ اور ایک لاکھ روپیہ اور[2] نذر محمد خاں کو بھیجدیا گیا۔ اور ایک مرصع تلوار اور پانچہزار روپیہ سبحان قلی خان کے لئے بھیجا گیا۔ اور ملا علاء الملک میر ساماں نے فاضل خان کا خطاب پایا۔ سعد اللہ خان کابل سے آٹھ دن کے اندر اندر بارگاہ میں پہنچگیا اور شاہزادہ دارا شکوہ اور اورنگ زیب نے بھی کابل سے آکر آداب بجا آوری کا شرف حاصل کیا۔ شہزادہ اورنگ زیب، جو صوبہ ملتان کی صوبہ داری پر تھا۔ صوبہ ٹھٹھہ بھی اسکے سپرد ہوا۔ اور ولایت بھکر اور سیوستان اس کو جاگیر میں عطا ہوئی اور وہاں جانے کی اجازت مل گئی۔ شہزادہ مراد بخش کابل کی صوبہ داری پر سرفراز ہوا۔ اور خلیل اللہ خان میر بخشی (افسر تنخواہ جات) بنا۔ امیر الامراء مردانخان کابل سے آکر صوبہ کشمیر کا جاگیردار مقرر ہوا۔ اور حکم ہوا کہ عبد النبی[3] بیگ کو نیابت کے طور پر بھیجکر[4] امیر الامرا خود کچھ عرصہ لاہور میں آرام کر کے بارگاہ میں حاضر ہو۔ شہزادہ دارا شکوہ نے جشن وزن شمسی میں جواہر سے آراستہ خلعت اور چار لاکھ روپیہ انعام پایا۔ سعد اللہ خان نے مسلسل نوازشوں کی وجہ سے منصب امارت کے تمام (ترقی کے) درجے[5] طے کر لئے تھے۔ اب کوئی مرتبہ باقی نہ رہا تھا۔ جس پر ترقی پا سکے۔ اسلئے اس کو تنخواہ میں دو کروڑ درہم اضافہ کی عزت حاصل ہوئی۔ جو سالانہ[6] تیس ہزار روپیہ ہوتے ہیں

---

[1] صحیح بدو داد [2] صحیح صد ہزار روپیہ دیگر بہ نذر محمد خان [3] صحیح عبد النبی [4] صحیح فرستادہ [5] صحیح متوالی مدارج منصب امارت [6] صحیح دوازدہ ماہہ

اور علی مردان خان بڑی عنایتوں سے سرفراز ہو کر صوبہ کشمیر میں چلا گیا، جو اُسے جاگیر میں ملا تھا۔

چھبیسویں سال کے حالات مطابق سنہ ۱۰۶۱ھ

اس سال (بیگم) اکبرآبادی محل کی (بنوائی ہوئی) مسجد کی تکمیل کو پہنچی۔ اور بادشاہ اسکی دلداری کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد مذکور میں تشریف لے گئے۔ اور دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کی۔ مسجد کی بنیاد رکھنے والی (بیگم) نے جواہرات اور مرصع ساز و سامان اور چاندی سونے کے بھرے ہوئے سترہ طبق قدموں میں نثار کرنے کے طور پر پیش کئے۔ (یہ مسجد) مبلغ ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ کے صرفہ سے دو سال کی مدت میں مکمل ہوئی۔ اسی سال نذر محمد کا خط (بادشاہ کی) مہربانیوں[1] کے شکریہ اور مزید عنایتوں کی درخواست کے ساتھ پہنچا۔ اور ادھر سے ایک لاکھ روپیہ نقد اور دو ہزار کی اجناس، خواجہ خاوند محمود کے ہمراہ (بھیجدی گئیں) اور وہ سب بقایا بھی جو بلخ فتح ہونے کے بعد نذر محمد خان کے مال و متاع کے سلسلہ میں داخل خزانہ سرکار ہو چکا تھا۔ (واپس کر دیا گیا) علاوہ ازیں) دس ہزار روپیہ نقد اسکے بیٹے) عبدالرحمن کے لئے بھیجدیا۔ چونکہ بادشاہ کی عمر سال ساٹھ[2] سے نکل چکی تھی۔ اسلئے اس زمانہ کے مفتیوں کے فتوے کے بموجب ماہ رمضان کے روزہ افطار کئے (نہ رکھے) اور مبلغ ساٹھ ہزار روپیہ (روزوں کا) فدیہ دیا اور ماہ رمضان مبارک کی راتوں[3] میں سے ہر رات میں غریب لوگ (بادشاہ

۱۔ صحیح: بانیہ ۲۔ صحیح ستین ۳۔ صحیح لیالی۔

کے) جاہ وجلال والے دستر خوان فیض سے اقسام و انواع کے کھانے اور طرح طرح کے (لذیذ) شربت سے فیضیاب ہوتے رہے - اور یہ طے کردیا گیا کہ ہر رمضان کے مہینہ میں یہی معمول رہے - اسی سال یہ قصہ ہوا کہ (عبدالرحمن (پسر نذر محمد خاں) جو باپ کی طرف سے ولایت غور پر حکمران تھا - سبحان قلی خان (سردار قلماق) نے قلماقیوں کی ایک جماعت کو اسکے گرفتار کرنے کے لئے متعین کردیا - یہانتک کہ وہ سیر وشکار کے راستہ میں گھات کے اندر لگ گئے - اور اسے پکڑ کر سبحان قلی خان کے حضور میں لے گئے اور قید کردیا گیا اُس نے قلماقیوں سے یہ کہا کہ اگر تم مجھے بادشاہ ہندوستان کے پاس پہونچا دوگے تو شاہی انعامات سے سرفراز ہوگے چنانچہ وہ جماعت اسے (شاہجہانی درگاہ میں) پہونچا گئی (یہاں) اُسنے ملازمت سرکار اختیار کرلی اور چار ہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب پایا -

پچیسویں سال کے احوال مطابق ۱۰۶۱ھ

اس سال سلطان روم کا سفیر محی الدین (جو شیخ عبدالقادر جیلی کی نسل سے تھا - آیا - اور اس طرف سے حاجی احمد سعید روم کی سفارت پر مقرر ہوا - اور مرصع طرہ اور مع پرتلہ کے تلوار جنکی مجموعی قیمت ایک لاکھ روپیہ تھی - بطور تحفہ کے خط کے ساتھ جس کا مسودہ سعد اللہ خان (وزیر) نے بنایا تھا - شاہ روم کے پاس بھیجا گیا - اور سورت کی بندرگاہ کے کارپردازوں

سلہ صحیح :- مرجع نامہ

کو حکم ہوا کہ عربوں کے قابل ایک لاکھ روپیہ کا سامان تجارت، خرید کر (احمد سعید) کے حوالہ کر دیں۔ تاکہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مستحق لوگوں میں (سب اصل مع نفع) تقسیم کر دیں۔ (اسطرح) تخت نشینی کی ابتدا سے آج تک علاوہ نقد رقم کے دس لاکھ کا سامان (جسکی قیمت وہاں دگنی ہو جاتی ہے۔ ان دونوں کو متبرک مقامات میں بھیجا جا چکا ہے۔ قیصر روم کا سفیر (بھی) پندرہ ہزار روپیہ انعام پاکر حاجی احمد سعید کے ساتھ رخصت ہوا۔ آنے سے جانے کے دن تک کل ساٹھ ہزار نقد اس کو ملا۔ سامان کے عطیات اس کے علاوہ ہیں۔ (اس سال) چونکہ سعید خاں بہادر ظفر جنگ جو اپنی دس پشتوں سے خاندان شاہی کا خانہ زاد (غلام) چلا آتا تھا۔ اور ہفت ہزاری اور ہفت ہزار سوار کے منصب پر فائز تھا۔ انتقال کر گیا۔ تو بادشاہ کو بڑا صدمہ ہوا (اسکی جگہ) لہراسپ خاں پسر جہانیت خاں اصل ترقی ملاکر پنجہزاری ذات اور پنجہزار سوار کا منصب اور جہانیت خاں کا خطاب پاکر صوبہ کابل کی صوبہ داری پر سرفراز ہوا۔ (اسی سال) سعد اللہ خاں وزیر کے دونوں بیٹے لطف اللہ خاں اور عنایت اللہ خاں نے شرف حضور حاصل کیا۔ پہلے کو سچے موتیوں کی تسبیح اور دوسرے کو مرصع پگڑی (انعام میں) (بالآخر) پیر کی رات میں ۱۶ ربیع الاول کو پھر لاہور سے کابل کی طرف قندھار کو واپس لینے کے خیال سے کوچ فرمایا۔ اور شاہزادہ اورنگ زیب کو حکم ملا کہ ملتان سے قندھار کے لئے روانہ ہو جائے۔ نیز سعد اللہ کو پچاس ہزار جنگی تجربہ رکھنے والے سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ تاکہ کابل کے راستہ سے قندھار پہنچے۔ اور شاہزادہ کے ساتھ ملکر قندھار کے محاصرہ اور فتح کا کام شروع کر دے۔ تین ہزار۔

اونٹ اس لشکر کے ساتھ کئے۔ جن میں سے پانسو اونٹ پر خزانہ اور پانسو پر جنگی اسلحہ تھا۔ اور تقریبا دو ہزار اونٹ پر توپخانہ کا لوازمہ چھرہ بارود لوہے کے گولے (گولیاں۔ بم وغیرہ) لدے ہوئے تھے۔ ۱۹ار جمادی الاولی کو بادشاہ نے تیز رفتار سرخ رنگ گھوڑے پر سوار ہو کر کابل کے ایوان شاہی کو زینت بخشی۔ شاہزادہ اورنگ زیب نے اصل و اضافہ ملا کر بیس ہزار کا منصب پایا۔ اور شاہزادہ شجاع بھی بنگال سے روانہ ہو کر بلاوے کے مطابق باپ کی خدمت میں کابل پہنچگیا

چھبیسویں سال کے حالات مطابق سنہ ۱۰۶۲ھ

انہی دنوں شاہزادہ شجاع کے سرکاری ملازم جان بیگ نے (شہزادہ کی) سرکار سے ایک ہزار اور بادشاہی سرکار سے دو ہزار سوار کے ساتھ اجازت روانگی پائی۔ تاکہ مبلغ پندرہ لاکھ روپیہ قندھار میں تعینات شدہ لشکروں کے اخراجات کے لئے پہنچا دے۔ (ادھر) شاہزادہ اورنگ زیب نے قندھار پہنچکر دو مہینے آٹھ دن تک قلعہ فتح کرنے کے لئے اپنی امکانی کوشش کی۔ (اور ادھر) جب قندھار وارد ہونے کی خبر ایران کے بادشاہ شاہ عباس کو معلوم ہوئی۔ تو (اسنے) لشکروں کے جمع ہو جانے کا فرمان جاری کر کے وہ (خود بھی) دارالحکومت اصفہان سے عباس آباد کے باغ بینو نظام میں منتقل ہو گیا۔ اور تھوڑی سی فوج بطور ہراول روانہ کر دی۔ شاہزادہ اورنگ زیب اور ہندوستانی فوج متعینہ قندھار پر ایرانی فوج کے عنقریب آ پہنچنے کی خبر سنکر بوجہ خوف و ہراس طاری ہو گیا۔ اور اُسنے (فوراً واپسی کے لئے) کوچ کا نقارہ بجا دیا۔ چونکہ شاہزادہ دارا شکوہ نے صوبہ کابل کے

نظم و نسق کی ذمہ داری اٹھائی تھی - اسلئے از روئے اصل و اضافہ تیس ہزاری ذات بیس ہزار سوار دو اسپہ وسہ اسپہ کا منصب اور پانچ کروڑ درہم کا انعام پایا اور صوبہ ملتان بھی اسی کو مل گیا۔ اور دارا شکوہ کا بڑا بیٹا سلطان سلیمان شکوہ کو ہشت ہزاری چار ہزار سوار کے منصب شاہی حلقہ (فیلخانہ) سے نقری ساز و سامان والے ایک ہاتھی اور ہتھنی کے انعام اور علم و نقارہ سے سرفراز کر کے کابل کی صوبہ داری پہ لگا دیا گیا - اور سرخ خیمہ جو بادشاہ اور شہزادوں کے لئے مخصوص تھا - وہ بھی اس کو مرحمت ہو گیا - شہزادہ دارا شکوہ کو حکم ملا کہ صوبہ کابل کا نظم صحیح کرنے کے بعد دار الخلافہ واپس آ جائے - اور خود بھی (بادشاہ) اسی سال کابل سے روانہ ہو کر لاہور اور وہاں سے اکبر آباد تشریف لے آئے - شاہزادہ اورنگ زیب کو ولایت بگلانہ کے انعام سے سرفراز فرما کر ملتان کے بدلے دکن کے چاروں صوبوں کی صوبہ داری پہ روانہ کر دیا - اور احمد آباد (گجرات) کی صوبہ داری شائستہ خان کو سونپ دی گئی - اور شاہزادہ شجاع نے صوبہ بنگال واپس جانے کی اجازت پائی - چونکہ شاہزادہ دارا شکوہ نے کابل سے دار الخلافہ (آگرہ) میں پہنچ کر بڑی آرزو سے قندھار کو (پھر سے) فتح کرنے کی درخواست کی۔ اسلئے اسی مہم کے انجام دینے کے انتظامات کے لئے بیس لاکھ روپیہ نقد اور جنس کے انعام سے مستحق عنایات ہو کر فتح قندھار پہ مامور ہوا - راجہ جسونت سنگھ ہزاری ذات کے اضافہ کے ساتھ ششش ہزاری پنجہزار سوار کے منصب سے سربلند ہوا -

ستائیسویں سال کے واقعات مطابق ۱۰۶۳ھ

راج سنگھ ولد رانا جگت سنگھ پنجہزاری پنجہزار سوار کے منصب اور رانا کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ اور شاہزادہ داراشکوہ وعدہ کے مطابق بے شمار افواج اور اژدہا اور بجلی کا سا کام کرنے والی توپیں، کوہ پیکر ہاتھی، لڑائی کے آلات و اسلحہ اور تیغ زنی و نیزہ زنی کے ساز و سامان کے ساتھ اسی سال قندھار پہنچا۔ اور قلعہ کے محاصرہ اور فتح کرنے کے سلسلہ میں پوری پوری کوشش بجالایا۔

دولت خاں افغان جو پادشاہ ایران کا دیرینہ ملازم اور دو کی دو سالی کا امیر الامرا[1] تھا۔ ہندوستانی فوج سے مل گیا۔ اور دارا شکوہ کی فرمانبرداری اور ہمراہی کو اپنا اصل مقصد ٹھہرا لیا۔ جس کی وجہ سے داراشکوہ کی پشتِ آرزو قوی ہوگئی اور فتح قندھار کا ارادہ اور پختہ ہو گیا۔ شاہ ایران نے اوتار خاں سپہ سالار اعظم قندھار کے عریضے سے یہ خبر معلوم کر کے اسکی تلافی کی فکر کی اور اپنے (خاص غلام و خادم سختان بیگ کے نام فرمان جاری کیا۔ کہ ان تمام لشکروں کے ہمراہ جو مشارٌ الیہ کے (یعنی سختان کے) پاس مقام گرم سیر میں ہیں۔ اور بعض خراسانی امیروں کے ساتھ منزل مقصود (یعنی قندھار) پر روانہ ہو کر علاقائی رعایا اور حشم و خدم کو مخالف کی فوج کے حملوں سے بچائے۔ اور استر آباد کے حاکم اعلیٰ منوچہر خان کو بھی حکم ہوا کہ علی قلی خاں سپہ سالار سے پہلے روانہ ہو جائے اور انکے ساتھ ہی (سپہ سالار کو بھی روانگی کا حکم مل گیا۔ اور لشکروں کو (ہر طرف سے)

---

[1] صحیح:۔ حاکم الحکامائے۔

جمع کرنے کے لئے واجب الاذعان[۱] فرمان ممالک محروسہ کے گوشہ گوشہ میں روانہ کر دیئے گئے۔ (خود) بادشاہ ایران بھی مازندران سے فیروزکوہ اور وہاں سے بسطام کی طرف روانہ ہوا۔ چونکہ اوتار خان نے بارہا مہدی قلی خان سلطان، حاکم لبست کی بدسلوکی اور بے جا کارروائیوں کی شکایت درگاہ میں پہنچا دی تھی۔ (اسلئے) امام قلی خان سلطان، حاکم اسفراین کو مہدی قلی خان کی جگہ لبست کی حکومت سے سرفراز کیا۔ اور تاکید کر دی کہ وہ بہت جلد پہنچکر قلعہ مذکورہ کی حفاظت کے کام میں لگ جائے۔ (ادھر) داراشکوہ نے یہ خبریں سنکر رستم خان دکھنی کو، جو کہ بھاری فوج اور کوہ پیکر ہاتھیوں کے ساتھ لبست کے لئے روانہ ہو چکا تھا۔ لکھا کہ وہ راستوں اور سڑکوں کی خبر گیری رکھے۔ اور جب بھی ایرانی فوج پہنچے اس کا مقابلہ کر کے آگے بڑھنے سے روکے اور ہو سکے تو قلعہ لبست پر قبضہ کرے۔ رستم خان نے امام قلی خان کے پہنچنے سے پہلے لبست کا محاصرہ کر لیا۔ مہدی قلی خان (قلعہ دار لبست) نے چونکہ اپنی بدکرداری کے آئینہ میں شاہ ایران کی طرف سے باز پرس ہونے کی تصویر چشم یقین سے دیکھ لی تھی۔ اسلئے لشکر چغتائی کا مطیع[۳] ہو کر اُسنے قلعہ لبست رستم خان کے حوالہ کر دیا۔ داراشکوہ اس واقعہ (کے سننے) سے اپنے کام میں بہت سرگرم ہو گیا۔ لیکن اوتار خان نے شاہ ایران کے (سچے جان نثاروں کی طرح صبر و قرار کے پاؤں کو عزت و وقار کے دامن میں سمیٹے ہوئے دست شجاعت آستین حوصلہ سے دراز کیا۔ (یعنی مردانہ وار لڑا) اور مراد بیگ افسر توپ خانہ نے توپ باری اور فائر اڑانے میں داغ شرمندگی موسیٰ دھار

---

[۱] صحیح مطاعہ :- قابل بجا آوری [۲] صحیح ایل :- مطیع -

برسنے والے بادل کی پیشانی پر لگا دیا۔ (بڑے زور کی گولہ باری کی) کہ ہندوستانی فوجوں کو بار بار (متعدد مقامات پر حملہ کر کر کے ہر بار ناکام و نامراد واپس لوٹنا پڑتا تھا۔ ۹ رشوال کو حد سے زیادہ دلیری سے کام لے کر ہندی فوج کے کچھ نام آور فوجیوں نے ہزاروں جان توڑ کوششوں کے بعد (قندھار کے دروازہ) شیر حاجی پر پہنچکر اپنے آپ کو اندر دھکیل دیا۔ اور موت کا زہر آلود پیالہ پی لیا۔ اور باقی فوج ناکام لوٹ گئی (ادھر سے) سختان بیگ دو ہزار سپاہ کے ساتھ جو اسکے زیر کمان تھی بعجلت تمام آپہنچا۔ اور چونکہ صعت[1] شیدی کر کے لڑنے میں کوئی فائدہ نہ سمجھا۔ اسلئے روزانہ شہزادہ کے کیمپ کے ارد گرد حملہ آور ہو کر راستوں کو سند[2] کرتا۔ اور ہندوستانیوں کیلئے رسد کی آمد و رفت کو روکتا رہا۔ اور اسکے ہمراہی (شاہزادہ کے لوگوں میں سے) جس کسی کو بھی پاتے تھے سر کاٹ کر لے جاتے تھے۔ (ادھر) رستم خاں سختان بیگ کی فوج کی قلت کو دیکھتے ہوئے اور اپنی کثرت تعداد پر بھروسہ کرتے ہوئے (لبیت سے) سختان بیگ کے کیمپ پر (حملہ کرنے) چلدیا (مگر) اُس نے مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھ کر فولاد کی طرف رخ کر لیا۔ اور رستم خان اتنے ہی کام کو بہت کچھ (یعنی کافی) سمجھ کر لوٹ گیا۔ اور دریائے ہیرمند کے کنارے پر پڑاؤ ڈالدیا۔ اتنے میں اسفزآباد کا حاکم منوچہر خاں دو تین ہزار سوار ساتھ لے کر آگیا۔ اور سختان بیگ کے ساتھ ملکر منزل مقصود کی طرف چلدیا۔ (اسی اثنا میں) علی قلی خان سپہ سالار بھی آگیا۔ جس کے پیچھے پیچھے مثل امواج لاتعداد فوجیں آرہی تھیں۔ رستم خان نے یہ خبر سنکر (پہلے تو) کچھ دن امید و بیم[3] کی حالت میں گزارے (پھر) دارا شکوہ

---

[1] صحیح صف [2] صحیح سد شوارع [3] صحیح خوف و رجا۔

سے عرض کیا (ادھر) منوچہر نے دشمن کی کثرت کو خاطر میں نہ لاکر پیشقدمی کی اور رستم خان کے کیمپ سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پہ آکر ڈیرہ ڈال دیا۔ داراشکوہ نے رستم خان پر ایرانی فوج کے روزانہ حملوں کی خبر سنی تو ڈر کر اس کو اپنے پاس طلب کر لیا۔ چنانچہ وہ قلعہ لیست میں آگ لگا کر شاہزادہ کے کیمپ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور ایرانی فوج اسکے تعاقب میں روانہ ہوئی۔ شاہزادہ داراشکوہ نے رستم خاں کے آنے کے بعد منوچہر خان اور علی قلی خان کے آنے کی خبر سنکر کوچ کا نقارہ بجا دیا۔ اور ہندوستان کی طرف روانہ ہو گیا۔ علی قلی خان نے ایک جماعت شاہزادہ کے تعاقب کے لیئے متعین کی۔ دو ہاتھی اور کچھ فوج کا سامان و اسباب قبضہ میں لانے کے بعد تعاقب کرنے والی فوج واپس ہو گئی۔

اسی سال شاہزادہ اورنگ زیب کے عرلیفہ سے اسکے گھر ۱۲ ارشعبان کو دختر شاہنواز خان کے شکم سے فرزند تولد ہونے کی خوشخبری پہونچی۔ اس سعادتمند بچے کا نام محمد اعظم[1] رکھا گیا۔ اور اسی سال ایک مسجد کی تعمیر پایہ تکمیل کو پہنچی۔ یہ مسجد تین لاکھ روپیہ کے صرفہ سے خالص سنگ مرمر سے سات سال کے عرصہ میں تیار ہوئی۔ اسی سال میں بادشاہ سلامت آگرہ سے دہلی تشریف لائے۔ اور داراشکوہ قندھار سے واپس آکر حاضر دربار ہوا۔ اور اسی سال میں شاہزادہ مراد بخش گجرات کی اور شائستہ خان مالوہ کی صوبہ داری پر فائز ہوئے۔ جشن نوروز کے موقعہ پر سلطان روم کا سفیر ذوالفقار آقا پہنچا۔ اعتقاد خاں اور دوسرے بعض امرا نے استقبال کیا اور سفیر مذکور کو دربار میں لائے۔ سفیر مذکور نے دوران سفر میں جو

[1] صحیح محمد اعظم۔

صوبہ کے حدود سے بھی گذر گیا۔ تو حکم شاہی کے بموجب وہانسے رقمیں حاصل کیں۔ (چنانچہ) وارد ہونے کے دن تک پچاس ہزار روپیہ حاصل کر چکا تھا۔ (اسی سال) محمد ابراہیم کو اسد خان کا خطاب ملا اور ارادت خان کے بدلے داروغگی اصطبل کا عہدہ حاصل کیا۔ اور ارادت[1] خان نے بخشیگری دوم (نائب افسر تنخواہ جات) کا عہدہ پایا۔ اور اسلام خان کے دونون بیٹوں محمد اشرف و محمد صفی میں سے ایک نے اعتماد خان اور دوسرے نے صفی خان[2] کے خطاب سے سرفرازی حاصل کی۔

اٹھائیسویں سال کے واقعات مطابق ۱۰۶۴ھ

اس سال فیض آباد اور اجمیر کے خطہ کی طرف شاہی پرچموں[3] کی روانگی عمل میں آئی۔ اور چونکہ جہانگیر[4] پادشاہ کے زمانہ میں جبکہ (راجہ) امر سنگھ کا لڑکا کرن (سنگھ) درگاہ شاہی میں حاضر ہوا تھا تو یہ بات طے ہو گئی تھی کہ رانا (راجہ کرن سنگھ) یا اوسکی اولاد میں سے جو کوئی[5] بھی رانا بنے گا۔ تو وہ قلعہ چیتوڑ کو مستحکم نہیں بنائے گا۔ (لیکن) اسوقت جب (بادشاہ کے) گوش[6] گذار ہوا کہ قلعہ مذکور کی نہایت پختگی[7] سے مرمت ہوئی اور ہو رہی ہے۔ تو جملۃ[8] الملک سعد اللہ خان وزیر قلعہ مذکور کو گرانے کے لئے تیس[9] ہزار سوار لے کر اُس طرف چلا۔ اور چودہ پندرہ روز کے

---

[1] صحیح وارادت خاں [2] صحیح دوہین بہ صفی خان [3] صحیح نہضت رایات شاہی شد۔ [4] صحیح جہانگیر پادشاہ دقتیکہ کرن پسر امرسنگہ الخ [5] صحیح و ہر کہ [6] صحیح بعرض [7] صحیح رضانت [8] صحیح جملۃ الملک: لقب ہے بمعنی وہ ذات جو ملک کی بحالی شکل کا درجہ رکھتی ہے گویا تمام سلطنت اسی کے احکام کی تفصیل کا نام ہے [9] صحیح باسی ہزار

اندر اندر قلعہ کو منہدم کر دیا۔ جب رانا کو ہوش آیا تو دارا شکوہ کی طرف رجوع کیا۔ اور اسکے وسیلہ سے اپنی خطاؤں کی معافی چاہی جو قبول کر لی گئی۔ (اسی اثناء میں) ذوالفقار آقا سفیر روم نے دارا شکوہ سے ملاقات کے بعد دس ہزار روپیہ دارا شکوہ اور پانچہزار اسکے لڑکے سلیمان شکوہ سے (انعام) پایا۔ اور اور ۱۰ر جمادی الثانیہ کو تیس ہزار روپیہ بادشاہ کی طرف سے انعام میں ملا۔ چونکہ جملۃ الملک سعد اللہ خاں وزیر سے بھی ملاقات کرنے کے لئے دوبارہ گیا تھا۔ اسلئے) ۲۰ر رجب کو فرمان شاہی کے مطابق اُس نے بھی پندرہ ہزار روپیہ سے تواضع کی۔ اور ۳ر شعبان کو ذوالفقار آقا کو چار سو تولہ سونے کی ایک اشرفی اور اتنے ہی وزن کے ایک چاندی کے روپیہ کا انعام ملا۔ اور (بادشاہ نے) قاسم بیگ کے ہمراہ جو روم کی سفارت کے لئے نامزد ہوا تھا۔ ایک خط (بنام سلطان روم بھیجا) جس کا مسودہ سعد اللہ خان نے تیار کیا تھا اور ایک خنجر مرصع قیمتی ایک لاکھ روپیہ) ہیرے اور یاقوت سے مرصع اپٹلکے کے ساتھ، جس کی قیمت[1] چالیس ہزار روپیہ تھی۔ اور ایک بلورین شیشی جہانگیر نگری اگرہ (نام خوشبو) کے عطر کی اور دو ہزار تھان گجراتی اور کشمیری نفیس کپڑے نکے، جن کی قیمت[1] ایک لاکھ روپیہ ہوتی تھی، قیصر روم کے پاس بھیجے اور آٹھ یاقوت، چار زمرد اور تین[3] دانہ موتی کے ذوالفقار آقا کے حوالے کئے تاکہ قیصر کو پہنچا دے۔ اور ذوالفقار آقا روانگی کے وقت تیس ہزار روپیہ (مزید) انعام لیکر روانہ ہوا۔ اگویا) آنے سے جانے کے دن تک نقد و جنس سب ملا کر دو لاکھ بہتر ہزار روپیہ خزانہ بادشاہی

---

[1] صحیح ثمن [2] صحیح عطر اگرہ جہانگیر نگری [3] صحیح اندر داشت
[4] صحیح سہ دانہ۔

وغیرہ سے وصول کئے۔

اسی سال جشن وزن قمری میں شاہزادہ داراشکوہ کو خاص خلعت مع اطلس کی سنہری پھولوں والی سدری (واسکٹ) کے جسکے پھولوں پر نہایت خوبصورتی سے بیش بہا ہیروں سے جڑی ہوئی ٹکلیاں پیوست تھیں۔ اور کالر[۱]، گریبان اور آستین و دامن کے گرد بیش قیمت موتیوں کا حاشیہ[۲] بنا ہوا تھا۔ اور اسکی قیمت دو لاکھ پچاس ہزار تھی۔ اور ایک قطعہ لعل[۳] اور دو دانہ مروارید کا سربند (عمامہ کے سامنے لگانے کا جھاڑ) جسکی قیمت ایک لاکھ ستر ہزار روپیہ تھی اور (ان سب چیزوں کے علاوہ) تیس لاکھ روپیہ نقد کی عنایت سے سرفراز فرمایا۔ اور "شاہ بلند اقبال" کے خطاب سے نوازا کر سونے کی کرسی پر جو شاہی مرصع تخت کے پاس رکھی گئی تھی۔ بیٹھنے کا حکم دیا۔ اور[۴] حکم جاری ہو گیا کہ ارکان سلطنت شہزادہ کے گھر پہنچکر اس کو (اس اعزاز پر) مبارکباد دینے کی رسم ادا کریں۔ اسی جشن میں اللہ وردی خان جو غلام رضا کے اس الزام پر کہ "وہ خان (وزیر) کی طرف سے ایک جعلی خط بنا کر بادشاہ ایران کے افسر توپ خانہ کے پاس لے جا رہا ہے" سورت کی بندرگاہ پر گرفتار ہو کر منصب سے معزول ہو گیا تھا۔ اسوقت اس کا بری الذمہ ہونا ثابت ہو گیا۔ اور سابق منصب اور ولایت جونپور کی جاگیرداری پر بحال ہو گیا۔ (اسی سال) شیخ عبدالحمید لاہوری شاہجہان نامہ نویس کی وفات ہو گئی۔

---

[۱] صحیح زہ و گریبان [۲] صحیح مطرز [۳] صحیح لعل [۴] صحیح وحکم شد۔

انتیسویں سال کے احوال مطابق ۱۰۶۵ھ

سید محمد سعید اردستانی جس کا خطاب میر جملہ تھا اور وہ عبداللہ قطب شاہ والی گلکنڈہ (دکن) کا مدار المہام تھا۔ جس نے بہت سے قلعہ اور کرناٹک کا کافی وسیع ملک اپنے آقا کے واسطے فتح کر کے اسکے ممالک محروسہ میں شامل کرادیا تھا۔ اور عمدہ کارگذاریوں اور پے در پے فتوحات کی وجہ سے اسکی دولت وثروت میں (اسقدر) اضافہ ہو گیا تھا۔ کہ پانچ ہزار سوار اسکے نوکروں و خدمتگاروں میں شامل تھے۔ (پھر) چغل[1] خوروں نے قطب شاہ مذکور کا دل اسکی طرف سے منحرف کرادیا۔ اور (اسلئے) اسنے مجبور ہو کر شاہزادہ اورنگزیب کے وسیلے سے اس آستانہ سلطنت (شاہجہانی) کو اپنا ٹھکانا بنا لینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ تو شاہزادہ کی سفارش کے مطابق اسی سال ایک بیش قیمت خلعت ایک فرمان کے ساتھ، جسمیں اظہار عنایت و کرم اور میر جملہ مذکور کے لئے پنجہزاری پنجہزار سوار اور اسکے بیٹے محمد امین کے لئے دوہزاری دوہزار سوار کے منصب کی خوشخبری درج تھی۔ بھیجکر اس کی دلجوئی فرمائی گئی اور ایک فرمان قطب شاہ کے نام میر جملہ کو آنے سے نہ روکنے کے بارے میں قاضی عارف کشمیری کے ہمراہ صادر کر دیا گیا۔

تیسویں سال کے حالات مطابق ۱۰۶۶ھ

اس سال ۲۲ جمادی الثانیہ کو سعد اللہ خان وزیر درد قولنج کی بیماری میں جو اُسے عرصہ سے لاحق تھی۔ اور تقرب[2] خان اس کا علاج کر رہا تھا، ۴۷

---

[1] صحیح دراندازان [2] صحیح تقربخان۔

سال کی عمر میں قضا کر گیا۔ داراشکوہ کو ساتھ لیکر بادشاہ بھی اسکی مزاج پرسی کے لئے گئے تھے۔ (اب) اسکے بیٹے لطف اللہ خان کو سات سو ذات ایک سو سوار کا منصب مرحمت فرمایا۔

چونکہ قاضی عارف کے پہنچنے سے پہلے قطب شاہ، امیر جملہ کے بیٹے محمد امین کو قید کر چکا تھا۔ اور اُسکے مال و اسباب کو ضبط کر لیا تھا۔ اسلئے دوسرا تہدیدی (دھمکی کا) فرمان محمد امین کی رہائی کے بارے میں اسکے نام صادر ہوا۔ اور اورنگ زیب کو حکم ہوا کہ اگر قطب شاہ اطاعت فرمان نہ کرے تو اس کو سزا دینے کے لئے خود جائے۔ نیز اور کئی واجب الاتباع فرمان شائستہ خان صوبہ دار مالوہ اور دوسرے صوبہائے دکن پر تعینات امیروں کو بھیجے گئے۔ کہ وہ سب شاہزادہ اورنگ زیب کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ (چنانچہ) شاہزادہ اورنگ زیب نے اپنے بڑے لڑکے سلطان محمد کو اس جانب روانہ کیا اور خود بھی پیچھے پیچھے چل کھڑا ہوا۔ قطب شاہ نے متنبہ ہو کر محمد امین کو اسکے متبعین و لواحقین کے ساتھ بھیجدیا۔ چنانچہ محمد امین، سلطان محمد کی خدمت میں پہنچ گیا۔ (لیکن) چونکہ اس کا مال جو (قطب شاہ نے) چھین لیا تھا وہ واپس نہیں کیا تھا۔ اسلئے سلطان محمد نے حیدر آباد کا قصد کر لیا۔ قطب شاہ خوف سے قلعہ بند ہو گیا۔ اور محمد ناصر کو جواہرات کا صندوقچہ مرصع سامان دیکر بھیجدیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ محمد ناصر کے حاضر خدمت ہونے پر اسکے ہمراہیوں کی طرف سے (سلطان محمد کے حق میں) کچھ گستاخی و بے باکی کا اظہار ہوا۔ جس کی وجہ سے وہ (محمد ناصر) قید کر لیا گیا۔ اور سلطان محمد کے ہمراہیوں نے اسکے آدمیوں کو مار بھگایا۔ اور حیدر آباد میں داخل ہو گئے۔ بہت سا مال لوٹ کر جمع کر لیا۔ (ادھر سے) شہزادہ اورنگ زیب قلعہ گولکنڈہ

کی طرف روانہ ہو گیا۔ سعید آباد جو حیدر آباد سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر ہے وہاں سے چلکر قلعہ مذکور سے ایک میل کے فاصلہ پر پہنچگیا۔ اور محمد سلطان کو حکم دیا کہ اپنی فوج کے ساتھ بائیں جانب ٹھہر جائے۔ اسی اثنا میں دشمن کے پانچ چھ ہزار سوار اور بارہ ہزار پیدل فوج سامنے آگئی۔ اور لڑائی کی آگ بھڑک اٹھی۔ جسمیں بہت سے دکھنی مارے گئے۔ بالآخر، قطب شاہ نے اپنا بچاؤ اسمیں سمجھا کہ گذشتہ سالوں اور سال رواں کی سالانہ رقوم نذرانہ ادا کر دی جائیں۔ اور سلطان محمد پسر شاہزادہ اورنگ زیب سے اپنی بیٹی کے رشتہ کی بات چیت بھی شروع کر دی۔ اس کی یہ درخواست قبول کر لی گئی اور اسی سال عقد نکاح ہو گیا۔

سلطان محمد کو سات ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب ملا۔ میر عبدالطیف دربان اورنگ زیب میر جملہ کو لانے کیلئے گیا ہوا تھا۔ اسنے آکر ان کے (میر جملہ کے) گولکنڈہ کے اطراف میں آجانے کی خبر پہنچائی۔ پس اورنگ زیب کے حکم کے مطابق قاضی عارف نے شاہجہان کا بھیجا ہوا خلعت اور فرمان اسکے پاس پہنچایا۔ اس نے آداب و نیاز کی رسوم ادا کیں۔ اور وقت مقررہ پر شاہزادہ اورنگ زیب کی خدمت میں آداب بجا لا کر اپنے بیٹے کے ہمراہ بادشاہ کی آستانہ بوسی[1] کے لئے روانہ ہو گیا۔ اور اسی جگہ[2] معظم خان کے خطاب پر مشتمل عنایت بھرا فرمان خاص خلعت شاہی پھولکٹارہ[3]، علم و نقارہ، جڑاؤ کٹارہ کے ساتھ اسکے پاس پہنچا۔ شاہزادہ اورنگ زیب جب فتح و کامرانی کے ساتھ اورنگ آباد پہونچگیا تو اصل و اضافہ ملا کر بیس ہزار

۱؎ صحیح عتبہ بوسی۔ ۲؎ صحیح ہم دراں جا۔ ۳؎ خنجر کی وضع کا خوشنما ہتھیار۔

ذات پندرہ ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ کے منصب پر سربلند ہوا۔ اور شائستہ خان نے ہزار ذات ہزار سوار کے اضافہ کے ساتھ ششش ہزار ذات[1] ششش ہزار سوار دو اسپہ کا منصب، اور خانجہانی کے خطاب کی عزت حاصل کی (غرض) معظم خان (سابق میر جملہ) حاضر دربار ہو گیا۔ اور (پھر اسنے) شاہی خاص خلعت، مرصع تلوار، مع اصل و اضافہ شش ہزاری ششش ہزار سوار منصب اور وزارت عظمیٰ کی عنایتوں اور قلمدان وزارت، دوسو گھوڑوں، ایک ہاتھی مع ہتھنی اور پانچ لاکھ نقد کے انعام کا اعزاز پایا۔ اور جملۃ الملک[2] معظم خان نے (بھی) قیمتی جواہرات (وغیرہ کا) نذرانہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ جن میں ایک ہیرا تھا جس کا وزن نو ٹانک یعنی دوسو سولہ چاول (۳ ماشہ ۲ رتی) تھا۔ اسکی قیمت دو لاکھ سولہ ہزار روپیہ ٹھہری۔ اور ساٹھ ہاتھی اور چار ہتھنیاں مع سنہری سازوسامان کے اور سولہ ہاتھی نقری سازوسامان والے بطور پیشکش پیش کئے۔ (گویا) مع جواہرات تمام کی مجموعی قیمت پندرہ لاکھ روپیہ تھی۔ اس سال جشن وزن شمسی کے موقعہ پر شاہ بلند اقبال داراشکوہ کو پانچ کروڑ درہم بطور انعام عطا ہوئے (گویا) اوسکی تنخواہ اگلی پچھلی[3] سب ملاکر، مطالبہ منصب سمیت ساٹھ کروڑ درہم بنتی تھی۔ جسکے بحساب سالانہ ایک کروڑ پچاس لاکھ روپیہ ہوتے ہیں۔ (اس جشن میں) داراشکوہ نے ایک لاکھ پچاس ہزار مالیت کی نذر پیش کی۔ جسکے منجملہ اڑسٹھ ہزار روپیہ کا ایک پلنگ تھا جسکے پائے اور سراہنے کا تکیہ سنگ یشم (سبزی مائل آبدار پتھر) کا بنا ہوا اور

---

[1] صحیح بمنصب ششش ہزاری ششش ہزار سوار [2] صحیح جملۃ الملک
[3] صحیح لاحق۔

ہیرے، یاقوت اور زمرد سے جڑا ہوا تھا - اور اسی سال جامع مسجد دہلی جس کی بنیاد سنہ ۱۰۶۰ھ میں تخت نشینی کے چھبیسویں سال میں رکھی گئی تھی - پایۂ تکمیل کو پہنچی - اس کی تعمیر کا انتظام تقریباً پانچ ماہ جعفر خان کے ماتحت رہا - اور تقریباً دو سال خلیل اللہ خاں کے - اور تین سال پانچ مہینہ کی مدت تک سعد اللہ خان اسکے انتظام میں کوشاں رہے - اور ان کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد روح اللہ[1] داروغہ تعمیرات کو حکم ہوا کہ وہ اس کی تکمیل کی کوشش کرے - خلاصہ یہ کہ چھ سال کے اندر بنکر تیار ہوئی - اس کی تکمیل کا سن تاریخ اس مصرعہ سے نکلتا ہے - ع

مسجد شاہجہاں قبلہ حاجات آمد

سنہ ۱۰۶۷ھ

یعنی شاہجہاں کی مسجد مرادوں کا قبلہ ہے - اگرچہ ایک سال کا فرق ہے اس تکمیل سنہ ۱۰۶۶ھ ہے اور مصرعہ کے عدد سنہ ۱۰۶۷ھ ہیں، لیکن مادہ تاریخ عمدہ ہونے کی وجہ سے بادشاہ کو یہ تاریخ پسند آگئی - اسکی تیاری پر مبلغ دس[2] لاکھ روپیہ صرف ہوا - اسکے تینوں بالائی گنبد سنگ مرمر اور سنگ موسیٰ کے بنے ہوئے ہیں - ان گنبدوں کے نیچے کا صحن (فرش بھی سنگ مرمر) کا ہے - اور مصلے کی صورتیں محراب کی شکل میں سنگ موسیٰ کی ہیں، اور مسجد کا بیرونی، صحن سرخ پتھر کا ہے - خود مسجد کی عمارت کی لمبائی (برآمدہ کو چھوڑ کر) نوے ذراع (۵۴ گز) اور چوڑائی بتیس ذراع (۱۶ گز) ہے صحن کے بیچ میں ایک حوض ہے پندرہ ذراع لمبی اور بارہ ذراع چوڑی حوض کے کنارے اور حاشیہ سنگ مرمر اور سنگ موسیٰ سے تیار کرائے گئے

---

[1] صحیح روح اللہ [2] صحیح دہ لک

اسی سال معظم خان کا بیٹا میر محمد امین جو بارش زیادہ ہو جانے کے باعث برہانپور میں رکا پڑا تھا۔ (اب) آستانۂ سلطنت پہ پہنچگیا۔ بادشاہ کی عنایت سے خلعت اور خان کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ اورنگ زیب کے عریضہ سے معلوم ہوا کہ عادل شاہ والی بیجاپور کا ۲۶ محرم کو انتقال ہو گیا۔ اور خدام نے ایک نامعلوم لنسب شخص کو جسے اُسنے اپنے بے اولاد ہونے کی وجہ سے متبنیٰ بنالیا تھا، اسکی جگہ حکومت کی گدی پہ اٹھادیا ہے۔ (اس بنا پہ) حکم ہو گیا کہ شاہزادہ دکن میں تعینات شدہ لشکر کو ساتھ لیکر اس طرف چل پڑے اور ان مقامات پہ قبضہ کر لے۔ اور خانجہان شائستہ خان کو بھی حکم ملا۔ کہ تیزی سے دولت آباد پہونچ جائے۔ اور شاہزادہ کی واپسی تک وہیں ٹھہرا رہے۔ معظم خان، شاہنواز خان، مہابتخان نجابت خان اور دیگر حضرت مند لشکریوں کو جن کی تعداد بیس ہزار سوار تھی۔ بارگاہ شاہی سے امر روانگی ملا۔ کہ شاہزادے کے ساتھ رہکر بیجاپور پہ قبضہ کرنے کی پوری پوری کوشش کریں۔ محمد امین خان پسر معظم خان دفتر وزارت کے معاملات انجام دینے کے لئے باپ کا نائب مقرر ہوا۔ اور ہزاری ذات کے اضافہ سے اس کا منصب سہ ہزاری سہ ہزار سوار ہو گیا۔

۴ ربیع الاول کو دہلی میں طاعون پھیل جانے کی وجہ سے (بادشاہ نے) دریائے گنگا کے کنارے پہ گڈھ مکتیشر میں سیر و شکار کھیلنے کی طرف توجہ فرمائی۔ اور جب وبا[۱] کا زور گھٹ گیا تو ۲۵ ماہ مذکور کو دہلی واپس تشریف لے آئے۔ اور رستم خان بہادر جنگ کو بہادر خاں کے تبادلہ میں صوبہ کابل کے انتظامات پہ لگا دیا گیا۔ اور ہزاری ذات، ہزار سوار کے اضافہ سے

---

[۱] صحیح بہو باد و بجی ہوا۔

ششش ہزاری ذات ششش ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ منصب سے سرفراز فرمایا۔ امیرالامراء علی مردانخان طلبی کے مطابق کشمیر سے آکر حاضر درگاہ ہو گیا۔

اکتیسویں سال کے واقعات مطابق ۱۰۶۷ھ

اس سال (بادشاہی) بلند پرچم شہر فیض آباد (کشمیر) کی طرف حرکت میں آئے۔ جسکی تعمیر اور بسانے کا کام حسین بیگ خان اور غضنفر خان کے اہتمام میں مبلغ پانچ لاکھ روپیہ سے انجام پذیر ہوا تھا۔ اور سید مظفر پسر سید شجاعت خان بارھہ (جو سادات بارھہ میں سے تھا) ہمت خان کا خطاب پاکر اس مقام کی نگرانی کے لئے معین ہوا۔ جو پہلے سری نگر کے زمیندار سے متعلق تھا۔ اور کچھ عرصہ سے خلیل اللہ خاں کی کوشش سے ممالک محروسہ میں شامل ہو گیا تھا۔ بادشاہی لشکروں کے قریب آ پہنچنے کی شہرت سنکر (وہاں کا) زمیندار ڈرا اور نذرانہ اور نیازمندانہ عریضے بھیجکر اپنی عزت و آبرو بچائی۔ جموں کے راجہ نے بھی آستانہ شاہی کو بوسہ دینے کا شرف حاصل کیا۔ بادشاہ سلامت وہاں کی تفریح گاہ میں ایک مہینہ تک کامرانی کی مسند کو زینت بخشکر ۳ رجب کو دہلی واپس لوٹ گئے۔ ۲۲ ماہ مذکور کو دہلی میں داخل ہوئے۔ ایک عربی گھوڑا جو شاہزادہ اورنگ نے بطور نذر بھیجا تھا۔ نظر سے گذرا[۲] جسکی قیمت دس ہزار روپیہ ٹھہری۔ نیز اسی دوران میں بادشاہ کے گوش گذار ہوا۔ کہ (چونکہ) علی مردانخان کو کشمیر کی آب و ہوا موافق تھی۔ اسلئے وہ دستور

---

[۱] صحیح مباہی گشت [۲] از نظر گذشت۔

کا مرض لاحق ہو جانے کی وجہ سے وہاں رجانے) کی اجازت لیکر جا رہا تھا۔ کہ ماچھی واڑہ کی منزل میں (پہونچکر) عالم آخرت کو سدھار گیا۔ اور اس کی نعش کو لاہور لے جاکر اسکی والدہ کی قبر کے برابر دفن کر دیا گیا۔ چونکہ وہ معتمد سلطنت اور سچا دوست تھا۔ اسلئے بادشاہ کو بڑا افسوس ہوا۔ اُسکے بڑے بیٹے ابراہیم خان کو اسکے کچھ اور دوسرے رفیقوں کے ساتھ بارگاہ میں بلوا کر ترقی دیکر اس کا منصب چہار ہزاری ذات سہ ہزار سوار کر دیا۔ اور اس کے دوسرے بھائیوں اور رفیقوں میں سے بھی ہر ایک کو اسکے درجہ کے مطابق منصب[1] عطا فرما کر شاد کام کر دیا اور اسکے ترکہ جات ضبط شدہ میں سے (جو نقد و جنس سب ملا کر ایک کروڑ روپیہ کے ہوئے تھے۔) آدھا اُسکے وارثوں کو تقسیم کر دیا۔ اور آدھے کے لئے بحق سرکار ضبطی کا حکم دیدیا۔ اور لشکر خان، مع اصل و اضافہ ڈھائی ہزار ذات اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز ہو کر صوبہ کشمیر کی صوبہ داری سے سرفراز ہوا۔ اسی زمانہ میں قلعہ بیدر کی فتح، حبشیوں[2] کی تنبیہ اور قلعہ کلیان کی تسخیر عمل میں آئی۔ جسکی تفصیل یہ ہے کہ جیسا کہ پہلے معلوم ہوا کہ شاہزادہ اورنگ زیب۔ ملک بیجاپور پر قبضہ کرنے کے لئے مامور ہوا تھا۔ اور وہ میر جملہ معظم خان اور اس نواح میں متعینہ تمام فوج کے ساتھ اس ولایت کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ ۴ ربیع الثانی کو قلعہ بیدر کے پاس قیام کر کے اسکے محاصرہ میں مصروف ہو گیا۔ ۲۳ جمادی الثانیہ کو قلعہ کا ایک برج جو معظم خان کے مورچہ کے سامنے تھا۔ توپ (کی گولہ باری) کے صدمہ سے گر گیا۔ اور مرجان نامی حبشی نے، (جو عادل شاہیوں کا خاص[3] قابل اعتماد

---

[1] صحیح باعطائے مناصب [2] صحیح حبشیان [3] صحیح خاصہ

غلام تھا۔ اور اڑتیس سال کی مدت سے برابر قلعہ مذکور کی حفاظت کر رہا تھا اور تقریباً ایک ہزار سوار اور چار ہزار بندوقوں سے مسلح پیادے اسکے ہمراہ تھے۔ غرض اسنے اس برج کا ٹوٹ جانا یقینی سمجھ کر اس برج کے پیچھے سرنگ کھدوا کر اُسے گولہ بارود اور آتشگیر بموں سے بھروا رکھا تھا۔ تاکہ جب دشمن حملہ کرے تو انہیں آگ لگوا کر اسے برج پہ[۱] چڑھنے کی کوشش کرنے والوں کی ہلاکت کا موجب بنا دے (پس اب) جبکہ برج گر گیا۔ تو حملہ آوروں کے (قلعہ پہ) چڑھنے کا راستہ بن گیا (چنانچہ) شاہزادہ اورنگ زیب اور معظم خاں کے آدمی اس برج پہ چڑھ گئے۔ مرجان اپنے آٹھوں بیٹوں اور[۲] اکثر جمیعت کے ساتھ برج مذکور کے قریب آکر مدافعت کے لئے آمادہ ہوا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جو آتشین گولہ (بیں) مخالفوں کی طرف پھینک رہا تھا۔ اسی کا ایک تینگا اُس گولہ بارود کے ذخیرہ میں جا پڑا۔ ایک دم سب میں آگ لگ گئی۔ اور اسکے ساتھیوں میں سے ایک گروہ (خود اپنی) حاسدانہ آگ میں جل بھن گیا۔ اور وہ خود بھی اپنے دو بیٹوں سمیت جلکر قریب بمرگ ہو گیا۔ اُسے لوگ، قلعہ میں اٹھا لے گئے، اور (شاہزادہ کی سپاہ کے لوگ دوسری جانبوں سے اس برج کا راستہ تلاش کر کے قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ قلعہ کے دروازوں پہ بھی قبضہ کر لیا۔ اتنے میں شاہزادہ بھی فتح کا نقارہ بجاتا ہوا آپہنچا۔ قلعہ داروں[۴] نے پناہ طلب کر کے امان پائی۔ اور قلعہ فتح ہو گیا۔ شاہزادہ نے مہابت خان کو کچھ دوسرے خدام کے ساتھ قلعہ میں چھوڑا۔ اور خود فوجی مستقر پہ لوٹ آیا۔ اگلی صبح

---

[۱] صحیح :۔ عارجان برج گرد دو[۲] صحیح :۔ پسر خود و اکثر جمعیت [۳] داد خود ہم۔
[۴] صحیح :۔ قلعہ داران

کو مرجان مرگیا - دوسرے روز شاہزادہ نے قلعہ میں پہونچکر اس مسجد میں جو اب سے چند سال پہلے بہمنیہ نے بہت خوشنما بنائی تھی - صاحبقران ثانی (اقبالمند) شاہجہان بادشاہ کے نام کا خطبہ بلند آہنگی سے جاری کردیا - (غنیمت میں) بہت کچھ نقد و جنس ہاتھ لگا - یہ قلعہ دکن کے مشہور قلعوں میں سے ہے - خود بیدر نہایت وسیع و کشادہ شہر ہے - صوبہ تلنگانہ کی سرحد پر (واقع) ہے، پہلے دکن کے راجاؤں کا پایہ تخت رہ چکا ہے - کرناٹک، مرہٹھ اور تلنگ کے راجہ ہمیشہ راجہ بیدر کی اطاعت کرتے تھے - راجہ نل[۱] کی معشوقہ دمن جس کے عشق کا قصہ فیضی نے (مثنوی نل دمن میں) نظم کیا ہے - یہ بیدر ہی کے راجہ بھیم سین کی بیٹی تھی - سب سے[۲] پہلے بیدر پر سلطان محمد بن تغلق نے قبضہ کیا - پھر (یہ علاقہ) بادشاہان بہمنیہ میں منتقل ہو گیا - اسکے بعد[۳] والیان بیجاپور کے قبضہ میں آ گیا - یہانتک کہ اس عہد میں (سلاطین) بابریہ (میں سے شاہجہان) کے ہاتھ آگیا جو اسوقت (بوقت تصنیف مآثر المتاخرین) بظاہر سلطنت برہمنان کوکن کے حکمرانوں کے ہاتھ میں ہے، جو بالاجی راؤ کی اولاد سے ہیں - جو نانا جی کے نام سے مشہور تھا - چونکہ قلعہ کلیان اور گلبرگہ کی فتح اور ملک بیجاپور کو برباد کرنا کرنا اور مسخر کرنا شاہزادہ کا اصل مقصد تھا - (ادھر) مانوجی کے بھائی دیباجی اور مشہور سیوا بھوسلا نی اور دیگر فتنہ پرداز لوگوں نے ہنگامہ بپا کر کے رانتن[۴] اور جمار گونڈہ کے پرگنوں اور احمد نگر کے دوسرے مواضعات میں لوٹ، مار مچا رکھی تھی - اس بنا پر اونکی تنبیہ کے لئے نصیری خان تین ہزار سوار دل

---

[۱] صحیح دمن معشوقہ راجہ نل کہ شیخ فیضی [۲] صحیح تخت [۳] صحیح :- پیشتر از آں متصرف الخ [۴] صحیح :- پرگنہ ہائے راستن -

کے ساتھ وہاں تعینات[۵] کیا۔ اور سلطان محمد معظم اور انتخار خان کو قلعہ بیدر میں چھوڑ کر ۲۳ رجب کو خود قلعہ کلیان کی طرف روانہ ہوا۔ اور ۲۹ رکو وہاں پہنچکر قلعہ مذکور کا محاصرہ کر لیا۔ اور اس بار دھاڑ[۱] اور قتل و قتال کے بعد جو میدان جنگ میں ہی قلعہ گیروں کے معاونوں[۲] کے ساتھ پیش آیا، رسد[۳] اور اجناس غلہ کا پہنچنا مشکل بلکہ ناممکن ہو گیا تھا۔ قلعہ کی فتح کے لئے سر توڑ کوشش کی گئی۔ جس کی نگرانی پر عادل شاہ کی طرف سے دلاور حبشی دو ہزار پانچسو بندوقچیوں اور حفاظتی آلات جنگ، توپ و تفنگ کے ساتھ مامور تھا۔ بالآخر حبشی مذکور نے التجا کے ساتھ امان چاہی، اور اسکی درخواست منظور کر لی گئی۔ یکم ذی قعدہ کو اس نے آکر شہزادہ کو سلام کیا۔ اور اجازت رخصت پاکر بیجاپور میں چلا گیا۔ یہ قلعہ (کلیان) پختگی و استحکام میں پہلے[۴] قلعہ (بیدر) سے بھی کئی گنا بڑھا ہوا ہے۔ جب بادشاہ کو اس فتح اور دوسری فتوحات کی اطلاع شاہزادہ اورنگ زیب کی عرضداشتوں کے ذریعے ہوئی تو تمام ولایت بیدر مع اسکے مضافاتی علاقوں کے اور قلعہ رام گڑھ[۵] یہ سب اورنگ زیب کو بطور انعام مرحمت فرمایا۔ اور اس کی تنخواہ اصل و اضافہ ملاکر بارہ کروڑ دام (سالانہ تین کروڑ روپیہ) ہو گئی۔ علاوہ ازیں اور عنایتیں بھی عمل میں آئیں۔ بیدر کا نام ظفرآباد رکھدیا گیا۔ اور معظم خان، شاہنواز خان، وجاہت خان، نجابت خان اور دوسرے متعین شدہ امرا بھی جن سے

---

[۵] صحیح تعیین نمودہ [۱] صحیح:۔ بامددگاران اہالی [۲] صحیح:۔ رسیدن آذوقہ وجنس غلات متعسر بلکہ متعذر الخ [۴] صحیح:۔ قلعہ اولی۔ [۵] صحیح:۔ بیدر و مضافات آں و قلعہ الخ

اس مہم[1] میں بڑی جانفشانیاں اور قابل قدر خدمات صادر ہوئی تھیں اضافہ منصب اور بیش قیمت خلعتوں کے عطیہ سے سرفراز[2] ہوئے (الحاصل، جب عادل شاہ اور دوسرے سرکشوں کو یقین ہو گیا - کہ عنقریب نامرادی کے جال[3] میں پھنس جائیں گے - اور اس کی تدبیر سوائے اطاعت کرنے کے اور کچھ نہیں ہے تو ابراہیم بحتر خان کو جو اس سلطنت کے معتمد لوگوں میں سے تھا - شاہزادہ اورنگ زیب کی خدمت میں بھیجکر امن چاہا - اور یہ طے پایا - کہ ایک کروڑ پچاس لاکھ روپیہ کی مالیت کے نقد و جواہرات اور ہاتھی[4] بطور نذرانہ کے پہونچادیں - اور قلعہ بربندہ مع تمام متعلقات کے اور ملک کوکن کے قلعے اور دیگر مقامات متعلقہ، شاہجہانی گماشتوں کے قبضہ میں دیدیں - جب یہ حالات اورنگ زیب نے باپ کی خدمت میں لکھے تو پادشاہ نے انکی عاجزی و بیچارگی پر رحم فرماکر نذرانہ میں سے پچاس لاکھ روپیہ معاف فرمادیا - اور شاہزادہ کو فرمان لکھا - کہ قاضی نظام کو نذرانہ وصول کرنے کے لئے بھیجکر خود نصرتمند لشکر دل کے ساتھ (اپنی جگہ) واپس چلا جائے - اور معظم خان قلعوں کے انتظامات سے فارغ و مطمئن ہو کر[5] قاضی نظام کے لوٹ آنے کے بعد رقوم پیشکش لیکر آستانہ خلافت پر حاضری کیلئے روانہ ہو جائے - (اسی سال) ۷ ذالحجہ کو بادشاہ کو پیشاب[6] رُک جانے کی بیماری لاحق ہو گئی - جب اطبا کی تشخیص یہ ہوئی کہ بواسیری مادوں کی وجہ سے یہ صورت پیش آئی ہے - تو رزق اللہ اسیر مقرب خان (جراح) نے فصد کھولی (لیکن)، کوئی سکون نہ ہوا - (اطبا کے اتفاق رائے

---

[1] صحیح: - تعیناتی کہ دریں یساق مصدر جانفشانی و ترددات الخ [2] صحیح سرفرازانہ [3] صحیح بدام ناکامی [4] صحیح دانیال [5] صحیح: - باجا [6] صحیح بربندہ

کی بنا پر جونکیں[۱] لگوا کر پھر خون نکلوایا گیا۔ اس سے بھی بند کی زیادتی اور سوزش اور جلن میں کمی نہ ہوئی۔ مجبوراً دوسری[۲] ٹھنڈائیاں (اندرو دوائیں) دینی شروع کیں۔ کچھ دن تک مزاج کی کمزوری بڑھتی ہی چلی گئی۔ آخر میں حکیم تقرب خاں کی تجویز سے شیر خشت (نام دوا) کچھ مفید پڑی۔ اسلسلہ خیرات میں، دہلی کی زکوۃ (ٹیکس) میں سے سات لاکھ پچاس ہزار کی معافی دے کر حکم جاری فرمایا کہ تمام ممالک محروسہ میں (اس سال) زکوۃ معاف کر دیں۔ مبلغ پانچہزار روپیہ، ایک ہاتھی اور ایک عراقی گھوڑا مستحق لوگوں پر خیرات کیا گیا۔ اور قیدی[۳] رہا کئے گئے۔ اور شاہزادہ دارا شکوہ کو دس ہزار ذات دس ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ کے اضافہ سے پچاس ہزار ذات اور تیس ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ کا منصب اور ایک کروڑ دام کا انعام عطا ہوا۔ جس سے اصل و اضافہ ملا کر اکیس کروڑ دام (پانچکروڑ پچیس لاکھ روپیہ) ہو جاتا ہے (اسی سال) اورنگ زیب کے عریضہ سے ۱۲ ذی الحجہ کو شاہزادہ محمد اکبر کی پیدائش کی اطلاع ملی۔ اسی زمانہ میں دارا شکوہ کی تحریک پر معظم خان کو شاہزادہ اورنگ زیب سے تعلق رکھنے کی بنا پر وزارت سے معزول کر کے خود اسکو اور مہابت خان اور دیگر امرا کو بارگاہ میں طلب فرمالیا۔ (ادھر) محمد امین خان کو (اسکے) باپ (معظم خان) کی نیابت سے روک دیا گیا۔ اور رائے رایان[۴] کو نئے وزیر کے مقرر ہونے تک امور وزارت انجام دینے کے لئے مامور کر دیا۔ چونکہ بادشاہ سلامت بیماری میں دبلے تھے۔ اور شاہزادہ دارا شکوہ[۵] جو ولی عہد تھا وہی کاروبار سلطنت کا کرتا دھرتا

۱ے صحیح باتفاق آرا زلو اخ ۲ے صحیح تبریدات دیگر ۳ے صحیح و زندانیان ۴ے صحیح رائے رایاں ۵ے صحیح دارا شکوہ کہ ولی عہد بود۔

بن گیا تھا۔ اور بھائیوں کی طرف سے اس کو خطرات تھے۔ اسلئے اسنے آگرہ کو ممالک محروسہ کے وسط میں خیال کرتے ہوئے باپ کو آگرہ تشریف لے چلنے کی تحریک کی۔ چونکہ بادشاہ داراشکوہ کے ساتھ بے انتہا محبت رکھتے کی وجہ سے وہ باتیں جنہیں اسکی تقویت کا سبب سمجھتے تھے۔ اس کی درخواست پر یا بلا درخواست، خود عمل میں لاتے رہتے تھے۔ اسلئے اسکی درخواست کے بموجب ۸ محرم ۱۰۶۷ھ کو بذریعہ کشتی (براہ جمنا) آگرہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ دانشمند خان جسنے بخشیگری کے عہدہ سے استعفا دیدیا تھا اسکی جگہ محمد امین خان پسر میر جملہ معظم خان (وزیر معزول) کو مقرر کر دیا گیا۔ ۸ صفر کو گھاٹ سامی کی عمارت میں پہنچکر نو روز یہاں قیام کیا۔ یہاں پہنچکر بیماری میں تخفیف ہوتی شروع ہوگئی۔ دو مہینہ کچھ دن میں بغیر دوا کی امداد[1] کے خود طبعی طور پر پیشاب کھل کر آنے لگا۔ روز بروز صحت کی علامتیں بڑھنے لگیں۔ چونکہ یہ طے ہوچکا تھا۔ کہ یکم ربیع الثانی تک، جو کہ قلعہ آگرہ میں داخل ہونے کی تاریخ تھی۔ شہزادہ داراشکوہ کے گھر قیام رہے گا۔ اسلئے ۱۹ ربیع الاول کو اس مکان میں تشریف لے آئے۔ اور حکیم تقرب خان کو (جسکی دوا سے آرام ہوا تھا) دس ہزار روپیہ بصورت جواہرات، سونا اور چاندی انعام میں دیا گیا۔ اس ماہ[2] کے اختتام پہ دکن کے حالات کی عرضداشتوں سے معلوم ہوا۔ کہ شاہزادہ اورنگ زیب ان علاقوں کے اہم امور انجام دے کر اورنگ آباد آگیا ہے اور دل رس بانو بیگم دختر شاہنواز خان جو شاہزادہ کے نکاح میں تھی انتقال کر گئی ہے۔ (اسی دوران میں) مہابت خان اور دوسرے

---

[1] صحیح :۔ بے مدد دوا

[2] " :۔ آخر این ماہ الخ

امرائے متعینہ دکن حاضر دربار ہو کر مستحق انعامات ہوئے - اور شاہزادہ دارا شکوہ ان خدمات کے صلہ میں جو بیماری کے زمانہ میں اسنے سرانجام دی تھیں - تیرہ لاکھ نوے ہزار روپیہ کے سامان جواہرات اور اصل و اضافہ کی رو سے ساٹھ ہزار ذات تیس ہزار سوار دو اسپہ وسہ اسپہ کے منصب اور اگلا پچھلا سب ملا کر تئیس کروڑ دام کے انعام (سے سرفراز ہوا) جس[1] کی مجموعی میزان بارہ مہینہ کے لحاظ سے دو کروڑ[2] سات لاکھ پچاس ہزار روپیہ ہوتی ہے اسکے علاوہ بھی ایک کروڑ روپیہ نقد اور سو گھوڑے مرحمت کئے گئے - نیز دوسری عنایات کے ساتھ صوبہ بہار بھی مرحمت کر دیا گیا - جعفر خان وزارت عظمیٰ کی خدمت سے سرفراز ہوا - ۱۵ ر جمادی الاولی کو مہابت خان کابل کا صوبہ دار بنکر روانہ ہوا - (اسی اثنا میں) گوش گذار ہوا کہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نے سفر آخرت اختیار کیا - (اسی اثنا میں) جب یہ امر گوش گذار ہوا کہ اگرچہ شہزادہ شجاع کے نمائندہ (مقیم دارالسلطنۃ) نے بادشاہ کے صحتیاب ہو جانے کی خبر لکھدی تھی - مگر وہ (شجاع) اسکو بڑے بھائی کے ساتھ سازش کا نتیجہ سمجھکر اس تحریر کو درست نہیں سمجھتا - اور (اسی لئے) بنگال سے ایک بھاری لشکر کے ساتھ اکبر آباد پر چڑھائی کے ارادہ سے روانہ ہو گیا ہے - اسلئے سلطان سلیمان شکوہ (پسر دارا شکوہ) کو راجہ جے سنگھ اور بہادر خان کے ساتھ لشکر دیکر جس کی مجموعی تعداد بیس ہزار سوار ہوتی تھی - اس شورش کو فرد کرنے کے لئے اس طرف متعین کر دیا - روانگی کے وقت سلطان (سلیمان شکوہ) کو تین ہزار کے اضافہ سے اور راجہ جے سنگھ کو ہزار ذات اور ہزار سوار دو اسپہ وسہ اسپہ کے اضافہ

---

[1] صحیح :- کہ مجموع [2] دو کرور معلوم ہوتا ہے دام مختلف وزن کا سکہ تھا جو کہیں چار آنہ کے برابر ہوتا ہے اور کہیں اس سے کچھ کم - مگر یہاں ۲ ر آنہ سے بھی کم بیٹھتا ہے -

سے چھ ہزار ذات پانچہزار سوار کے منصب اور ایک لاکھ روپیہ انعام دیکر روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ اگر (شاہزادہ) شجاع (اپنے اس رویہ میں) خرابی نیچے[1] اور بے تدبیری کی وجہ سے اپنے مقام پر واپس (جانے پر آمادہ) نہ ہو تو اسکے ساتھ جنگ کر کے اُسے سزا دی جائے۔ اور مہاراجہ جسونت سنگھ راٹھور کو ہزار ذات کے اضافہ سے سات ہزار ذات اور سات ہزار سوار کے منصب اور ایک لاکھ روپیہ کے انعام اور دیگر عطیات سے نواز کر مالوہ کی صوبہ داری (پر لگا دیا) اور ظاہر و باطن ہر صورت سے انکو شاہزادہ اورنگ زیب کو (مخالفت کرنے سے) روکنے پر مامور کیا۔ اور دوسرے امیروں اور منصبداروں کو بھی اسکی امداد کے لیئے معین کر دیا۔ اور داراشکوہ کا ملازم سید قاسم نامی اسکی طرف سے قلعہ الہ آباد کی حفاظت اور وہاں کی صوبہ داری کے لیئے روانہ ہوا۔ یکم ربیع الثانی کو بادشاہ (پروگرام) کے مطابق) قلعہ آگرہ میں اپنے محل میں تشریف لے آئے۔ جب یہ سُنا کہ (صوبہ گجرات میں) شاہزادہ مراد بخش نے (بادشاہ کے) مزاج عالی کی بیماری کا حال سنکر سکہ اور خطبہ اپنے نام کا جاری کر دیا ہے اور گجرات کے شاہی دیوان سید علی نقی کو، جو اسکی خرابیوں[2] کی اصلاح پر مامور تھا۔ بغیر جرم یا خیانت کی تحقیق کیئے اپنے ہاتھ سے ناحق قتل کر دیا۔ اور خزانہ شاہی اور خزانہ بیگم صاحب اور وہاں کے تاجروں اور رعایا کے مال پر دست ظلم دراز کر دیا ہے۔ اسلیئے اس کے (شجاع کے بجائے) قاسم خان میر آتش (افسر اسلحہ خانہ) کو احمد آباد کا گورنر بنا کر روانہ کیا۔ اس سال کے اور شاہجہان کی بقیہ زندگی کے دنوں کے مزید حالات

---

[1] صحیح بجائے خود [2] صحیح مفاسد۔

انشاء اللہ تعالےٰ شاہزادہ اورنگ زیب کے واقعات کے ضمن میں معرض تحریر میں لائے جائینگے۔

اولاد شاہجہان کی تفصیل

یمین الدولہ آصف خان کی بیٹی نواب[1] ممتاز محل کے پیٹ سے چار سعادتمند لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ اور یہ سب) باپ کی شاہزادگی کے زمانہ سے سلطنت کے انجام کے وقت تک زندہ رہے۔

(لڑکوں کی تفصیل)

اول:۔ شاہزادہ دارا شکوہ۔ اس کی پیدائش ۱۰۲۴ھ میں ہوئی۔ اسکے ہاں سلطان پرویز کی لڑکی کے بطن سے چار بچے ہوئے سلیمان شکوہ۔ سپہر[2] شکوہ، جانی بیگم، دوسری لڑکی کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

دوم۔ شاہزادہ شجاع۔ اس کی پیدائش[3] ۱۰۲۵ھ۔ اسکے بچے مختلف باؤں سے یہ ہیں۔ زین الدین[1]، بلند اختر[2]، زین العابدین[3]، دلپسند بانو[4] بیگم، گلرخ[5] بانو بیگم۔ خردمند[6] بانو بیگم، خیر النسا[7] بیگم

سوم۔ شاہزادہ اورنگ زیب (تاریخ ولادت۔ اتوار ۱۵ ذی قعدہ ۱۰۲۷ھ اسکی تاریخ پیدائش[5] لفظ آفتاب عالمتاب[4] سے نکلتی ہے۔ ۱۰۲۸

---

[1] صحیح نواب ممتاز محل [2] صحیح سپہر شکوہ [3] نقرہ کے عدد میں ایک کا اضافہ ہے اسلئے یا تو پیدائش کا سنہ ہی ۱۰۲۸ھ ہوگا یا آخر سال کے خیال سے ڈیڑھ ماہ کا فرق نظر انداز کر دیا۔ [5] عبارت رہگئی ہے صحیح:۔ از تاریخ ولادتش کلمۂ آفتاب عالمتاب خبر میدہد واسامی اولادش در آخر احوال او انشاء اللہ تعالیٰ ثبت شود

اس کی اولاد کے نام خود اسکی سوانح کے آخر میں انشاء اللہ تعالےٰ لکھے جائیں گے -

چہارم - مراد بخش :- اس کی ولادت ۱۰۳۳ھ کی ہے - اسکے بچے یہ ہیں - ایزد بخش - دولت دار بانو بیگم - آسایش بانو بیگم - ہمراز بانو بیگم -

شاہجہان کی لڑکیاں

اول :- نواب علیۃ العالیہ (برتر پایہ) جہاں آرا بیگم معروف بنام بیگم صاحب اس کی پیدائش ماہ صفر ۱۰۲۲ھ میں ہوئی - باپ کی بڑی چہیتی تھی - اور تمام اولاد سے زیادہ (باپ کی نظروں میں) معزز و محترم تھی - ساٹھ لاکھ روپیہ سالانہ اسکے اخراجات کے لئے مقرر تھا - خود یہ بھی لوگوں پہ بڑی سخاوت اور احسان کرتی تھی -

دوم - نواب روشن آرا بیگم - سن ولادت ۱۰۲۶ھ

سوم - نواب گوہر آرا بیگم - " " ۱۰۴۰ھ

چہارم - نواب پرہیز بانو بیگم یہ مرزا مظفر حسین صفوی کی بیٹی قندھاری محل کے شکم سے تھی - عمر کے لحاظ سے تمام اولاد سے بڑی تھی - سن ولادت ۱۰۲۰ھ اور محل نوے[1] انئے حرم سرا یعنی نئی بیگم) جو کہ شاہنواز خان پسر خانخاناں کی بیٹی تھی کوئی بچہ زندہ نہ رہا -

---

[1] صحیح - محل نو

عہد شاہجہان و عالمگیر کے بعض عجیب واقعات

ملّا خواجہ رح حضرت میاں میر رح کے مرید اور ملا شاہ بدخشی کے پیر تھے۔ جائے پیدائش بہار ہے۔ اور تربیت گاہ لاہور۔ نہایت آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے، اور بحد تنگی میں بغیر تعین ذریعہ معاش، دن گذارتے تھے۔ خواجہ بختاور خاں عالمگیری مصنف تاریخ مراۃ العالم جو مشہور شاہی خواجہ سراؤں اور مقربین درگاہ میں سے تھے۔ اپنی کتاب میں (انکے بارے میں) لکھتے ہیں کہ مجھ سے خواجہ دربار خاں ناظر نے جو کہ شاہجہان اور عالمگیر کے عہد میں عہدۂ نظارت (ناظر الممالک) پر فائز رہے ہیں۔ بیان کیا کہ ایک دفعہ بادشاہ لاہور میں دارا شکوہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ وہاں (پہنچکر) اس خادم سے فرمایا کہ "ہم لوٹتے ہوئے، ملا خواجہ سے اُسکے گوشہ خلوت میں جاکر ملتے ہوئے محل واپس جائیں گے۔ تم پہلے سے جاکر خبر لے لو"، میں ملا خواجہ کے مکان پر، جو ایک ٹوٹی پھوٹی کوٹھڑی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ پہونچا۔ اور یہ سنا کہ وہ ابھی ابھی کہیں باہر چلے گئے ہیں۔ میں تھوڑی دیر ٹھہرا۔ اتنی دیر میں بادشاہ کی سواری نمودار ہوگئی۔ میں نے آگے بڑھکر واقعہ عرض کیا۔ بادشاہ نے فرمایا۔ کہ تم یہیں ٹھہرو۔ جب ملّا آجائیں۔ تو ہمارا سلام کہکر یہ مصرعہ[1] پڑھ دینا

ع طاقت مہمان نداشت خانہ بمہمان گذاشت یعنی مہمان کی مہمانی کی سمائی نہ تھی۔ تو گھر ہی مہمان پر چھوڑ کر چلدئے۔ جب ملّا واپس آئے

---

[1] صحیح ایں مصرعہ بر خوان۔

اور یہ مصرعہ سنا - تو جواب میں فرمایا کہ "حضرت بادشاہ نے بڑی ہی عزیا پروری فرمائی (کہ تشریف لائے) لیکن میں قصداً اٹھکر ایک طرف چلا گیا تھا تاکہ حضرت تکلیف نہ فرمائیں - اور لوگوں کے ہاتھ سے میری ڈاڑھی بچی رہے - (گویا الہام سے بادشاہ کے ارادہ سے اطلاع ہو گئی تھی - اور یہ کہ بادشاہ کے آکر ملنے پر لوگ بائہ خیال کرکے سفارشوں کے لئے تنگ کرینگے) یا فی کل میں اس پیغام کا جواب دیدونگا -" دوسرے روز ملا - اکیلے پیادہ پا جاکر، نشانہ کے نیچے (نشان طلب زیارت جو زائرین کے لئے معین تھا) جو اس زمانہ میں دیوان عام کے صحن میں قائم کر رکھا تھا - کھڑے ہو گئے - میں نے ملا کو پہچان کر بادشاہ سے عرض کیا، بادشاہ نے خوش ہو کر جلدی سے دربار عام برخاست کر دیا - اور تنہائی میں جا کر ملا سے خوب باتیں کیں - نیز (عالمگیری) لکھتا ہے کہ سعد اللہ خان (وزیر) اپنے افلاس و پریشانی اور تحصیل علم کے زمانہ میں ملا خواجہ کی خدمت میں آیا جایا کرتا تھا - ایک دن ملا کی زبان سے نکلا کہ "بادشاہ ہند کے وزیر کو بلاؤ" حاضرین حیران تھے - یہ نہ سمجھ میں آتا تھا - کہ کس کو (بلانا) چاہتے ہیں - (اسپر) ملا صاحب نے خود کہا کہ ملا سعد اللہ کو (بلانے کے لئے) کہہ رہا ہوں - بالآخر (یہ پیشگوئی سچی ہوئی کہ) وہ شاہجہان کا وزیر بنگیا - نیز لکھتا ہے - کہ معتبر لوگوں سے سنا گیا ہے - کہ ایک روز درویشوں (سالکوں) کی ایک جماعت اور کچھ اور حقیقت شناس لوگ بیٹھے ہوئے تھے - وحدت الوجود کے مسئلہ کا ذکر چھڑ گیا - ہر شخص اپنی اپنی قابلیت و استعداد کے مطابق تقریر کر رہا تھا - اور ملا خواجہ درمیان میں چپ چاپ بیٹھے تھے - ایک دم اٹھے اور جو آگ وہاں جل رہی تھی اسمیں جا بیٹھے - اور

---

(۱) صحیح - این مصرعہ برخوان (۲) صحیح :- از ثقات مسموع الخ

تھوڑی دیر تک ٹھہرے رہے۔ اسکے بعد باہر آکر فرمایا کہ اس (مسئلہ) کا جواب یہی ہے، لوگوں نے جب دیکھ بھال کی تو انکے کپڑوں کا کوئی حصہ بھی آگ سے متاثر نہیں ہوا تھا۔ (آخر زندگی میں) ایک روز ۱۰۶۸ھ مطابق سال اول جلوس (عالمگیری) میں عالمگیر کی تخت نشینی کے ابتدائی زمانہ میں ہی ملا مذکور، لاہور کے فیض بخش باغ میں گئے ہوئے تھے۔ وہاں جاکر دو تین بار فرمایا کہ "مجھے بلا رہے ہیں" اور اسی وقت داعی اجل کو جواب میں لبیک کہا۔ اور اپنے پیر کے مقبرہ کے قریب مدفون ہوئے۔ ملا شاہ بدخشی جو (بیعت اول کے لحاظ سے) حضرت میاں شاہ میر کے مریدوں میں ہیں اور اس بیعت کے اعتبار سے گویا ملا خواجہ کے پیر بھائی ہیں۔ کیونکہ دونوں ایک ہی مرشد کے مرید ہوئے۔ ان کی رباعی بہت خوب ہے۔ یہ صاحب بھی مرجع خلائق تھے۔ (لوگ) کہتے ہیں دارا شکوہ کے پیر و مرشد یہی ہیں بہرحال چونکہ رباعی اثر سے خالی نہیں ہے۔ اسلئے اس کتاب میں درج کر دی گئی۔

رباعی:- اے وہ شخص کہ پاؤں میں (دنیوی تعلقات کی) بیڑیاں اور دل پہ (غفلت از حق کا) تالا ڈالے ہوئے ہے! ہوش میں آ۔ اور اے وہ کہ دلدل میں دھنسے ہوئے ہونے پر بھی آنکھیں بند کئے ہوئے ہے! ذرا ہوش سے کام لے۔ مشرق کے سفر کا ارادہ ہے۔ اور رخ مغرب کی طرف کر رکھا ہے!! اے منزل کی طرف پشت کرنے والے مسافر! کچھ تو ہوش و حواس سے کام لے۔

حکایت:- بختاور خان (عالمگیری) نقل کرتا ہے کہ ایک روز مجھ سے قاضی ابراہیم بھتی نے جو اپنے زمانہ کے بڑے علماء میں سے تھے۔ بیان

---

۵ صحیح:- لبیک اجابت۔

کیا کہ میں (ایک دن) میرک شیخ کے مکان پہ پہونچا (شیخ) آخر عمر میں عالمگیر کے عہد حکومت میں صدارت کل (صدر الصدور) کے عہدہ پہ فائز تھے مجلس علما سے بھری ہوئی تھی - ناگاہ ایک آدمی ا ہلکا اور حقیر سا لباس پہنے اور خراب خستہ عمامہ باندھے ہوئے داخل ہوا - میرک شیخ نے اسکے اعزاز و اکرام میں حد کر دی - وہ تھوڑی دیر بیٹھا - پھر جانے کے لئے اجازت چاہی - جاتے وقت بھی نہایت تواضع و انکسار کے ساتھ (شیخ نے) اسے رخصت کیا - حاضرین نے شیخ میرک کا اوسکے مرتبہ سے زیادہ تعظیم و تکریم میں مبالغہ دیکھا تو اسکے احوال پوچھے (شیخ کی طرف سے) جواب سنا کہ یہ صاحب عجیب و غریب علوم میں بڑے ماہر ہیں - اور جنات ان کے تابع ہیں - میں یہ بات سنکر جلدی سے اٹھا اور ان کے پیچھے دوڑا - راستہ میں ہی انسے جا ملا - اور کوئی عجیب و غریب بات دکھانے کے لئے میں نے ان کی بڑی خوشامدیں اور منتیں کیں - اپنے گھر کا پتہ بتا کر فرمانے لگے کہ "اگر آپ غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمائیں تو دلجمعی سے بات چیت ہو" (غرض اسوقت تو) میں رخصت ہو گیا - اور تین چار روز بعد ان کے مکان پہ گیا - میرے آنے کی خبر سنی تو بالاخانہ سے جو اُن کا خلوت خانہ تھا نیچے اُتر آئے - اور پُر جوش طریقہ سے امیر امزاج و حال پوچھا - اور فرمایا کہ مجھے ایک ضروری کام ہے آپ بالاخانہ پہ تشریف رکھیں - تا آنکہ میں خدمت میں حاضر ہوں" میں جب چند سیڑھیوں پہ چڑھا تو دیکھا کہ عمامے باندھے ہوئے کچھ لوگ بیٹھے (علمی) بات چیت اور کچھ ذکر و تذکرے کر رہے ہیں - (سب) میری تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور استقبال کر کے نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ مجھے

---

۱ صحیح صدارت کل داشت ۲ صحیح زیادہ از مرتبہ او دیدند ۳ صحیح غرائب علوم

صدر مقام پر بٹھایا۔ انمیں سے دو تین کے پاس کتابیں تھیں۔ انمیں سے ایک نے کتاب مطوّل (فن معانی و بیان کی کتاب) کھولی۔ اتفاق سے دو تین رٹے ہی ہوئے تھے۔ کہ ایک طالب علم جبکہ وہ میرے پاس مطول کا سبق لے رہا تھا۔ تو ملا سعد الدین (تفتازانی مصنف کتاب) پر بڑی بحث اور سخت اعتراض کر رہا تھا۔ اور اس شخص نے وہی مقام نکالکر[1] اسی اعتراض کا ذکر چھیڑ دیا اور انمیں سے ایک دوسرا شخص اس کا جواب دینے والا بن گیا۔ (یہیں پر) بحث طویل ہوگئی، میں نے بھی مناسب مقام کچھ باتیں کہیں (پھر) ہر علم سے متعلق دقیق باتیں بلند نکتے اور عمدہ تحقیقات اُس جماعت سے سننے کا موقع ملا۔ تقریباً ایک پہر (تین گھنٹے) تک یہ مجلس جمی رہی اسی دوران میں صاحب خانہ آتے ہوئے دکھائی دیئے اور یہ جماعت ان کی تعظیم کے لیئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ میں از روئے نیازمندی استقبال کرنے میں سب سے آگے بڑھکر چلا گیا۔ (صاحب خانہ) معذرت کرنے لگے " کہ آپ بڑی تکلیف اُٹھا کر (میرا) انتظار کرتے رہے[2]" میں نے کہا کہ " ان بزرگوں کی صحبت و ہمکلامی کے فیض سے میں بہت محظوظ و بہرہ ور ہوا"، پوچھا کون بزرگ ؟ میں نے جو پلٹ کر دکھانا چاہا۔ تو کسی کو بھی نہ دیکھا۔ (اس سے مجھپر) ایسا خوف چھا گیا۔ کہ کپکپانے لگا۔ انھوں نے ہنسکر مجھے آغوش محبت میں لے لیا۔ اور تھوڑا سا پانی منگایا اور اسپر پھونک مار کر میرے سر اور چہرہ پر چھڑکا (اسطرح) وسوسہ و خوف سے نجات بخشی۔

---

[1] صحیح :۔ ہماں مقام بر آوردہ مذکور ہماں اعتراض نمود و دیگرے از آنہا مجیب او شدہ سخن بطول کشید فقیر نیز مناسب مقام سخنان الخ [2] صحیح رنج انتظار دیدند گفتم الخ

حکایت ۱:- انہی قاضی صاحب (ابراہیم محقق) نے بختاور خان سے (یہ بھی) بیان کیا کہ جس زمانہ میں میں شاہجہان کے پوتے سلطان شکوہ کی تعلیم پر مامور تھا۔ تو ایک روز شیخ ناظر جو اپنے زمانہ کے عجیب و غریب شخص تھے، مکتب میں آ گئے، میں نے سلیمان کو اشارہ کیا کہ شیخ سے کچھ مانگو، سلطان نے نیازمندی[1] کے ساتھ تبرک کی درخواست کی تو شیخ نے مسکرا کر فرش کے نیچے ہاتھ ڈالا اور کئی چھوٹی[2] چھوٹی کنکریاں اٹھا کر[3] اور دونوں ہاتھ میں لے کر دو تین مرتبہ (ہاتھوں ہاتھوں میں) لوٹ پلٹ کی۔ جب ہاتھ کھولا تو (انہیں سے) بعض خوشرنگ عقیق کے دانے، بعض بیش قیمت لعل، کچھ مونگے، اور چند ڈھلکتے ہوئے (آبدار) موتی بن گئے تھے۔ اس سے بھی زیادہ عجیب یہ کیا کہ ان دانوں کو اپنی ڈاڑھی کے بال سے بیندھ کر (اور اسی میں پرو کر) سلطان کو دیدیا۔ اور دیکھنے والوں پر حیرت کے دروازے کھول دئے (سب حیران رہ گئے)

حکایت :- شاہجہان کی تخت نشینی کے نویں سال جبکہ بادشاہ دولت آباد سے آگرہ تشریف لے جا رہے[4] تھے۔ تو تاریخ اقبال نامہ جہانگیری کے مصنف معتمد خان نے جو اس وقت بخشیگری کے عہدہ پر تھا۔ ایک نو سال کی خوبصورت لڑکی بادشاہ سلامت کے سامنے پیش کی۔ جس کے ساتھ ایک عجیب و غریب (حسین) لڑکا تھا۔ اور عرض کیا کہ یہ عورت (کیا ہے) قدرت کا ایک عجیب کرشمہ ہے۔ اڑھائی[5] سال کی عمر میں اسکے پستان نکل آئے۔ سات سال کی عمر میں بغیر کسی مرد سے ملے حاملہ ہو گئی۔ اور آٹھ سال کی عمر میں یہ بچہ پیدا ہوا۔

---

[1] صحیح بہ نیازمندی [2] صحیح خورد [3] صحیح برداشتہ بہر دو دست الخ [4] صحیح عازم اکبر آباد بود [5] صحیح در دو نیم الخ

حاضرین (یہ سنکر) دریائے تحیر میں ڈوب گئے - عجائبات کی ایجاد کے بارے میں خدا کی قدرت کا اقرار اور فطرت کی جدت طرازیوں کا اعتراف کیا۔

حکایت - شاہجہان کی تخت نشینی کے دوسرے سال بادشاہ سے عرض کیا گیا - کہ موضع املائیوں[1] (مضافات پرگنہ گوالیار) میں ایک کھیت میں ایک دراز قد شخص مقتول پڑا ہے اور اس کا سر کاٹ کر لے گئے ہیں، بادشاہ نے اپنا ایک معتمد[2] بھیجا، وہ ملاحظہ کر کے واپس آیا - اور عرض کیا کہ قد کی لمبائی علاوہ سر کے، ساڑھے تین گز ہے - اور چوڑائی ڈیڑھ گز - کھیت میں قتل کیا ہوا پڑا ہے - اور سر کا پتہ نہیں - اور جس زمین میں کہ وہ لاش پڑی ہوئی ہے وہاں کی تقریباً ایک بیگھہ زمین اسطرح اونچی نیچی ہو گئی ہے کہ جیسے دو ہاتھی باہم لڑے ہوں -

حکایت - ایک کثیر الاولاد اور پریشان حال سید نے پانی پت کے قرب و جوار کے ایک گاؤں میں خدا پر توکل کر کے گوشہ نشینی اختیار کر رکھی تھی - اور کمانے دھمانے کے لئے آنے جانے اور کوشش کرنے کا سلسلہ ترک کر دیا تھا - گوشۂ بے فکری میں قناعت کے خزانہ پہ قدم جما کر بیٹھ گیا تھا - بیوی بچوں کے ساتھ نہایت تنگ حالی میں بسر کرتا رہا - اتفاق سے ماہ محرم کے پہلے دس دن میں تنگدستی بہت بڑھ گئی - اور چار دن تک کھانے کی قسم سے کوئی چیز اس بلند مقام ہستی کے اور اسکی کمسن اولاد اور متعلقین کے حلق میں نہیں پہونچی -

عاشورہ (۱۰ محرم) کے دن وہ صابر و شاکر اپنے بزرگوار دادا حضرت

---

[1] صحیح - املائیوں - [2] صحیح معتمدے را -

حسین) کے ماتم[1] میں رنجیدہ اور قرآن شریف کی تلاوت میں مصروف تھا اور
حالت یہ تھی۔ کہ دل بھوک کی آگ سے جلکر کباب ہو رہا تھا۔ اور صبر و ضبط
کی عمارت بے سروسامانی کی وجہ سے اجڑی جا رہی تھی۔ (اسی حالت میں)
اس کی لڑکی نہایت بے تاب ہو کر باپ کے پاس آئی۔ اور بھوک کی وجہ سے
رونے لگی۔ اور جب وہ نورِ نظر مچل کر باپ کی گود میں لوٹنے لگی تو اچانک
دیکھا کہ باپ کی چادر کے کونے سے بھاپ اُٹھ رہی ہے۔ اور کھانے کی خوشبو
روح کے دماغ میں پہنچا رہی ہے۔ (لڑکی نے) باپ کو[2] آگاہ کیا۔ سید نے جب
اطلاع پاکر دیکھا تو چار طباق گرم پلاؤ کے (رکھے) دیکھے جو خدا کے کرم و عطا
کے باورچی خانہ سے اسکے پاس پہونچائے گئے ہیں۔ صاحب احسان و انعام
(خدا) کا شکر ادا کیا۔ اور (گھر والوں میں سے) ہر ایک کو حصہ پہنچا دیا۔ اور خود
بھی اپنا حصہ[3] لے لیا (پس) اس دن سے ساڑھے پانچ سیر سفید (عمدہ) چاول
اور پانچ سیر[4] گیہوں عالم بالا سے اُسکے گھر میں برسنے لگے۔ اور سید کا وقت
اطمینان سے گزرنے لگا۔ حملۃ الملک جعفر خان وزیر نے یہ قصہ معلوم کرکے
بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر سے عرض کیا۔ حکم ہوا کہ محمد اسحاق چیلہ (جو بارگاہ
شاہی کا مقرب اور معتمد شخص تھا۔ خود وہاں جائے اور اپنی آنکھ سے جو کچھ دیکھے
آکر عرض کرے۔ چیلہ مذکور متعینہ کام انجام دینے گیا۔ اور (یہ واقعہ اسی طرح)
اپنی آنکھ سے دیکھ کر آیا۔ اور عرض کر دیا۔ عالمگیر نے یہ سنکر ایک رقم بطور انعام
اور روزینہ[5] مقرر فرما کر سید کی حالت پر کرم فرمایا۔ پھر عجیب بات یہ ہوئی۔ کہ
اس ذریعہ[6] معاش کے مقرر ہوجانے[7] کے بعد آسمانی دسترخوان بند[8] ہو گیا۔ اللہ اللہ

---

۱ صحیح ماتم ۲ صحیح پدر را ۳ صحیح خط خویشتن ۴ صحیح استطلبوا ما یعنون) ۵ صحیح تعیین یومیہ ۶ صحیح وجوہ ۷ صحیح۔ تعین ۸ صحیح :- انقطاع۔

اے خدا - تو بڑا پاک ذات ہے، جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے - تجھے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں)

عالمگیر اورنگ زیب کی دکن سے روانگی

جب شاہجہان بادشاہ کی تکلیف اور بیماری کی شدت اور اسکے کاروبار سلطنت میں بے بسی اور دارا شکوہ کے اقتدار[1] کی خبریں اورنگ زیب کے ہوش وخود کے کان میں پڑیں تو ڈھیل ڈالے[2] رکھنے اور غفلت برتنے میں مصلحت نہ دیکھتے ہوئے باپ کی خدمت میں حاضری کے ارادہ کی شہرت کر کے خطۂ اورنگ آباد سے جو اس کا آباد کردہ اور اس کا دارالحکومت تھا - روانہ ہوا - اور اپنے[3] چھوٹے بھائی مراد بخش کو اپنے ساتھ لے جانے اور باپ کی بارگاہ سے اس کی خطاؤں کی معافی حاصل[4] کرنے کے بہانہ سے بلایا - اور اپنے ساتھ متفق الخیال اور ہر طرح سے اس کا دل مطمئن کر کے اپنا ساتھی بنا لیا - چونکہ (عالمگیر) جانتا تھا کہ عظیم الشان بادشاہی فوجیں مہاراجہ جسونت سنگھ اور قاسم خان کی قیادت میں اوجین میں جہاں سے اس کا گذر ہوگا - راستہ میں حائل ہونگی۔ اسلئے احتیاط[5] وتجربہ شاہانہ کا تقاضا یہ ہے کہ اس مہم کے شایان شان فوج بھی ساتھ چلے - (ادھر) دارا شکوہ نے عالمگیر سے خوف رکھنے کی وجہ سے دکن کے امداد پہنچانے والے امرا کو جو بیجاپور کی مہم پر لگے ہوئے تھے - اپنے پاس بلا لیا تھا - جیسا کہ پہلے گذرا - اور یہ امرا عین جنگ کے موقعہ پر جبکہ

---

[1] صحیح :- اقتدار دارا شکوہ - [2] صحیح اہمال و اہمال - [3] صحیح برادر خورد خود را - [4] صحیح - استغفاء [5] صحیح حزم -

بیجاپور کی فتح قریب تھی۔ (محاذ سے) لشکر بارگاہ کی طرف چل دئے تھے۔ (چنانچہ) امدادی بڑے امراء میں سے معظم خان (وزیر معزول) شاہنواز خاں اور نجابت خان کے سوا کوئی اور دکن میں نہیں رہا تھا۔ اسلئے ضرورت وقت کی بنا پر لشکروں کے فراہم کرنے کی طرف توجہ کی۔ اور تھوڑی سی مدت میں جسقدر عقلمند بہادر سردار اور غیرت مند جرار فوج کی ضرورت تھی۔ اور جمع کیجا سکتی تھی۔ جمع کر لی۔ اور اچھا خاصہ توپ خانہ اور معتدبہ فوج مرتب کر لی۔ ظفرمند فوج کے سرداروں اور جان باز امرا کو بلند منصبوں، اچھے خطابوں اور ہر قسم کے کرم و نوازش سے سرفراز فرمایا۔ رسد[۱] اور تنخواہ میں اضافہ کر دیا۔ شاہی ملازمین میں سے جس نے ہمراہی اختیار کی۔ اس کی بھی شاہانہ عنائتوں سے دلجوئی کی۔ اپنے بڑے بیٹے سلطان محمد کو نجابت خان اور نصرتمند لشکروں میں سے ایک فوج کے ساتھ تعینات کر کے اپنے لشکر کا مقدمۃ الجیش (ہراول) بنایا۔ اور یکم جمادی الاول ۱۰۶۸ھ کو بطور ہراول پہلے سے برہانپور کی طرف روانہ کر دیا۔ اور اسکے ہمراہیوں کو نشان (علم و نقارہ اور دیگر نوازشوں سے سرفراز کیا[۲]۔ اور سلطان معظم کو دکن کی صوبہ داری پر متعین کیا۔ سلطان اعظم کے چھوٹے بھائی سلطان اکبر کو جو ابھی ابھی پیدا ہوا تھا۔ سراپردۂ سلطنت کی اکثر خواتین کے ساتھ قلعہ دولت آباد میں چھوڑا۔ ایک محبت بھرا فرمان مراد بخش کے نام لکھا کہ گجرات سے مالوہ کی طرف لوٹ کر (وہاں اہم ہے) ملجائے۔ اور شاہزادہ محمد اعظم کو بخت و اقبال کی طرح اپنے ساتھ لیا۔ جمعہ کے دن ۱۲۔ جمادی الاولی

---

[۱] صحیح علوفہ۔ [۲] صحیح سرفراز فرمود [۳] طوغ چھوٹا جھنڈا جو ترکی فوج کا نشان تھا۔

کو اورنگ آباد سے[1] برہانپور کی طرف کوچ کیا۔ ۲۵ ماہ مذکور کو مذکورہ شہر کے باہر جا اترا[2]۔ خاندیس کے صوبہ دار محمد طاہر نے مع شاہی ملازمین کی ایک جمعیت کے جو برہانپور میں تھی۔ سلطان محمد کے ساتھ آکر شرف زمین بوسی حاصل کیا۔ یہاں ایک ماہ قیام رہا۔ انہی حالات کے دوران میں عیسیٰ بیگ وکیل (نمائندہ شاہزادہ) نے جو قید سے چھوٹ کر (آگرہ سے) روانہ ہوا تھا۔ اعزاز قدمبوسی حاصل کیا اور (وہاں کے) حالات کی تفصیلات بتائیں۔ اور یہ انکشاف کیا کہ روز بروز داراشکوہ کا اقتدار اور بادشاہ کی بے بسی بڑھتی جا رہی ہے اور مہاراجہ جسونت سنگھ بھی ہندوانہ عقیدوں کی وجہ سے داراشکوہ کا خیر خواہ بنکر (عالمگیر کی) بدخواہی اور اسکے ساتھ گستاخیاں کرنے میں منہمک ہے۔ اس سے زیادہ برداشت کرنا مقصد میں خلل ڈالدے گا۔ اور اور ارادہ کو ناکام بنا دے گا۔ ان وجوہ سے جو ارادہ کہ اورنگ زیب کے دل کے سامنے تھا۔ پختہ ہو گیا۔ اور آگے کوچ کرنا لازمی اور قطعی ضروری قرار پایا۔ پیر کے دن ۲۵ جمادی الآخر کو عالم کشا پرچم برہانپور سے آگرہ کی طرف بلند کیا۔ اس کوچ کے وقت بھی امراء اور تمام ساتھی ہر قسم کی عنایات اور دلجوئیوں سے بہرہ ور ہوئے۔ چونکہ شاہنواز خاں صفوی اپنی تدبیری اور مقدر کے تقاضے کی بنا پر ساتھ دینے میں لیت و لعل کرتے ہوئے برہانپور میں وقت کو ٹال رہا تھا۔ اسلئے شاہزادہ سلطان محمد کو باتدبیر مخلصوں میں قابل اعتماد ہستی یعنی شیخ میر کے ساتھ برہانپور بھیجا۔

---

[1] صحیح از اورنگ آباد

[2] صحیح ساحت۔ میدان مراد بیرون شہر۔

اور اس بدخواہ کو گرفتار کرا کر شہر مذکور (برہانپور) کے قلعہ میں قید کر دیا اور خود کوچ کر کے کئی مرحلے طے کرنے کے بعد دریائے نربدا کے کنارے پر پہنچا۔ اور ۱۰ ار ماہ مذکور (رجب) کو اکبر پور کے راستہ[۱] میں دریائے نربدا کو کم پانی کے مقام سے (پیادل) عبور کر کے مقام کیا۔ اور پھر مسلسل کوچ کرتے ہوئے دیال پور[۲] میں پہونچا۔ ۲۱ ر کو جبکہ دیال پور سے کوچ کیا تو مراد بخش نے جو اس کی ہمراہی کے قصد سے گجرات سے چل چکا تھا سعادت ملاقات حاصل کی۔ وہاں سے موضع دھرمات پور (کی طرف کوچ کیا) جو اوجین سے سات کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور جہاں راجہ جسونت سنگھ، قاسم خان اور بقیہ تمام لشکر شاہی کے ساتھ اوجین سے چل کر لڑائی کے ارادہ سے آٹھہرا تھا۔ اور شہزادہ مراد بخش کے حالات معلوم کرنے کی جستجو میں تھا۔ (باقی) عالمگیر کے روانہ ہونے کی اطلاع[۳] بوجہ راستوں اور گذرگاہوں کی سخت نگرانی کے جو کافی دانائی اور ہوشیاری کے ساتھ کی گئی تھی۔ اس کو مطلق نہ ہونے پائی تھی۔ (اسلئے) مراد بخش جو راستہ سے لوٹ گیا تھا۔ اسکے لوٹ جانے کی خبر سنکر اس کی وجہ اسکی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ اور عالمگیر کی (روانگی) اور مراد بخش کے اس صاحب اقبال و تدبیر (عالمگیر) کے لشکر کے ساتھ جا ملنے کی خبر اسے نہ تھی۔ اس ضمن میں (سب سے پہلے) ایک خط راجہ شیورام کی طرف سے جو مانڈو میں تھا۔ اورنگ زیب کے لشکروں کے دریائے نربدا پار کر لینے کے متعلق اسے ملا۔ دارا شکوہ کے خدام کی ایک جمعیت جو قلعہ دہار میں تھی۔ (اورنگ زیب کے) ختمند[۴] لشکر

---

[۱] صحیح۔ در گذر اکبر پور [۲] صحیح۔ دیال پور [۳] صحیح خبر [۴] صحیح۔ لشکر [۵] لشکر منصور گریختہ بہادر راجہ الخ

کے خوف سے بھاگ کر مہاراجہ (جسونت سنگھ) سے جا ملی۔ اور اب (اورنگ زیب) کے لشکروں کی آمد آشکارا ہوگئی۔ (اسی لیئے) وہ ادھر سے (یعنی اوجین سے) لوٹ کر عالمگیر کے لشکر کی سمت چلا اور دھرمات پور کے قریب ایک کوس کے فاصلہ پر چھاؤنی بنالی تھی۔ چونکہ اورنگ زیب عقل سے بہرور تھا۔ اسلیئے اتمام حجت[1] کے لیئے اور آسانی سے گذرنے کی غرض سے دھرمات پور میں پہنچنے سے پانچ چھ دن پہلے کب رائے کو جو سمجھدار پنڈتوں[2] میں سے تھا۔ راجہ جسونت کے پاس بھیجا۔ اور خیرخواہانہ نصیحتیں کر کے جن سے لڑائی رک سکتی تھی۔ یہ پیغام دیا تھا۔ کہ چونکہ ہمارا ارادہ لڑنے کا نہیں ہے۔ باپ کی مزاج پرسی اور خدمت میں حاضری ہمارا دلی مقصد ہے۔ تو اگر ہدایت و توفیق تمہارے شامل حال ہو۔ تو ہماری خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کر کے اور ہمارے ظفرمند لشکر کے راستہ سے ہٹ کر اپنے وطن جودھ پور چلے جاؤ۔ ورنہ ظفرمند لشکروں کے پاؤں میں پامال ہو جاؤ گے۔ اور سوائے بدانجامی اور عذاب و سزا کے کوئی فائدہ نہ دیکھو گے۔ لیکن چونکہ اوسکے دماغ کا خانہ غرور[3] کے دھوئیں سے سیاہ اور عقل و شعور کے نور سے خالی ہو چکا تھا۔ اسلیئے اطاعت سے انکار کر کے حمائتیوں اور مددگاروں کی کثرت اور بہادر راجپوتوں کی جمعیت پر مغرور ہو کر جنگ و جدل کے لیئے آمادہ ہو گیا۔ کب رائے نے واپس آکر اوسکی مخالفت کا اظہار کر دیا (چنانچہ) اورنگ زیب مخالفوں کے لشکر کے قریب ہوتے پر نظر کر کے جنگی ترتیب و انتظام

---

[1] اتمام حجت:۔ اپنی طرف سے کمی دور کر دینا تاکہ مقابل کے پاس کوئی بہانہ نہ رہے

[2] صیح برہمنان [3] صیح۔ دود غرور۔

میں مصروف ہو گیا۔ اور فوجی دستوں کی تقسیم اور صفوف بندی اور تعیناتیاں کر کے اس روز تمام ان امات احتیاط و ہوشیاری کے پہلوؤں پر نظر رکھنے کا کام کیا۔ جس پر کہ سرداری و سیاست اور فوج کشی و جنگ کا دارومدار ہے۔ غرض جنگ کی تدبیر اور فوج کے نظم و ترتیب کا پوری طرح بندوبست کر لیا۔

اورنگ زیب کی جسونت سنگھ کے ساتھ جنگ اور کامیابی

۲۲ رجب سنہ ۱۰۶۸ھ کو صبح کے وقت غزوہ اور جہاد کے خیال سے مخالف کے لشکر کی مدافعت کرنے، فوج آراستہ کرنے اور دشمن کو مار گرانے والے کوہ پیکر ہاتھیوں کی تیاری اور دشمن کی صفیں توڑ کر اونکو تباہ کر دینے والے توپ خانہ کے آگے بڑھنے کا حکم دیدیا۔ اور نصرت عطا کرنے والے خدا کی امداد و اعانت پر بھروسہ کر کے جنگ کا نقارہ بجا دینے اور لڑائی کا جھنڈا بلند کر دینے کا وہ فرمان جاری کر دیا جس نے میدان جنگ کے بزدلوں کا پتّا پانی کر دیا۔ اور اول درجہ کے بہادروں کیلئے دیکھا عبرت کا باعث بنا۔ اور (اورنگ زیب) خود بھی ایک اونچے کوہ پیکر ہاتھی پر اقبالمند نصیب کے ساتھ سوار ہو کر نہایت تزک و احتشام اور عمدہ ترتیب و نظم کے ساتھ میدان کار کی طرف متوجہ ہوا۔ ہراول فوج کو شاہزادہ کامیاب محمد سلطان اور نجابت خان کے اقتدار کے پرچم تلے ترتیب دیکر شجاعت خان پسر نجابت خان اور سید مظفر خان بارھہ اور دوسرے

ے سیمح رو لبرصہ ے صحیح بارھہ

سرداروں کو اونکے ساتھ متعین کر دیا ۔ ذوالفقار خان نے ، جو کہ قدیم جانثاروں میں سے تھا ، کچھ توپ خانہ والوں اور دوسرے بہادروں[1] کے ساتھ شاہزادہ (سلطان محمد) کی ہراولی (سامنے سے حملوں کے بچاؤ) کے لئے علم جنگ بلند کر دیا ۔ اور توپ خانہ کا بندوبست مخلص پختہ کار مرشد قلی خان کی دلیری جانفشانی ، تجربہ کاری و کوشش کے تحت میں دیدیا ۔ اور مراد بخش اپنی فوج اور حشم و خدم کے ساتھ دائیں بازو پر مقرر ہوا ۔ اور بائیں بازو کی قیادت سعادتمند شاہزادہ محمد اعظم کے سپرد ہوئی ۔ جو کہ چشم سلطنت کی ٹھنڈک اور پیشانی شوکت کی روشنی (یعنی ہونہار) تھا ۔ اور ملتفت خان ہمت خان ، کارطلب خان ، سپہدار خان اور دوسرے بے مثل بہادر امرا اُس جانب (بائیں بازو) پر جنگ بہادرانہ[2] کرنے کے لئے مقرر کئے گئے ۔ اور پچھلے حصہ لشکر (ساقہ) کی قیادت مرتضیٰ خان کی شجاعت و دلیری کے سپرد ہوئی ۔ اور سید بہادر حمیدالدین اور خاص چوکی (شاہی ہیڈ کوارٹر) کے ملازمین اس سے وابستہ کر دیئے گئے ۔ اور مخلص خدام کا ماحصل یعنی شیخ میر نے جس کے تلوار کا جوہر تدبیر کے گوہر سے آراستہ تھا ۔ (یعنی شجاعت کے ساتھ باتدبیر بھی تھا) اس نے اپنے بھائی سید میر اور (دوسرے) شجاعت مند بہادروں کے ساتھ فخمند ہمراہیان عالمگیر کے دائیں جانب قیام کیا ۔ صف شکن خان کچھ اہل توپ خانہ اور دوسرے جاں نثاروں کے ساتھ بائیں جانب مقرر ہوا ۔ لشکروں کی گشتی سرگرمیوں کی ذمہ داری خواجہ عبداللہ اسکے بھائی دوست بیگ اور دوسرے تجربہ کار اور سرکاری گشتی دستوں

---

[1] صحیح بہادران دیگر ۔ [2] صحیح بمبارزت کنند آوری آں طرف

میں سے ایک (منتخب) جماعت کی کوشش و ہمت پہ عاید کی گئی اور خود (اورنگ زیب) قلب لشکر میں قیام پذیر ہوا - اور خاص خدمت گاروں اور ثابت قدم مخلص[1] بہادروں کی ایک جماعت یعنی اصالت خاں مخلص خاں، تہور خاں، قلیچ خاں اور دوسرے اخلاصمند خدام کو اپنی رکاب میں لیا -

(ادھر) جب راجہ جسونت سنگھ نے قتل و قتال کے ارادہ سے (اورنگ زیب) سے نصرتمند لشکر کے روانہ ہو جانے کی خبر سنی - اور عالمگیری جاہ و جلال نے اسکے صبر و قرار کی بنیاد کو ہلا دیا - تو اسنے چاہا کہ حیلہ و فریب سے وقت ٹلا کر لڑائی کو (فی الحال) ملتوی کرا دے - (چنانچہ) اس خام خیالی کی بنا پر اُس نے اپنا ایلچی (اورنگ زیب کی) خدمت میں بھیجکر عجز و طاعت کا اظہار کیا - اور یہ پیغام بھیجا - کہ نہ میرے دل میں جنگ و جدال کا خیال ہے اور نہ مجھ میں سرکار کے ملازمین سے لڑنے کی طاقت - اگر اس عقیدتمند خادم پہ عنایت فرما کہ آپ ارادۂ جنگ فسخ کر دیں تو آپکے آستانۂ سلطنت چومنے کو میں اپنے لئے باعث شرف و عزت سمجھونگا - عالمگیر نے اپنی ذہانت سے اس کی مکاری معلوم کر کے جواب دیا کہ چونکہ اب ہم سوار ہو چکے ہیں - اسلئے اب التوا تو ہو نہیں سکتا - باقی اگر تمہاری بات سچ ہے - تو تمہیں اپنے لشکر سے جدا ہو کر تنہا نجابت خاں کے پاس پہنچ جانا چاہیئے خان مذکور تم کو سلطان محمد کی خدمت میں پہنچا دے گا - اور شاہزادہ تم کو ہمارے حضور میں پیش کر کے معافی جرم کی سفارش کرے - (تو یہ درخواست) قبول کر لی جائے گی -

---

[1] صحیح = درست اخلاص

چونکہ یہ تو محض اوسکی حیلہ بازی تھی۔ اسلیئے اس مطالبہ کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ (بلکہ) اُس نے جنگ کے لیئے آمادہ و تیار ہو کر قاسم خاں میر آتش کو ہروال کا سردار بنایا۔ اور راجپوت سرداروں کی ایک جماعت مثلاً مکند سنگھ[1] ہاڈا۔ سجان سنگھ بندیلہ، امرچند راوت۔ رتن سنگھ راٹھور، ارجن گوڑ[2]۔ دیال داس جھالا، اور دیگر قابل اعتماد بہادر راجپوت اور خوشحال بیگ کاشغری، سلطان ولد اصالت خاں اور دوسرے قابل اعتبار شاہی ملازمین کو اس فوج میں متعین کیا۔ اور بہادر بیگ بخشی (افسر تنخواہ) لشکر کو کہ یہی دارو غہ[3] توپ خانہ بھی تھا۔ تمام شاہی توپ خانہ کے ساتھ اور قاسم خاں کے داماد جانی بیگ اور ایک دوسری جمعیت کے ساتھ صف کے آگے قائم کیا۔ اور مخلص خاں محمد بیگ اور یادگار بیگ، جو کہ توران کے نامور بہادروں میں سے تھے۔ ان کو نقل و حرکت کی نگہداشت پہ لگایا۔ اور مہیش داس اور گوردھن راٹھور کو تجربہ کار اور بہادر راجپوتوں کی ایک جماعت کے ہمراہ ساقہ (پچھلے حصہ) پہ مقرر کیا۔ اور خود اپنے خاص دلاور راجپوتوں کے ساتھ، جنکی تعداد دو ہزار سے زیادہ تھی۔ بھیم اور راجہ بھٹلداس گورو اور انہی جیسے اور بادشاہی راجپوتوں کو ساتھ لیکر قلب لشکر میں قیام پذیر ہوا۔ اور راجہ رائے سنگھ سیسودیہ کو اسی کے قبیلہ کے راجپوتوں کی ایک جمعیت کے ساتھ قلب کے دائیں جانب اور افتخار خاں کو سید شمشیر خاں بارھہ۔ سید سالار بارھہ، یادگار مسعود

---

[1] صحیح مکند سنگھ ہاڈا۔ [2] صحیح وارجن گوڑ و دیالداس
[3] صحیح کہ داروغہ توپ خانہ ہم بود با تمام توپ خانہ بادشاہی الخ۔

محمد مقیم اور منصب داروں کی ایک جماعت کے ساتھ بائیں جانب مقرر کیا۔ اور راجہ دیبی[1] سنگھ بندیلہ، مانوجی اور ہرسوجی کو کیمپ کی حفاظت کے لئے چھوڑا۔ جو کہ میدان معرکہ سے قریب ہی تھا۔ (اسطرح سے) صفوف بندی کرنے کے بعد بھاری فوج اور بے پناہ لشکر لے کر جنگ و جدال کے میدان کی طرف چلا۔ کوئی پانچ چھ گھڑی دن چڑھا ہوگا۔ (یعنی صبح کے ۹ بجے ہو گئے) کہ فریقین کی مٹھ بھیڑ ہو گئی۔ اور جنگ کی ابتدا آتشین بل (پھینکنے، توپ اور بندوق اسر کرنے) سے عمل میں آئی۔ کہ انہی چیزوں سے میدان کارزار گرم ہو جایا کرتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ قتل و قتال کی آگ[2] شدت سے بھڑک اٹھی، مار دھاڑ اور جد و جہد بڑھتی چلی گئی۔ محمد اورنگ زیب بخت و اقبال کے لشکروں کو پورے ساز و سامان سے لیس کئے، فوج کے پرے باندھے۔ جنگ و سپہگری کے قانون کے عین مطابق آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔ اور تیر، بندوق اور بانوں سے مخالفوں کی زندگی کی عمارت میں شگاف ڈالتا رہا۔ اسی اثنا میں مہاراجہ جیونت، راجہ مکند سنگھ ہاڈا، رتن سنگھ، راٹھور، دیال سنگھ جھالا۔ ارجن گرو اور دوسرے بہادر قومی سرداروں نے اپنے پورے لاؤ لشکر سمیت جان کے دامن سے دست تعلق ہٹا کر (یعنی جان پر کھیل کر) اور دلیری کا پرچم اڑا دئے۔ اور ایک دم (گھوڑے دوڑا کر) ہلہ بول دیا۔ سب سے پہلے اورنگ زیب کے توپ خانہ پر حملہ کر کے مصروف پیکار ہوئے۔ مرشد قلی خان اور ذو الفقار خان (افسران عالمگیری) اگرچہ راجپوتوں کی

---

[1] صحیح راجہ دیبی سنگھ

[2] نیران:- جمع نار: آگ

کثرت تعداد (کا مقابلہ کرنے) کے لائق نہ تھے ۔ کیونکہ سو اور ایک کی نسبت بھی نہ تھی ۔ (لیکن) غیرت و حمیت کا دامن ہاتھ سے نہ دیکر اور ثبات و صبر کے قدم جما کر اپنی جگہ سے نہ ہلے ۔ بہت کچھ مار دھاڑ اور بے شمار کوشش و جانفشانی کے بعد کہ یہی فن سپہگری[1] کا اعلےٰ مقصد ہے ۔ مرشد قلی خان نے مردانہ طور پر نقد جان نثار کر دیا ۔ (مارا گیا) اور شجاعت کے غازہ سے عقیدت و اخلاص کا چہرہ تابناک بنالیا ۔ ذو الفقار خان نے ہندوستانی غیرتمندوں کی طرح کہ جو جولانگاہ تنگ ہو جانے کے باعث (گھوڑے سے اتر کر) پیادہ پا موت پر آمادہ ہو جایا کرتے ہیں ۔ (یہ بھی) گھوڑے سے اتر پڑا ۔ اور چند ساتھیوں کے ساتھ ہمت کے قدم میدان جنگ میں جمائے رکھے (برابر) داد شجاعت و بہادری دیتا رہا ۔ اور اس مردوں کی آزمائش گاہ (میدان جنگ) میں ثابت قدم اور مستقل مزاج رہنے میں اپنے ہمسروں سے گوئے سبقت لے گیا ۔ (یعنی سب پر فائق اور کامیاب رہا) اگرچہ دلیری و جوانمردی کی شاخ سے زخم کے پھول چنے (زخمی ہوا) مگر خدا نے حفاظت کی کہ ہلاک ہونے کی نوبت نہ آئی ۔ راجپوتوں نے جو یہ (اپنا) غلبہ[3] اور برتری دیکھی تو ان کے غرور اور بے دماغی میں اور اضافہ ہو گیا ۔ اسی مجموعی ہیئت کے ساتھ اورنگ زیب کے توپ خانہ کو چھوڑ کر ہراول پر حملہ کر دیا ۔ اور اس نادان گروہ (یعنی لشکر جسونت) کے ہراول میں سے ایک جماعت نے اور قلب و ساقہ کے ایک ایک دستہ نے بھی آگے گئے ہوئے ساتھیوں کی امداد و کمک میں حملے[4] کر دیے ۔ (الغرض) گھمسان کارن[5]

---

[1] سپاہگری ۔ [2] بیت ۔ [2] صحیح : ۔ غلبہ [3] صحیح حملہ ہا [4] صحیح : ۔ جنگے عظیم ۔ [5] صحیح : ۔ نائرہ ۔

پڑ گیا۔ (لیکن) سلطان محمد، نجابت خان اور ہراول (عالمگیر) کے بقیہ تمام بہادر، اس گمروہ کی سیلاب میں پہاڑ کی طرح اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ ثبات و اقرار کے قدم جمائے رہے۔ اور بازوئے ہمت کی امداد اور شجاعت کی قوت سے (کام لیکر) دشمنوں سے مقابلہ کرنے اور قتل و قتال جاری رکھنے میں برابر مصروف رہے۔ اگرچہ دشمن، کثرت کے لحاظ سے کئی گنا زیادہ تھا۔ لیکن ادھر کی فوجوں کے دل بھی نہایت پامردی اور یاوری نصیب سے اسقدر قوی تھے (کہ مخالفوں کا) یہ ساری بھیڑ (ان) بہادروں کی نگاہیں کچھ بھی نہ جچتی تھی۔ اور ان کے ہاتھ سے روح قبض کرنے والے تیر۔ تیر قضا کی طرح چٹکی سے نکلکر بے خطا نشانہ پر لگتے تھے۔ اور (ان کے پھرتیلے) ہاتھوں کے بھاری بھاری گرز خود سے (گذرکر) دشمنوں کے سروں کی کھوپڑیاں توڑ رہے تھے۔

ابیات:۔ جب تیر منددہ کی طرف جاتا تھا۔ تو ٹھیک پیشانی کے صندل پر بیٹھتا تھا۔ اور اگر (کسی بہادر کے) ہاتھ میں تلوار مصروف کار تھی۔ تو وہ ٹھیک اسجگہ پڑتی تھی۔ جہاں کہ زنار ہوتی ہے۔ (یعنی دشمن کے جسم کے بیچ سے دو ٹکڑے کر دیتی تھی) ٹھیک اس مار دھاڑ اور کوشش کی حالت میں جبکہ لڑائی کے شعلے سخت بھڑک رہے تھے۔ شیخ میر نے خود (قلب کے) دائیں جانب مقیم تمام دلاوروں کے ساتھ اس بدبخت جماعت کے وسطی پہلو پر حملہ کر دیا۔ اور مرتضیٰ خان نے بھی ساقہ (پچھلے دستے) کے دلیروں کے ساتھ پہنچکر نمایاں خدمات انجام دیں۔ اسی طرح صف شکن خان نے قلب کے بائیں بازو کے دلیروں

۱؎ صحیح نائرہ ۲؎ صحیح زدہ مرتضیٰ خاں۔

اور بہادروں کے ساتھ اسپ دلاوری دوڑا کر مخالفوں پر حملہ کرنے میں مردانہ کوشش سے کام لیا۔ اسوقت محمد اورنگ زیب نے جب دشمنوں کی کیفیت ہجوم آوری اور غلبہ کو دیکھا تو اسکی شاہانہ غیرت کی رگ بھڑکی اور اپنے ذاتی جوہر شجاعت سے کام لے کر اپنے نصرتمند ہمراہیوں کے ساتھ، جاں نثار بہادروں کی امداد و کمک کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ان بہادر اور جنگ جو پہلوانوں کو، جو میدان جنگ میں دشمنوں کے ساتھ پکڑ دھکڑ میں سرگرم تھے، اپنی امداد و اعانت سے ہمت بندھاتے ہوئے اتنے قریب پہنچگئے کہ قلب خاص، ہراول سے جا ملا۔

بیت۔ جس جگہ وہ اسپ کینہ وری دوڑا کر پہنچا۔ تو خود نہور و دلیری بھی گرد کے مانند پیچھے رہگئی۔ (یعنی تہور جو بے باکی کا مفرط درجہ ہے۔ وہ بھی اس کی شجاعت کے آگے گرد ہو گیا۔

اسکے جلال و بزرگی اور اقبال و بختوری کے آثار نمایاں دیکھکر فوج کا دل قوی ہو گیا۔ اور دشمنوں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ اور دست دلیری شل ہو گیا۔ (اورنگ زیب کے) جانباز سپاہی بازوئے شجاعت بلند کر کے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور دشمنوں کے خون سے زمین معرکہ سیراب کر دی۔ تلوار کی زد سے بچے کھچے (دشمنوں نے) جب ٹھہرنے کی گنجائش اپنے اندر نہ پائی تو فرار کی ذلت[۲] گوارا کر کے بھاگ پڑے۔ اس معرکۂ دار و گیر اور میدان محشر (بے پناہ) میں مکند سنگھ ہاڈا[۳] سجان سنگھ سیسودھیہ، رتن سنگھ راٹھور، ارجن گور، دیال داس

---

[۱] صحیح :۔ ملوکانہ اش [۲] صحیح عار فرار اختیار نمودند [۳] صحیح مکند سنگھ ہاڈا و سجان سنگھ۔

جھالا، اور موہن سنگھ ہاڈا نے جو اُس لشکر (دشمن) کے اہم ارکان اور قابلِ اعتماد سردار تھے۔ مردانہ وار (لڑکر) لباس فنا پہن لیا۔ اور انکے ساتھ بڑی جماعت (سپاہیوں کی) فنا[1] کی راہ پر لگ لی۔ راجہ رائے سنگھ سیسودھیہ دشمن کے قلب سے، اور راجہ سجان سنگھ بندیلہ اور امر سنگھ چندراوت ہراول سے، عین لڑائی اور جنگ کی حالت میں اورنگ زیب کے اقتدار اور شان و شوکت کو دیکھکر اپنی فوج فرا اور نقارہ جنگ کو لے کر اپنے اپنے وطنوں کو بھاگ گیئے۔ (شاہزادہ) مراد بخش جو میمنہ[2] پر تھا۔ اس نے راجہ جسونت سنگھ کے بائیں پہلو[3] پر حملہ کیا۔ اور راجہ کے قلب لشکر کی سپاہ سے ٹکر لے کر داد شجاعت دی۔ افتخار خاں اور دوسرے بادشاہی سپاہ کے آدمیوں نے جو راجہ کے میسرہ میں تھے۔ مراد بخش کا آگا روک کر مقابلہ کیا۔ اور اسکے ہمراہیوں کے دلیرانہ حملوں کی تاب نہ لاکر عدم کے صحرا کی طرف بگٹوٹ[4] بھاگے چلے گئے۔ راجہ کی موجودگی میں (سپاہ عالمگیر کی) اس دلیری و بے باکی نے راجہ جسونت کے بھی ہوش اڑا دیئے۔ اور پاؤں اکھاڑ دیئے۔ (چنانچہ) بزرگ خاندان والے راجاؤں اور بہادر راجپوتوں کے دستور کے خلاف اپنے لئے فرار کی ذلت پسند کی۔ اور اپنی پیشانی پر بے آبروئی کا داغ لگاکر چند زخمی ادھ مرے، راجپوتوں کے ساتھ۔ جو (اورنگ زیب کے) نصرت شعار لشکروں کی تلوار سے بچ رہے تھے۔ اپنے وطن کا راستہ لیا۔

---

[1] صحیح مسالک فنا کو دید ند [2] صحیح باخیل و حشم [3] یمین:- دایاں۔ اسکے بجائے یسار ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ اگلی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔ [4] دو اسپہ:- تیز رفتاری سے۔

بیت :- ایسے خوف و پریشانی کے عالم میں بھاگا - کہ بوجھل سمجھکر جنیو بھی توڑ پھینکی - (پیچھ کیا تھا) قاسم خان میر آتش (افسر توپخانہ) اور تمام شاہی لشکر نے بھی نامرادی کے قدموں[1] سے راہ فرار طے کرنی شروع کردی - اور مراد بخش (پیشقدمی کرتا ہوا) راجہ جسونت کے میمنہ سے بھی آگے بڑھتا چلا گیا (حتیٰ کہ) راجہ کے کیمپ میں پہنچگیا - راجہ کی جو فوج کیمپ کی حفاظت پر مامور تھی - اسمیں سے باتوجی اور ہرسوجی تاب مقابلہ نہ لاکر روگردان[2] ہوگئے - اور راجہ دیبی سنگھ[3] نے دانشمندی سے کام لیا اور راہ اطاعت اختیار کرکے مراد بخش کے پاس پہنچا - اور اوسکو اپنی خطاؤں اور گناہوں کی معافی اور درگذر کے لئے سفارشی اور وسیلہ بنالیا - دشمن کا تمام توپخانہ ہاتھی اور خزانہ اورنگ زیب کے ارکانِ سلطنت کے قبضہ و تصرف کے تحت آگیا - اور لشکر نے مخالفوں کا کیمپ اور رسد خانہ سب لوٹ لیا -

ابیات :- بہت سے ایسے تیز رفتار گھوڑے قبضہ میں آئے جن کی ٹانگیں اور پاؤں خون کی وجہ سے مہندی لگے ہوئے معلوم ہوتے تھے - ہر طرف ایسے مست ہاتھی اسطرح پکڑ لئے گئے[4] - جیسے کہ میخوار کوتوال کے ہاتھوں گرفتار ہو جاتا ہے -

مہاراجہ جسونت سنگھ نے بڑی شکست کھائی اور اپنی بے باکی (گستاخی کی سزا) - اور نادانی سے ناممکن بات کی طلب کرنے کا بدلہ پالیا - اورنگ زیب عالمگیر چونکہ صاحب عقل و تدبیر تھا - اسلئے بھاگنے والوں کا تعاقب

---

[1] صحیح :- بگام ناکامی [2] صحیح :- رو بہ تافتند - [3] صحیح :- دیبی سنگھ -

[4] صحیح :- بہ بند آمد -

کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور پیچھا کرنے کا طریقہ جو دراصل عاجزوں کو مارنے کے مرادف ہے۔ (کوئی شجاعت نہیں ہے اس سے) منع فرما دیا۔ اور مقتل میں پہنچکر حکم دیا کہ مقتولین کے اعداد وشمار فراہم کئے جائیں جب شمار کی گئی۔ تو مخالف جماعت کے کوئی چھ ہزار مقتول کئے گئے۔ اس جماعت کے بہت سے نامور سردار بھی کام آ گئے تھے۔ (ادھر اورنگ زیب کے) نفر تمنا سرداران لشکر میں سے سوائے مرشد قلی خان کے اور کوئی نہیں مارا گیا۔ تھا۔ اور ذوالفقار خاں، سکندر روھیلہ۔ شیخ عبدالعزیز اور رگھناتھ سنگھ راٹھور کے سوا سرداران معتمد میں سے کسی کو زخم تک کی تکلیف بھی نہ پہونچی تھی۔ ان خادموں میں سے شیخ عبدالعزیز نے بوجہ شدید جانفشانی وکثرت کارگذاری اکیس زخم کھائے تھے۔ لیکن آخر کار صحت حاصل کی۔ زخمیوں کے زخم بھر گئے۔ نیش[۵]، نوش اور جراحت، راحت بنگئی۔ قصہ مختصر یہ کہ اس فتح کے وقوع پذیر ہونیکے بعد (عالمگیر نے) خدائے چارہ ساز کی درگاہ میں دست دعا ونیاز اٹھا کر خدا کا شکر اور اس کی بے انتہا نعمتوں کا شکرانہ ادا کیا۔ اور خوشی کا نقارہ بجانے کا حکم دیدیا۔ دشمن کے لشکر کے موضع قیام پر ایک چھوٹا سا خیمہ جو لڑائی میں ساتھ تھا۔ نصب کرایا اور وہاں اتر کر ہمراہی ملازمین کے ساتھ نماز ظہر باجماعت ادا کی اور فرض ونفل ادا کرنے کے بعد اس انعام عظیم کے شکرانہ میں خضوع وخشوع سے دو رکعت نفل شکرانہ ادا کی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد مراد بخش نے شرف بساط بوسی حاصل کر کے فتح پر مبارک وسلامتی باد پیش کی۔ اور

---

[۵] نیش:۔ نشتر مراد زخم "نوش" شہد مراد آرام۔

اور راجہ دیبی سنگھ بندیلہ کو جسے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اسکے جرم وخطا بخشوا کر (پھر) ملازمت پر فائز کرا دیا۔ اورنگ زیب نے شام تک کا وقت وہاں ہی گذارا۔ بنماز مغرب کے بعد جب کیمپ کے آجانے اور شاہی ڈیرہ نصب ہو جانے کی خبر عرض کی گئی۔ تو ظفریاب لشکروں کے ساتھ سوار ہو کر اپنے لشکر گاہ میں جو وہاں سے کوئی ایک کوس کے فاصلہ پر ہو گا۔ رونق افروز ہوا۔ اور مراد بخش کو اس حسن خدمت ودلیری کے صلہ میں جو اُسنے ظاہر کی تھی۔ پندرہ ہزار اشرفی، چار کوہ پیکر ہاتھی کے انعام اور دیگر عطیات سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے بڑے بیٹے سلطان محمد کو پانچہزار ذات پانچہزار سوار کے اضافہ سے پندرہ ہزار ذات اور دس ہزار سوار کا منصب اور دیگر عنایات سے بہرہ ور کیا۔ دوسرے دن ۲۳ر رجب کو شہر اوجین کے بیرونی میدان میں قیام ہوا۔ اور عقیدتمند خدام کی جماعت کو جو فداکارانہ خدمات انجام دے چکی تھی۔ شاہانہ عطاؤں سے بہرہ ور وبامراد فرمایا۔ انہی میں سے نجابت خان خاص خلعت، دو ہاتھی ایک لاکھ روپیہ انعام سے مرکز عنایات بنا۔ اور "خانخاناں بہادر سپہ سالار" کا خطاب ملا۔ اور ملتفت خان کو اعظم خان کے خطاب اور وزارت کے جلیل القدر عہدہ سے (سرفراز فرمایا) خاص خلعت اور طلائی ساز و سامان والے گھوڑے کے انعام (سے نوازا) نشان[۲] وعلم ونقارہ (عطا کیا) اور اصل واضافہ ملا کر چار ہزاری دو ہزار سوار کے منصب پر فائز کیا اسی طرح بہت سے دوسرے لوگ بھی اعزازات سے بہرہ ور ہوئے۔ تین (روز) قیام کرنے کے بعد ۲۷ر رجب کو اوجین سے کوچ ہوا۔ اور

---

[۱] صحیح بہ لبست وہشت اکبر۔ [۲] طوغ :- ترکی علم جو چھوٹا ہوتا ہے۔

اٹھائیس کوچ اور تین (جگہ) ایک ایک دن قیام کرکے ۲۸ شعبان کو گوالیار کے اطراف میں اس زمانہ میں نصرت خاں ولد خان دوران بہادر مرحوم قلعہ رائے سین کی حفاظت پر مامور تھا۔ وہ بلاوے کے مطابق اورنگ زیب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور خاص خلعت، گھوڑے، ہاتھی اور خان دوران کے خطاب پاکر شاہانہ عنایتوں سے بہرہ ور ہوا۔ (ادھر سے) چونکہ دارا شکوہ بڑے بھاری لشکر کے ساتھ دھول پور میں آگیا تھا۔ اور اورنگ زیب کے لشکر کو دریائے چنبل کے عبور کرنے سے روکنے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں اور ترکیبیں کر رہا تھا۔ اور مشہور و مقررہ گذرگاہوں (دریا کے پایاب حصے) پر پہرہ بٹھاکر مورچہ بندی اور آلات توپ خانہ نصب کرکے پوری مضبوطی کر رکھی تھی۔ (اورنگ زیب) یہ معلوم کرکے مجبوراً دریا کو عبور کرنے کی کوئی اور تدبیر سوچنے اور تحقیق و تلاش کرنے میں لگ گیا۔ کھوج لگانے کے بعد اس علاقہ کے زمینداروں سے یہ معلوم ہوا۔ کہ بھنڈ کی عبور گاہ جو گوالیار کی جانب دھول پور سے داہنی سمت بیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ وہ نصرت شعار لشکروں کے پیدل گذر جانے کے لئے موزوں ہوگی۔ چونکہ لشکر منصور اس دریا کے کنارے سے دور اور یہ عبور گاہ بھی غیر مشہور ہے۔ اس لئے دارا شکوہ نے غرور و کم نظری کی وجہ سے اس (گذرگاہ) کے ضبط و نظم کی طرف توجہ نہیں کی۔ چنانچہ دوسرے دن جب کہ وہاں ہی قیام تھا۔ خان خاناں سپہ سالار ذوالفقار خاں اور صف شکن خاں کو توپ خانہ کے بہادروں کے ساتھ اور فوج کی ایک اور جمعیت کو مامور کیا۔ کہ عجلت کے بانڈوں پر اڑکر اس عبور گاہ سے دریا پار کر جائیں۔ اور شاہی پرچم کے پہنچنے تک مخالفوں سے تحفظ کا کام

صحیح یہ لبست دہشت۔

انجام دیں (چنانچہ) حکم کے مطابق مخلص خدام ۳ ماہ شعبان کو دریائے چنبل کے کنارے پہونچ گئے۔ اور فوراً ہی پانی سے گذر کر دوسرے کنارے پر پڑاؤ ڈالدیا۔ اور اسی دن اورنگ زیب بھی گوالیار سے روانہ ہوا۔ اور دو روز کے اندر اندر بڑی عجلت کے ساتھ وہاں پہنچا۔ دوسرے دن کہ رمضان المبارک کی پہلی تاریخ تھی۔ دریا کو پار کیا۔ نصرت نشان لشکر بھی فوج فوج ہو کر موجوں کی طرح سہولت سے دریا کے پار آگیا۔ اور چنبل کے دوسرے کنارے پر منزل کی۔

اب واقعات میں تسلسل قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ شاہجہان اور داراشکوہ کے کچھ حالات بیان کئے جائیں۔

داراشکوہ اور شاہجہان کا حال

شاہجہان کو اگرچہ دار الخلافہ آگرہ میں کچھ نہ کچھ صحت اور مرض میں کمی ہو گئی تھی۔ مگر کمزوری اور نقاہت بہت تھی۔ ادھر گرمی کا موسم آگیا تھا۔ طبیبوں نے مرض کے پلٹا کھا جانے کے خطرہ سے موسم گرما کا یہاں بسر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ کیونکہ یہاں کی آب و ہوا دہلی سے زیادہ گرم تھی۔ پھر عمارتیں بھی سب بہتر کی تھیں۔ یہ مناسب سمجھا کہ بادشاہ (گرمی میں) دہلی رہیں۔ کیونکہ دہلی گرمی میں ہواؤں کی خوبی اور کوثر صفت نہر کے (قلعہ میں اور قلعہ کے پاس) جاری رہنے کی وجہ سے نیز شمالی (اُتری) ہواؤں کے چلنے اور دلپذیر مکانوں کی کشادگی کے لحاظ سے اکثر شہروں سے ممتاز ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنی صحت کے خیال سے

ا۔ صحیح بموجب امر ۲۔ صحیح اما صعف الخ

دہلی کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ پختہ کر لیا۔ دارا شکوہ اگرچہ بادشاہ کا اس طرف چلے جانا اپنی مصلحت کے خلاف سمجھتا تھا۔ لیکن چونکہ وہ (ایک تو) مہاراجہ جسونت کے اُن بلند بانگ دعوؤں پر بھروسہ کر لینے کی وجہ سے جو اُس نے اورنگ زیب کی مہم سے عہدہ برآ ہونے کے سلسلے میں کئے تھے۔ مغرور تھا۔ اور یہ سمجھ رہا تھا۔ کہ واقعی راجہ مذکور اپنی اس فوج فرا اور سامان کثیر کے ساتھ اورنگ زیب کے ارادوں کو خاک میں ملا دے گا۔ (دوسرے یہ کہ) باوجود اپنی ضد اور پختگی ارادہ کے باپ کی مرضی سے روگردانی کرنے کو بڑی ملامتوں کا سزاوار جانتا تھا۔ اس لئے بادشاہ کے روانہ ہو جانے پر راضی ہو گیا چنانچہ ۱۷ ماہ رجب کو کہ جس کی ۲۲ تاریخ کو اورنگ زیب کی جسونت سنگھ کے ساتھ جنگ کا نتیجہ بھی نکل آیا۔ شاہجہان بادشاہ دارا شکوہ کے ہمراہ دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔ ۲ شعبان کو جب کہ موضع ملوج پور میں پڑاؤ ہوا۔ تو رستم بیگ گرزدار اور ساقی بیگ یساول (نگران فوج) جو آگرہ میں قیام کے زمانہ میں بارگاہ سلطنت کی طرف سے راجہ جسونت سنگھ کے پاس گئے تھے۔ لوٹ کر آئے اور جسونت کے شکست کھانے اور اورنگ زیب کے بارادہ حاضری دربار روانہ ہونیکی خبر سنائی۔ دارا شکوہ اس خبر کے سنتے ہی پریشان ہو گیا۔ اور مقدر کے تقاضے کے بموجب رلئے وتدبیر سوچنے کا سلسلہ ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ آگرہ لوٹنے کا ارادہ کر لیا۔ بادشاہ اس بات پر قطعاً رضامند نہ تھے۔ اور لوٹنے پر نہایت ناگواری کا اظہار فرماتے رہے۔ لیکن دارا شکوہ نے منت سماجت سے باپ کو مجبور کر کے سفر کی باگ آگرہ کی طرف مڑوا دی۔ اور بادشاہی سواری ملوج پور سے واپسی کا پرچم بلند کر کے ۹ شعبان کو دار السلطنت میں آ اُتری۔

داراشکوہ فوج و لشکر[1] جمع کرنے اور اسباب جنگ فراہم کرنے میں لگ گیا۔ تمام امیروں۔ منصب داروں اور بادشاہی ملازموں کو جن کا بلانا ممکن تھا۔ بُلا کر اُن کی خوب دلجوئیاں کیں۔ تسلی اور دلاسے دیئے۔ اور اپنا موافق و ہمخیال بنا لیا۔ تھوڑے سے دنوں میں نئی۔ پُرانی فوجوں کا تقریباً ساٹھ ہزار سواروں پر مشتمل ایک لشکر جرار فراہم کر لیا۔ جن جن اسلحہ و آلات کی ضرورت تھی۔ شاہی اسلحہ خانہ سے نکلوا کر سپاہیوں کو بانٹ دیئے۔ اگر (شاہجہان بادشاہ چونکہ اورنگ زیب کی دلیری اور درست فکری کو اور داراشکوہ کی ناتجربہ کاری اور نازپروردہ ہونے کو پوری طرح[2] جانتے تھے۔ اسلئے اُنہیں یقین تھا۔ کہ مقابلہ و جنگ کی صورت میں داراشکوہ۔ ذمہ داری جنگ سے عہدہ برآ نہ ہو سکیگا۔ اور ناکام و محروم[3] ہوگا۔ اس لئے وہ اس جنگ پر راضی نہ تھے۔ اور داراشکوہ کے حال پر شفقت کے لحاظ سے باہمی صلح[4] و صفائی کر لینے کی طرف رہنمائی فرماتے تھے۔ لیکن داراشکوہ اپنے اقتدار کے بل پر راضی نہ ہوتا تھا۔ اور شاہجہان اُس کی رضا طلبی اور اپنی بیماری اور بڑھاپے کی وجہ سے اس کو ڈانٹنے ڈپٹنے پر قدرت نہ رکھتے تھے۔ ناچار چشم پوشی کرنی پڑتی تھی۔ جب داراشکوہ نے لڑائی کا ارادہ پختہ کر لیا۔ تو ۱۶ ار شعبان کو خلیل اللہ خاں کو کچھ امراء اور سپاہیوں کی ایک جمعیت کے ساتھ بطور ہراول آگے روانہ کر دیا۔ اور حکم دیا۔ کہ (ہمارا) کیمپ و لشکر آنے تک دھول پور میں

۱۔ صحیح بجمع سپاہ و لشکر و سرانجام الخ ۲۔ صحیح چنانکہ باید می دانست جیسا کہ جاننا چاہیئے ویسا جانتے تھے ۳۔ صحیح خائب و خاسر ۴۔ صحیح دلالت بمصالحہ می نمود۔

قیام کر کے راستوں اور پلوں کا انتظام پوری طرح مستحکم کر لیا - اور اپنے بڑے بیٹے سلیمان شکوہ کے اور اسکے ساتھ جو بڑی تعداد میں فوجیں تھیں ، ان کے آنے کا انتظار کرتا رہا - اور یہ چاہتا تھا کہ اسکے آنے تک کسی طرح اورنگ زیب (دریائے چنبل کو) عبور نہ کر سکے اور وہ تمام لشکر بھی اس تک پہنچ جائے -

(الغرض) دارا شکوہ ، اورنگ زیب کے لشکر والوں کے دریائے مذکورہ کو اس (غیر معروف) راستہ سے عبور کر لینے کی خبر سنکر جو اسکے وہم و گمان سے بھی باہر تھی - فکر مند ہوا - اور اپنے موجودہ لشکر کے ساتھ دھولپور سے مقابلہ کے لئے چلا - اور موضع راجپورہ میں جو آگرہ سے دس کوس کے فاصلہ پر دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے ، لڑائی کے لئے (فوجوں کو رکھنے کیلئے) جگہ پسند کی اور اسے اپنی چھاؤنی بنایا - اور فوجوں کی ترتیب اور لشکر آرائی کے انتظام میں لگ گیا ۔ اس وقت بھی شاہجہان نے دارا شکوہ کے حال پر رحم کھا کر بار بار فرمان دلپذیر بھیجے - جن میں جنگ سے باز آنے اور صلح و آشتی کا نغمہ ساز موافقت سے نکالنے (یعنی کوشش صلح کرنے) کی تلقین کی - لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا - حتیٰ کہ شاہجہان نے باوجود اسکے انتہائی کمزوری اور بیماری باقی تھی - (صرف) فساد کے شعلوں کو بجھانے کے جذبہ سے چلچلاتی گرمی کی تپش[1] اور سخت لو کے زمانہ میں یہ چاہا - کہ (غصہ میں یا) اپنے خدام[2] کے ساتھ دریا کے راستہ سے لشکرگاہ میں تشریف لے جائیں - اور تدبیر و عقل کی خوبیوں اور برکت سے قتل و قتال کا دروازہ بند کر کے صلح و صفائی اور نرمی سے اس جھگڑے کو چکا دیں

---

[1] صحیح : - عین سورت گرما - [2] صحیح بخشم - اصل نسخہ میں بھی بخشم ہے اس صورت میں معنی یہ ہونگے کہ غصہ اور طیش میں جائیں -

اور اس درست ارادہ کے مطابق سراپردۂ شاہی (خدام خیمہ شاہی) کو (بطور ہراول پہلے) روانہ کر کے حکم دیا۔ کہ دونوں لشکروں کے بیچ میں (ہمارے) شاہی خیمے نصب کر دیئے جائیں۔ اسکے فوراً بعد خود بھی روانگی کا ارادہ رکھتے تھے۔ (لیکن) داراشکوہ بادشاہ کے آنے کو اپنے مقصد میں خلل انداز سمجھ کر اسکے لیئے راضی نہ تھا۔ طرح طرح سے حیلہ کر کے (بادشاہ کے پہونچنے میں) تاخیر اور التوا کی کوشش کی اور جنگ وجدل کے چھیڑ دینے میں عجلت سے کام لیا۔

داراشکوہ کے اورنگ زیب سے جنگ آزما ہو کر شکست کھانے کا حال

جب یکم رمضان المبارک کو محمد اورنگ زیب نے اپنی فوجوں سمیت دریائے چنبل کو عبور کر لیا۔ تو دریا کے اسطرف آکر فوج ولشکر کے آرام کی خاطر جنہوں نے بڑی لمبی مسافت طے کی تھی۔ دو روز قیام کیا۔ جب مقابلہ کے ارادہ سے دھولپور سے داراشکوہ کی پیشقدمی کی خبر سنی تو متواتر تین کوچ کر کے ۶ رمضان المبارک کو داراشکوہ کے قریب ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر آکر ڈیرہ ڈالا۔ تاکہ مخالف کے ارادہ اور اسکے لشکروں کی کیفیت وحالات معلوم کرے (ادھر) داراشکوہ نے لشکر نصرتمند کے قریب پہنچنے کی خبر پانے کے بعد اُسی روز فوجوں کی ترتیب اور صف بندی کر کے اپنے لشکر بیکراں کے ساتھ جنگ کے ارادہ سے سوار ہو گیا۔ اور اپنی فرودگاہ سے کچھ آگے بڑھ کر مسلح فوج کے پرے باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن مخالف کے ڈر سے اپنی ناتجربہ کاری کی بنا پر ہراول

---

۵ صحیح تزفیہ۔ ۲ صحیح وعزیمت اور

مسلح فوجوں کے ساتھ سخت گرمی اور جھونکنے والی لو میں بسر کیا۔ اور فوج کو سخت عذاب[۱] میں مبتلا کئے رکھا۔ چنانچہ ایک خاصی بڑی جماعت گرمی کی زیادتی۔ پیاس کی شدت اور پانی کی کمی کی وجہ سراب فنا کے کنارے جا اتری۔ اور جام ہلاکت پی لیا۔ آفتاب غروب ہونے پر، جبکہ اوسکی بدبختی کی شام آنے ہی والی تھی۔ میدان جنگ سے لوٹ کر اپنی فرودگاہ پر واپس آیا اور ہوشیار دل دانشمندوں نے اس کی اس حرکت کو اس کی گردش تقدیر کی علامت سمجھا۔ اور اس کی بدبختی کے تقاضے اور (جنگ سے) فرار کا شگون بد تصور کیا (لیکن) اورنگ زیب نے اپنی خرد و ہوشیاری کے تقاضے اور خیر خواہوں کے مشورہ کے مطابق، چونکہ پانچکوس کی مسافت بے آب و گیاہ جنگل میں طے کی تھی۔ اسلئے (اب) اور آگے، چلنا مناسب نہ سمجھا۔ اپنی جگہ ٹھہرے رہنا ہی بہتر خیال کیا۔ اور (اب) چونکہ دشمن کی طرف سے بھی کوئی حرکت (پیشقدمی) ظہور میں نہ آئی۔ اُس روز جنگ ملتوی ہی رہی۔ اسلئے حکم دیدیا کہ افواج قاہرہ اُسی جگہ اُتر کر خیمے[۲] نصب کریں۔ اور (مختلف) مورچے فوج کی نگہداشت اور پہرہ داری کے لئے لشکر گاہ کے ارد گرد تقسیم کر کے پوری پوری حفاظت کریں (غرض) اس رات دونوں طرف سے پوری احتیاط بیداری، ہوشیاری اور چوکنے پن سے کام لیا گیا۔ (اب) اورنگ زیب فتح نشان لشکر کے حرکت میں آنے اور فوجوں کی ترتیب و صف بندی کے انتظام میں لگ گیا۔ اور حکم دیا کہ توپ خانہ کو آگے لیجا کر دشمن[۳] کو بھونکنے اور جنگ کی، آگ بھڑکانے[۴] کے لئے بالکل تیار رکھیں

---

۱ صحیح:- تعذیب ۲ صحیح:- منزل نموده ۳ صحیح عدو سوزی
۴ و آتش افروزی

حسب الامر جنگی مست ہاتھیوں کو قسم قسم[1] کے پاکھروں سے آراستہ کرکے جنگی ہتھیار اور ان کی سونڈوں[2] اور جسموں پر لگائے گئے۔ اور شاہزادہ محمد سلطان کو خانخاناں سپہ سالار کے ساتھ مقدمۃ الجیش قرار دیا۔ ذوالفقار خان اور صف شکن خان کو حکم دیا کہ دونوں توپ خانہ (کا وہ حصہ) لیکر جو انکے زیر اہتمام ہے ہراول کے آگے آگے دشمنوں کو مار گرانے کے لئے تیار رہیں۔ میمنہ کی قیادت کے لئے شاہزادہ محمد اعظم مامور ہوا۔ اسلام خان، اعظم خان، مختار خان اور دوسرے جاں نثار امرا اس (میمنہ کی) طرف متعین ہوئے۔ مراد بخش کو اوسکی فوج سمیت میسرہ میں رکھا۔ ساقہ (پچھلے دستہ فوج) کی سرداری جان نثار امرا میں سے قابل اعتماد ہستی یعنی شیخ میر اور اوسکے بھائی، شرزہ خاں اور دوسرے بہادروں کے سپرد ہوئی۔ بہادر خاں دلاور وتکی ایک جمعیت کے ساتھ (قلب کے) دائیں جانب اور خاندوران جنگجو دلیروں کی ایک فوج کے ساتھ، بائیں جانب متعین ہوئے خواجہ عبداللہ قراول بیگی (افسر فوج گشتی اس کے بھائی دیانت خاں، عبداللہ خاں تیراہی) بہرام ولد قزلباش خاں اور دوسرے کارگذار جادوں اور بہرہ داروں کی ایک جماعت نے دلیری کی کمر پر ہمت کی پٹی کس لی۔ (آمادہ نگہداشت ہو گئے) خود ایک خوبصورت قوی جسم ہاتھی پر سوار ہوا اور نیک سیرت شاہزادہ محمد اعظم کو اس لڑائی میں اپنے ہاتھی پر ساتھ لیا (اسطرح) قلب لشکر کو اپنی مبارک ذات سے زینت بخشی۔ سچے اور مخلص جاں نثاروں کی ایک جماعت کو اپنی رکاب میں رہنے کا شرف عطا کیا۔ (غرض اس ترتیب سے) داراشکوہ کے ساتھ عزم جنگ کا پرچم

---

[1] صحیح:- انواع [2] صحیح:- خرطوم

بلند کر دیا۔

(اُدھر) داراشکوہ نے بھی اسی روز یعنی ۷ رمضان المبارک کو جب اورنگ زیب کے لشکروں کی تیاری کی خبر سنی تو اپنے آراستہ و پیراستہ لشکروں کے ساتھ گذشتہ[۱] دن کے طرز پہ سوار ہو کر اسجگہ صفیں باندھ لیں۔ جہاں کل ٹھہرا رہا تھا۔ فوجوں کو یوں ترتیب دیا۔ کہ اپنا توپ خانہ میر آتش کے نشانہ بازوں کی ماتحتی میں دائیں بازو میں رکھا۔ اور پادشاہی توپ خانہ جو باہتمام حسین بیگ تھا۔ اُسے بائیں بازو میں صف لشکر سے آگے نصب کیا۔

شاہی امرا میں سے راؤ ستر سال ہاڈا، جو ہندوستان کے معتمد راجپوتوں میں سے تھا۔ اور توجی نظم، فن سپاہ گری اور دلیری اور شجاعت میں ممتاز تھا۔ اور جس کی جنگ کے میدانوں میں ثابت قدمی اور مستقل مزاجی مسلمانوں اور راجپوتوں دونوں کے نزدیک مسلّم تھی۔ (اسکو) دوسرے تمام راجپوت سرداروں اور معتمدوں کے ساتھ مثلاً راجہ جسونت سنگھ کا چچیرا بھائی راجہ روپ سنگھ راٹھور جسکے سر میں جسونت سنگھ کی برابری کی کھجلی اٹھتی تھی۔ سرب دیو سیسودھیہ، راجہ بھٹلداس کا بھتیجا راجہ گردھر۔ گوردھیم پسر راجہ[۲] بھٹلداس، راجہ سیوارام گور وغیرہ (غرض اسکو) اور دوسرے نامور بہادر راجپوتوں کو مقدمۃ الجیش بنایا۔ اور اپنے لوگوں میں سے داؤد خاں قریشی کو دوسرے چار ہزار منتخب سواروں کے ساتھ اور عسکر خان میربخشی کو تین ہزار چیدہ اور قدیم معتمد نوکروں کے ساتھ اس فوج (ہراول) کے ساتھ شامل کر دیا۔ میمنہ کی سرداری خلیل اللہ خان کو دی۔

---

[۱] صحیح :۔ باد۔ [۲] صحیح :۔ گوردھیم پسر راجہ مذکور و راجہ سیوارام۔

جو عمائد سلطنت میں سے ہونے کے علاوہ لشکر شاہی کا میر بخشی بھی تھا۔ اور حسب ذیل اُمرا کو انکے ساتھ تعینات کیا۔ علی مردانخان کا لڑکا ابراہیم خان اپنے دوسرے دونوں بھائیوں سمیت، اسمٰعیل بیگ۔ طاہر خاں، قباد خان، تمام تورانی سردار، رام سنگھ راٹھور۔ غضنفر خان، سلطان حسین[1] ولد اصالت خاں مرحوم، میر خان ولد خلیل اللہ خان، راجہ کشن تو تورے بھیم راج اور دوسرے شاہی منصبدار اور سردار۔ میسرہ پر اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو رستم خاں کے ساتھ مقرر کیا۔ جو "بہادر اور فیروز جنگ" کا خطاب پائے ہوئے تھا۔ اور بڑے معتبر امرا کی فہرست میں شامل اور مانا ہوا بہادر سپاہی تھا۔ ان کے ساتھ مندرجہ ذیل امرا کو مقرر کیا۔ قاسم خان، سربلند خان، سید شیر خاں بارہہ، مانوجی، ہرسوجی دکنی، سید بہادر بھکری، مہا سنگھ بھدوریہ، عبدالنبی خاں، سید نجابت خاں۔ سید منور بارہہ، سید نورالعیان، سید مقبول عالم اور دیگر تمام سادات جلو یعنی (پہلوی سالار) میں رہنے والے امرا۔ اور شاہی گرز دار فوج (یہ سب ان کے ساتھ تھے)

قلب لشکر میں خود (دارا شکوہ) تین ہزار اپنے معتمدین اور اخلاص مند مقربین کے علاوہ فیض اللہ خان و خوشحال بیگ کاشغری جیسے امرار شاہی کی ایک جمعیت کے ساتھ قیام پذیر ہوا۔ ساقہ پر مندرجہ ذیل لوگوں کو دو ہزار سوار کے ساتھ مقرر کیا۔ کنور رام سنگھ راجہ جے سنگھ کا بڑا بیٹا۔ کیرت سنگھ اس کا بھائی۔ شیخ معظم فتحپوری، راجپوتوں کا ایک گروہ اور دارا شکوہ کا خاص نوکر، سید ناہر خاں، دو فوجیں اور قلب کے دائیں بائیں متعین کیں۔ فوج میمنہ (قلب) کی سرداری اپنے خاص نوکروں ظفر خاں اور فیروز خان میواتی کو دی

---

[1] صحیح سلطان حسین ولد اصالت خان

اور میسرہ (قلب) کی نگرانی قابل اعتماد امیر فاخر خاں نجم ثانی کے سپرد کی - جو اس کا خاص مصاحب و مقرب تھا -

قصہ مختصر یہ کہ ایک پہر (تین گھنٹے) دن چڑھے (دارا شکوہ نے) ہیبت فزا اور بے سمجھی سے جنگ و جدل کا پختہ ارادہ کر کے[1] کینہ وری کے قصد سے اورنگ زیب کے لشکروں کا رخ کیا - ٹھیک دوپہر[2] میں جبکہ اورنگ زیب کے پرچم اقبال کا ہلال دور سے نمودار ہوا تو سب سے پہلے بانوں اور بندوقوں کے فائر سے جنگ کی آگ بھڑکا دی - اورنگ زیب نے لڑائی کی ابتدا دشمن کی طرف سے دیکھ کر اور اس حال کا مشاہدہ کر کے حکم دے دیا - کہ ہمارے توپ خانہ کے عملہ کے لوگ اور تند مزاج دلاور بھی جنگ و پیکار کی آگ روشن کر دیں - دونوں طرف کے توپ خانہ کی توپوں کے ایک ساتھ چھوٹنے کی وجہ سے بارود کے دھوئیں نے فضا کو تاریک کر دیا - اور توپ کے کڑکنے کی ہولناک آواز اور بان کے شہاب[3] گوں تیروں کی بارش نے زمین و زمانہ میں زلزلہ کی کیفیت پیدا کر دی - غرض لڑائی گرما گئی اور رفتہ رفتہ جنگ و قتال کی آگ بہت زیادہ بھڑک اٹھی - دارا شکوہ کی فوجیں قریب آ گئیں - (پھر کیا تھا!) دونوں طرف سے جنگ کی تلواریں بلند[4] اور بھالوں کے اژدہا[5] آتش فشاں ہو گئے - خونریزی کا کاروبار ترقی کر گیا - اور بلا اور مصیبت کا قد دراز ہو گیا - ابیات :-

بلائیں پھر ہنگامہ آرائی کرنے لگیں - خون کا سیلاب پھر جنگل طے کرنے یعنی بہنے لگا - فوج نے دونوں طرف سے تلوار ایک دوسرے پر چلائی

---

[1] صحیح :- مصمم کردہ لقتال [2] صحیح منتصف نہار [3] شہاب :- ٹوٹنے والا ستارہ
[4] صحیح :- تیغ پیکار علم و اژدہائے الخ [5] بالا گرفت کا تعلق کار اور قامت دونوں سے ہے - ایک کے اعتبار سے ترقی کرنا اور دوسرے کے اعتبار سے دراز ہونا معنی کئے جائیں گے - اس لفظ میں صنعت استخدام ہے -

شروع کردی۔ زرہ نے یہ منظر دیکھ کر، خوف کے مارے اپنی آنکھیں (زرہ کے حلقے) بند کر لیں۔

داراشکوہ کے لشکر کے میسرہ (بائیں بازو) نے جو سپہر شکوہ اور رستم خاں کے زیر کمان تھا۔ بے باکی سے کام لے کر اورنگ زیب کے توپخانہ پر حملہ کر دیا۔ (لیکن) اسکے توپچیوں نے ہمت کے پاؤں جما کر مدافعانہ حملے کئے۔ اسی دوران میں رستم خاں کے مست ہاتھیوں میں سے ایک ہاتھی توپخانہ کے دھماکے سے لڑھک کر گر پڑا۔ (اتنے میں ادھر کے) توپ، بندوق اور بان کے فائر کی وجہ سے ان کے ثبات و قرار میں خلل آگیا۔ انہوں نے جب یہ دیکھا کہ اس طرف سے پیش قدمی ممکن نہیں ہے۔ تو مجبوراً اورنگ زیب کے میمنہ (دائیں بازو) کی طرف بڑھکر بہادر خاں کی فوج کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گئے۔ کیونکہ بہادر خاں جو اورنگ زیب کے قلب کے دائیں پہلو پر تھا۔ فرط دلیری سے (پیشقدمی کر کے) ہراول کے پہلو سے آملا تھا۔ (غرض) خان مذکور نے نہایت بہادری سے ان کی مدافعت کی (پیشقدمی کو روکا) اور زخم کھائے۔ اور اسکی فوج میں سے سید دلاور خاں اور ہادی داد خان دونوں نے قدم شجاعت جمائے رکھکر باہمی رفاقت (ہمراہی) کا چہرہ بہادری کے غازہ سے آراستہ کیا۔ (اور بالآخر) راہ آخرت اختیار کی۔ بہت کچھ مار دھاڑ ہو چکنے کے بعد چونکہ داراشکوہ کی فوج زیادہ تھی۔ اسلئے اس کا دفعیہ اس چھوٹے سے گروہ سے نہ ہو سکا۔ قریب تھا کہ ان کے پائے ثبات کو لغزش ہو جائے کہ اتنے میں اسلام خان میمنہ کے فوجی دلاوروں کے ساتھ دائیں جانب[1] سے آکر مصروف جنگ ہو گیا۔ اور شیخ میر بھی ساتھ

---

[1] صحیح :۔ برانغار از جانب یمین الخ

کی فوج کو لیکر آپہونچا - اور دلیری و بہادری کے زورِ بازو سے دشمن کی جمعیت کو پراگندہ کر دیا - اور میدانِ جنگ کی خاک کو اُس طرف کے بہادروں کے خون سے رنگین کر دیا - اسی مردانہ مقابلہ اور رستمانہ جنگ میں رستم خان (داراشکوہ کے میسرہ کا سردار) تیرِ قضا کا نشانہ بنا - اور آخرت کی طرف چلتا ہوا - اور سپہر شکوہ تلوار کی زد سے بچ رہنے والوں کے ساتھ بھاگ نکلا (اورنگ زیب کے) میمنہ کے جو سردار اسلام خان کی ہمراہی میں متعین تھے - انمیں سے سید حسن نے سچے اخلاص سے نمایاں خدمات انجام دیکر اور سیف خاں، غیرت بیگ، محمد صادق اور میمنہ مہمند نے اچھی کارگذاریاں ظاہر کر کے دلاوری و بہادری کے نقد پر زخموں کے ٹھپے لگاکر بالکل کھرا کر لیا - (یعنی مردانہ وار زخم کھائے : اُدھر سے) داراشکوہ نے جس نے کبھی لڑائی نہ دیکھی تھی - اور جنگی امور کا تجربہ حاصل نہ کیا تھا، جب رستم خان اور سپہر شکوہ کے ہم پہلو ہو کر تیزی برتنے کا مشاہدہ کیا تو خود بھی اُن کے پیچھے پیچھے فوج قلب و ساقہ کو لیکر تیزی سے بڑھا اور اورنگ زیب کے توپ خانہ کے سامنے روانہ ہوا - اپنے ہراول کو بھی پیچھے چھوڑ اپنے توپخانہ سے بھی آگے نکل گیا - جب اورنگ زیب کا توپ خانہ قریب آگیا[1] - تو اس آگ کی دیوار سے آگے نکلنا دشوار دیکھکر اپنی دائیں جانب مڑا - اسوجہ سے طرفین کے ہراول کو توپ خانہ سے پیچھے ہونے کی وجہ سے باہمی جھڑپ کا موقعہ نہ ملا - (اب) داراشکوہ کا سامنا مرادبخش سے ہو گیا - جو مع اپنی فوج کے اورنگ زیب کے میسرہ (بائیں بازو) کا سردار تھا - اتنے میں خلیل اللہ خان بھی داراشکوہ کے میمنہ کی فوج لے کر آقا کی امداد کے لیئے آگیا - اور حملہ کر دیا

---

[1] نزدیک قریب شد -

اوزبکی لشکر جو اسکے ساتھ تھے انہوں نے تیزی سے جنگ کے لئے ہمت و جرأت کے ہاتھ حرکت میں لانے شروع کر دیئے۔ (لیکن) مراد بخش نے ثابت قدم رہ کر مدافعت اور مقابلہ کیا۔ بہت کوششوں اور بے شمار جھڑپوں کے بعد جب خود اسکے بھی کئی زخم آ گئے۔ تو اس کا پائے ثبات لڑکھڑا گیا۔ اور پیچھے ہٹنے پہ مجبور ہو گیا۔ اسکے فوراً بعد اورنگ زیب نے اپنے ہاتھی کا رخ دارا شکوہ کی طرف پھیر دیا۔ اس کا تمام لشکر اور خاص قلب کی فوج بھی اسی طرف (دارا شکوہ کی طرف) چل پڑی۔ اتنے میں وہ دلیر راجپوت جنہوں نے مراد بخش کو پسپا کر دیا تھا۔ اسپ[1] دلیری دوڑا کر اور ہر طرح سے تعلق بدنی کے علاقہ کا دھاگا توڑ کر اجان سے ہاتھ دھو کر اورنگ زیب کے قلب لشکر پہ ٹوٹ پڑے (لیکن اورنگ زیب کے) جاں نثار اور دلاور لشکریوں نے اپنے ولی نعمت (آقا) کی ثابت قدمی سے حوصلہ مند ہو کر دلیری کے ہاتھ چلانے شروع کر دئے۔ اور تیر، بندوق اور بانوں کے دھماکوں اور تلوار اور نیزوں کے واروں سے دشمن کی مدافعت میں مصروف ہو گئے۔ اس صبر آزما لڑائی میں مرتضیٰ خان، غیرت خان اور اللہ یار بیگ میر توزک (سردار سپاہ شاہی) نے زخم کھائے اور دوسرے خادموں نے بھی دلیری و بہادری سے کام لے کر سپاہیانہ کارنامے اور دلیرانہ آویزشیں سر انجام دیں۔ اگرچہ اورنگ زیب کے ہمراہیوں نے تو دلاوری و بہادری کی پوری داد دی تھی، لیکن بہادر راجپوتوں کی طرف سے بھی[2] عجیب[3] غریب دلاوریاں ظہور میں آئیں۔ چنانچہ راؤ ستر سال ہاڈا۔ رام سنگھ راٹھور۔ بھیم سنگھ پسر راجہ بٹھلداس گوڑ، راجہ شیورام بٹھلداس کا بھتیجا۔

سلہ[1] صحیح :- رخش سلہ[2] ظہور سلہ[3] صحیح تیز۔

(یہ لوگ) اور اس فریق کے دوسرے دلیر اور نامور جسارت سے کام لے کر دلاوری کے سہارے اورنگ زیب کے بالکل قریب آپہنچے۔ اور عین (اورنگ زیب کے) قلب خاص میں داخل ہو کر زمین معرکہ پہ ہلاک ہو کر) گرے۔ راجہ روپ سنگھ راٹھور نے (تو کمال کر دیا وہ یہ کہ) نہایت بے باکی اور دلیری سے اپنے سب ہمسروں سے آگے نکلکر اور اورنگ زیب کے ہاتھی پاس پہونچکر گھوڑے سے اُتر پڑا۔ اور ہاتھی کی ٹانگوں تلے بہادری و دلیری کے کارنامے ظہور میں لاکر (اورنگ زیب) کے ہودج (عماری) کی بندشش کی رسیاں کاٹ ڈالیں۔ (تاکہ ہودہ مع اورنگ زیب گر پڑے) اورنگ زیب نے اسکی جرأتوں کو بہت پسند کیا۔ اور اسوقت یہ چاہا کہ وہ (کسی طرح) زندہ ہاتھ آجائے۔ تاکہ مخلصین کے گروہ میں شامل کر لیا جائے۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا (بالآخر) وہ اورنگ زیب کے ملازمین کے ہاتھو[۱] مارا گیا۔ خلاصہ یہ کہ داراشکوہ اس حالت کے دیکھنے اور رستم خان، راؤ ستر سال اور دوسرے معتمد راجپوتوں کے مارے جانے کے بعد بھی جمے رہکر حتی المقدور کوشش کرتا رہا۔ (حالانکہ یہ وہ لوگ تھے کہ) اس جرأت (جنگ) کے عمل میں لانے اور باپ کی نصیحت نہ ماننے کے سلسلہ میں داراشکوہ کو انہی کی تائید کا سہارا تھا۔ اسی سلسلہ میں، اسکے دیوان (وزیر) محمد صالح نے جس کو وزیر خان کا خطاب ملا ہوا تھا۔ (اسنے) اور دوسرے معتمد لوگوں کی ایک جماعت نے جیسے کہ سید ناہر خان بارھہ، اور یوسف خان برادر دلیر خان، جس کو لوگ بہادری میں بڑے بھائی سے دوم نمبر جانتے تھے۔ اور یہ لوگ داراشکوہ کے اچھے سرداروں میں سے

---

[۱] ہیچ ۔ بہ دست۔

شربت فنائی لیا - اور اسکے فوراً بعد ہی چند آتشین بیلیں پیاپے اورنگ زیب کے توپ خانہ سے دارا شکوہ کی سواری کے ہاتھی اور فوج کے قلب میں آکر گریں - اسپر اسکے ثباتِ و قرار کے قدم اکھڑ گئے - حالانکہ ابھی تک ایک خاص بڑی جماعت اسکے ساتھ تھی - اور لڑائی کا کام ابھی انجام کو نہیں پہنچا تھا - خدا معلوم ؟ کس خیال سے وہ سواری کے ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہو گیا - اس حرکت اور اسکی بے موقع اور غیر درست بیچینی سے اسکے لشکر نے بھی بیچین، پریشان اور منتشر ہو کر راہِ فرار اختیار کی - اسی دوران میں ایک خدمت گار جبکہ وہ دارا شکوہ کے قریب اپنی کمر پر ترکش باندھ رہا تھا - تیرِ قضا کا نشانہ بنکر زمین پر گر پڑا - دارا شکوہ نے یہ حال دیکھکر ناچار نامرادی کے قدموں سے بدبختی کی راہ اختیار کی (فرار ہو گیا) سپہر شکوہ بھی بھاگتے وقت اسکے ساتھ مل گیا - (غرض خدا کے) کرم و عنایت کی سمت سے فتح و نصرت کی باد نسیم اورنگ زیب کے ظفرمند جھنڈوں کے پھریرے ہلانے لگی - اس مصیبت کے نازل ہو چکنے کے بعد دارا شکوہ اور بادشاہ کے لوگوں میں سے بہت سے قابل اعتماد ناموروں نے جام ہلاکت نوش کیا - باوجودیکہ اورنگ زیب نے اپنی فوج کو (اونکا) تعاقب کرنے سے روک دیا تھا پھر بھی) بھاگنے والوں میں سے کئی زخموں کی وجہ سے اور کچھ لو، کی شدت کی وجہ سے چند قدم چلکر گر پڑے اور جان خدا کے حوالہ کر دی - اور ایک گروہ شہر میں پہنچکر راہی ملک عدم ہوا - اسکے نامور نوکروں اور سرداروں میں سے مشکل سے کوئی ہو گا - جو زخمی نہ ہوا ہو - انکے ماتحتوں اور عام لوگوں کا تو ذکر ہی کیا ؟ (لیکن ادھر) خدا کی نشانیوں میں سے یہ تھا کہ ایسی عظیم الشان جنگ میں ایسے

جانباز بہادروں اور بے مثل سرداروں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے باوجود اورنگ زیب کے لشکر میں سے سوائے اعظم خان کے جو فتح ہو جانے کے بعد لو لگ کر اور گرمی کی زیادتی کی وجہ سے مرا۔ اور علاوہ سزاوارخان ہادی داد خان اور سید دلاور خان گئے اور کوئی موت کا نشانہ نہیں بنا۔ اور زخم کی تکلیف مندرجہ ذیل چند سرداروں کے علاوہ اور کسی کو نہیں پہنچی۔ بہادر خاں، ذوالفقار خان، مرتضیٰ خان، دینیدار خان، عیزت بیگ، محمد صادق اور عمر بیڑ جہند۔ مراد بخش کی فوج میں سے صرف دو تین آدمی مارے گئے۔ اور خود اسکے چہرہ اور جسم پر چھیانک زخم آئے (غرض اس سے زیادہ نقصان نہیں ہوا)

(الحاصل) دارا شکوہ اپنے بیٹے۔ اور بعض ملازمین کے ساتھ عالم پریشانی اور حیرانی میں عاجز و ناکام ہو کر شام کے وقت آگرہ پہونچا۔ اور اپنے مکان پر قیام کیا۔ شرم کے مارے لوگوں پر (داخلہ کا) دروازہ بند رکھا۔ حتی کہ باپ سے بھی ملنے نہ گیا۔ اور رات کے تیسرے پہر[1] تک (دو تین بجے رات تک) کا وقت وہاں بڑی بے چینی میں کاٹا۔ آخر شب میں اپنی بیوی کو، بعض اور پردہ نشین عورتوں اور[2] خدمت گزاروں کے ساتھ آوارگی میں اپنا رفیق راہ بنایا۔ اور کچھ جواہرات اور جڑاؤ چیزیں، کچھ اشرفیاں اور سونا جو اس عالم پریشانی میں اسکے ہاتھ لگ سکا۔ ساتھ لے کر سپہر شکوہ اور خدام کے ایک گروہ کے ساتھ، جنکی مجموعی تعداد دو ہزار سوار ہوگی۔ دہلی کی طرف چلدیا۔ صبح ہونے پر کچھ اور لوگ ضروریات

[1] صحیح :- تا بہ پاس [2] صحیح :- بعضے پرستاران در پردگیان۔

کی اور کچھ چیزیں لیکر اس سے جا ملے۔ اور دو تین دن گذرنے پر اس کی فوج اور سپاہیوں کی ایک جمعیت اسکے پیچھے پیچھے روانہ ہو کر اسکے پاس پہونچگئی۔ یہانتک کہ (اب) اسکے ساتھ تقریباً پانچہزار سوار ہو گئے اور اسکے بعض (غیر جنگی ضروریات فراہم کرنے والے) کارخانہ جات بھی آگئے۔ (باقی) اسکے ساتھیوں میں بہت سے اسکی ہمراہی سے پہلو تہی کر کے اورنگ زیب سے بھی جا ملے۔ اور اورنگ زیب نے ان کی تنخواہیں اور منصب بڑھا کر ان کی دلجوئی فرمائی۔ اس طرح زیادہ تر خزانہ، جواہرات، جڑاؤ سامان، کارخانے، ہاتھی اور گھوڑے آگرہ ہی میں رہ گئے۔ اس کو (یعنی داراشکوہ کو) نہ مل سکے۔ بیت

اس سے (دنیا کی) مستعار[1] دولت نے روگردانی اختیار کر لی۔
(گویا) آسمان نے اپنا دیا ہوا (مال و دولت) اس سے واپس لے لیا۔

(غرض) کچھ تو (اس کا سامان) میدان معرکہ میں[2] اور کچھ شہر (آگرہ) میں حوادث کی نذر ہوا۔ اس کو (داراشکوہ کو) پیش آنے والے دیگر واقعات اسکے بعد لکھے جائیں گے[3]۔

(القصہ) فتحیاب اورنگ زیب نے، خدا کے آگے سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور اپنی ظفرمند فوج کے ساتھ نہایت سکون اور پورے شان و شوکت کے ساتھ مخالفوں کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا اور دشمنوں کے لشکرگاہ (ہیڈکوارٹر) میں جہاں لوٹ مار کی پہلے ہی جھاڑو پھر چکی تھی۔ لیکن داراشکوہ کا خیمہ ابھی تک نصب تھا۔ (اسمیں) جا اترا۔ اور اپنے کیمپ اور خاص شاہی خیمہ کے

---

[1] صحیح :- تافت او۔ [2] صحیح :- پارہ در جنگ گاہ واند کے اگر
[3] صحیح :- ارقام خواہد یافت۔

آنے اور نصب ہونے تک اسی خیمہ میں ٹھہرا رہا۔ ہمراہی امرا اور تمام ارکان سلطنت اور معتمدین نے مبارک بادی کے سلام و تہنیت کی رسم ادا کی۔ اورنگ زیب نے شہزادہ مراد بخش کے احوال کی بہت کچھ دیکھ بھال کر کے زبان کی نرمی و خوش گفتاری کے لطف و کرم سے اسکے زخموں پر جو اس لڑائی میں اس کو پہونچے تھے۔ مرہم رکھا۔ اور ماہر جرّاح اور حکیم اسکے علاج کے لئے مقرر کر دیئے۔ (اتنے میں) اپنے کیمپ اور خیمے کے آجانے اور نصب ہو جانے کے بعد اُس میں جا کر مقیم ہو گیا۔ اور سرداروں اور ملازمین کے حالات پر نظر لطف و کرم ڈالی۔ اور اس جماعت کو، جو اس لڑائی میں عمدہ کارگذار اور جاں نثاری میں دوسروں سے بڑھ کر ثابت ہوئی۔ شاہانہ بڑے بڑے انعامات اور اعزازات سے نوازا۔ ہر ایک کو اسکے درجہ کے مطابق عطیات اور بخششوں سے کامیاب بنایا۔ دوسرے روز سموگڑھ[۱] کے شکار میں پہنچا۔ تو ایک عرضی لکھ کر اپنے باپ شاہجہاں پادشاہ کی خدمت میں بھیجی۔ جس میں معذرت، واقعہ کی صورت اور اس جنگ پر عذر خواہی اور اپنی مجبوری و معذوری کا اظہار کیا۔ کہ جس کی ابتداء دارا شکوہ نے کی تھی۔ اسی دن محمد امین پسر معظم خان، جس کے باپ (معظم خان) کو اورنگ زیب نے مصلحت کی بنا پر قلعہ اورنگ آباد میں قید کر دیا تھا۔ سب امیروں سے بازی لے جا کر (اورنگ زیب کی) آستان بوسی کی بدولت مستحق عنایات ہوا۔ اور خاص خلعت کے انعام اور ہزاری ذات و ہزار سوار کے اضافے سے چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا۔ دوسرے دن بھی جبکہ یہیں قیام تھا۔ تو اعتقاد خان پسر یمین الدولہ آصف خان

---

[۱] صحیح:- سموگڑھ۔

اور کچھ دوسرے امرائے سلطنت پہنچے۔ اور مستحق عنایات ہوئے۔ ۱۰ رمضان المبارک کو باغ نور منزل میں جو بیرون آگرہ واقع ہے۔ آگرہ اترا۔

شاہجہان نے اورنگ زیب کا غلبہ اور دباؤ دیکھکر نرم روی۔ اور (ساتھ[1] تک چلنے یعنی) مدارات کا طریقہ اختیار کر لیا۔ (اورنگ زیب کی) عرضی کے جواب میں خود اپنے قلم سے ایک خط لکھا اور فاضل خان داروغہ گوداہم کے ہاتھ بھیجا اور سید ہدایت اللہ صدر کو اسکے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ انہوں نے بادشاہ کے حسب فرمان وہاں پہنچکر شرف حاضری پایا[2]۔ اور بادشاہ کا خط اور زبانی پیغامات پہنچانے کے بعد، جسکے لئے وہ مامور ہوئے تھے۔ (اورنگ زیب کی جانب سے، خلعت بخشی کا شرف حاصل کیا۔ اور لوٹ آئے۔ دوسرے دن پھر فاضل خان اور صدر مذکور (ہدایت اللہ) آئے اور (بادشاہ کی طرف) لطف و کرم کے پیغامات پہنچائے اور ایک تلوار جس کا نام عالمگیر تھا اور جو شاہجہان نے بھیجی تھی۔ اورنگ زیب اور اسکے ارکان دولت نے نیک فال لی۔ اور دل میں بہت خوش ہوئے (حتی کہ اورنگ زیب نے) اپنے آپ کو اسی لقب (عالمگیر) سے ملقب[3] کر لیا۔ اسی تاریخ میں، ظاہر خاں، قباد خاں، فیض اللہ خاں، سربلند خاں اور نوازش خاں کچھ اور امرا کے ساتھ آئے۔ اور اورنگ زیب کے دامن دولت میں پناہ لی (سب) خلعتوں سے سرفراز ہوئے

چونکہ اسوقت سلطنت کا نظم بگڑا ہوا اور دو مدعی سلطنت شاہزادوں (اورنگ زیب و مراد بخش) کے لشکر شہر کے قریب تھے۔ اسلئے یہاں کے باشندے اپنی حالت کے بارے میں کچھ گو مگو

---

[1] صحیح :- بمماشات [2] صحیح ادراک ملازمت وگذرانیدن [3] صحیح: ملقب

میں پڑے ہوئے تھے۔ اور مراد بخش کے ہمراہی اپنے آقا کی غفلت اور خودسری کی آڑ لیے کہ ہر جگہ ظلم و زیادتی کا ہاتھ دراز کر رہے تھے۔ اور اورنگ زیب وقتی مصلحت کے تقاضے کے بموجب چشم پوشی کر رہا تھا اسوجہ سے وہ اور دلیر ہو کر حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شہر میں آجاتے تھے۔ اور ناموزوں حرکات کرتے رہتے تھے۔ (باقی) دل میں اورنگ زیب بھی شہر، قلعہ اور کارخانوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اسلئے یہ مناسب سمجھا کہ شاہزادہ محمد سلطان کو خانخانان سپہ سالار کے ہمراہ شہر (آگرہ) میں بھیجدے تاکہ اس مرکزِ سلطنت کے نظم و ضبط کا کام انجام دیں۔ چنانچہ ۱۷ ار رمضان المبارک کو فرمان مبارک کے مطابق شاہزادہ اور سپہ سالار مذکور افواج قاہرہ میں ایک (جاری) فوج لیکر شہر میں داخل ہو گئے۔ اسی تاریخ میں امرائے سلطنت کی جماعت (اور) آئی۔ اور اورنگ زیب کی خدمت میں پناہ لی۔ (سب نے) خلعتوں کی نوازش سے دلجوئی حاصل کی۔ ۱۸ ار رمضان المبارک کو بلند رتبہ امرا میں سے قابل اعتماد ہستی یعنی خانجہان پسر کلاں یمین الدولہ آصف خان نے، جسے شاہجہان نے داراشکوہ کے شکست کھانے کی خبر سنکر دارا شکوہ اور ایک اور غرضمند جماعت کے ورغلانے کی وجہ سے قید کر دیا تھا۔ اور دو روز کے بعد اُس کی بے گناہی ثابت ہونے پر۔ نیز اورنگ زیب کی رضاجوئی کے لحاظ سے چھوڑ دیا تھا۔ (اسنے) آکر حاضری دربار کی سعادت حاصل کی۔ عمدۃ الملک خلیل اللہ خان جسے شاہجہان نے فاضل خان کے ہمراہ ایک مطلب سے اور پیغام پہنچانے کی غرض سے بھیجا تھا۔ (اورنگ زیب نے) پیغام پیش کر دیئے جانے

کے بعد اسکا جواب تو فاضل خان کے بدست بھیجدیا۔ اور خلیل اللہ خان کو اپنی سلطنتی مصلحت کی بنا پر اپنی بارگاہ میں روک لیا۔ اس (خلیل اللہ خاں) کا بیٹا میر میران (لقب) امرا کی ایک جماعت کے ساتھ (اورنگزیب کی) خدمت میں حاضر ہوا، سب کو خلعت عطا ہوئے۔ اسی طرح روزانہ ایک ایک جماعت آتی اور مستحق عنایات ہوکر سلطنت عالمگیری کے ارکان وملازمین میں شریک ہوتی رہی۔ چونکہ پرگنہ منصر اکے انتظامات جو دارا شکوہ کی جاگیر میں تھا۔ بدنظمی کی وجہ سے خلل پذیر ہو گئے تھے۔ اسلئے اورنگزیب نے ایک فوجدار (افسر کو مع فوج) بھیجکر وہاں کا انتظام کیا۔ اور رمضان کو پیش نظر امور سے فارغ ومطمئن ہو جانے کے بعد سلطان محمد کو بادشاہ شاہجہان کی خدمت میں بھیجا۔ وہ حسب الحکم قلعہ آگرہ میں داخل ہوا، اور ان رسوم[1] وآداب کی رو سے جسکی ہدایت اپنے باپ عالمگیر کی بہن جو عمر میں بھائی سے بڑی تھی۔ باپ کے حکم کے مطابق باغ نور منزل میں آئی۔ اور (بھائی کو) بڑی نصیحتیں کرکے باپ کی اطاعت کرنے اور حاضر خدمت ہونے کی تلقین کی۔ (لیکن) عالمگیر نے اس بات کو اپنے لئے مفید کار نہ سمجھ کر اچھے الفاظ میں معذرتیں پیش کیں۔ اور (ادھر ادھر کے) حیلے بہانے کر کے پہلوتہی کی۔ اسی روز بلند مرتبہ امرا کے خلاصہ یعنی جعفر خان وزیر اعظم اور تقرب خان جو بارگاہ سلطنت میں درجہ تقرب رکھتے تھے۔ حاضر خدمت ہو کر خلعت خاص کی نوازش سے شرفیاب ہوئے۔ اسی طرح تمام ارکان سلطنت اور منصبدار عالمگیر کے آستانہ پہ آئے۔ اور نیازمندانہ طور پہ حاضر درگاہ ہوئے۔

---

[1] تورہ، قانون، آئین، رسم۔

جب چھوٹے بڑے سب آ کر جمع ہو گئے۔ اور ایک بھیڑ لگ گئی۔ تو عالمگیر نے اسوقت بتقاضائے احتیاط و تدبر کے تخت نشین ہونا مناسب نہیں سمجھا۔ اپنی بزرگی و شان کی مسند پر بیٹھکر ہی دربار عام منعقد کیا۔ عوام کے مختلف گروہ بلند مرتبہ بخشیوں کے وسیلہ سے سلام حاضری اور رسم مبارکباد بجالائے اور مرتبہ شناس میر توزک (منتظم دربار) اور قدر دان نگرانوں کے اشارہ پر جیسا جسکا مرتبہ اور درجہ تھا! اسکے مطابق، مختلف منصبوں کے لحاظ سے ہر ایک اپنی حیثیت کے مناسب جگہ (سیٹ) پر بیٹھ گیا۔ اور سب کے سب ہی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق مستحق عنایات ہوئے۔ رائے رایاں جو دفتر وزارت کا سر دفتر (افسیر انچارج) تھا۔ وہ بھی اپنے تمام عملہ یعنی منشیوں، محاسبوں کے ساتھ آستانہ بلند (عالمگیری) پر سجدہ ریز ہو کر تمام اُن بدنظمیوں اور خرابیوں کو دور کرنے پر مامور ہوا، جو اس زمانہ میں ملک پر سلطنت کے کاروبار میں پیدا ہو گئی تھیں۔ ۲۰ رمضان کو باغ نورمنزل سے دار الخلافہ آگرہ میں داخل ہونے کا قصد فرمایا۔ اور مراد بخش کو تکلیف باقی ہونے کی وجہ سے صحت حاصل کرنے کے (لئے علاج کرانے کے) بہانہ سے وہاں (باغ نور منزل میں) ہی رہنے پر مامور کر دیا۔ اور خود نہایت آرائش اور شان و کے ساتھ سبک رفتار کوہ پیکر ہاتھی پر سوار ہو کر داراشکوہ کی حویلی میں جیسے اس کے حکم[1] کے بموجب بے رونقی کے گرد و غبار سے صاف کرنے کے بعد سعادت و نیک بختی کے فرش و فروش بچھا کر

---

[1] صحیح:۔ در حویلی داراشکوہ کہ باشارۂ او گرد بے رونقی اُفتۃ الخ

آراستہ کر رکھا تھا، نزولِ اجلال فرمایا۔ اور یہاں بیٹھکر منصبوں اور مرتبوں کے اضافہ سے شاہجہانی ملازمین و امرا کی دلجوئی کر کے اپنی طرف مائل کر لیا۔ اور تربیت خان کو ڈیڑھ ہزار ذات اور دو ہزار سوار کے اضافہ سے چار ہزار ذات اور چار ہزار سوار کا منصب دیکر اجمیر کی صوبہ داری پر مامور کیا۔

حرمان نصیب داراشکوہ کا کچھ حال

داراشکوہ نے آگرہ سے بھاگ کر پانچ ہزار سواروں کے ساتھ رجوں توں کر کے، اپنے آپکو دہلی پہونچایا۔ اور ۱۴ر رمضان کو پرانے قلعہ میں جا اُترا۔ اور عالمگیر کے آگرہ میں ٹھہرے رہنے کو غنیمت سمجھتے ہوئے فوج آراستہ کرنے، روپیہ اور فوج جمع کرنے اور لڑائی کا سامان فراہم کرنے میں مشغول رہا۔ سرکاری ہاتھی، گھوڑے، اور مال و اسباب پر اور امرا کے نقد و جنس اور خزانوں پر ہاتھ صاف کئے۔ جہاں جو چیز اوسکو ملی اپنے قبضہ میں کر لی۔ چونکہ اُسنے اپنے بڑے بیٹے سلیمان شکوہ کو لکھ بھیجا تھا۔ کہ اپنے ساتھ کے سب امرا کے ہمراہ اُدھر سے دہلی کی طرف رُخ کر کے بہت جلد اسکے پاس پہنچ جائے۔ اسلیئے اُن کے آنے کا بھی منتظر تھا۔ (اس خیال سے) کہ اونکے آجانے سے چونکہ طاقت بڑھ جائے گی۔ تو پھر مقابلہ کرے گا۔

لہ صحیح :- خودرا باپنج الخ ۲ صحیح :- مغتنم شمردہ۔

اور خفیہ طور سے اپنی ہمراہی پر آمادہ کرنے[5] اور عالمگیر کے احکام کی تعمیل نہ کرنے کے سلسلہ میں قسم قسم کے وعدوں پر مشتمل چیٹھیاں[6] بھیجکر اس درگاہ (عالمگیری) کے امرا کو بھڑکانے اور ورغلانے کی کوشش بھی کر رہا تھا۔ (چنانچہ) عالمگیر بعض لوگوں کے حالات سے سمجھ رہا تھا۔ کہ وہ دارا شکوہ کے اقتدار کے منتظر ہیں۔ خود شاہجہان بھی چونکہ دارا شکوہ سے بے انتہا محبت رکھتے تھے۔ اور وہ (دارا شکوہ) بھی اسوقت (باپ سے) عاجزانہ نالہ و زاری کر رہا تھا۔ (کہ کہیں عالمگیر کے حق میں نہ ہو جائیں) اسلئے بادشاہ کی توجہ قلبی بھی عالمگیر کے مقصد کے خلاف صرف ہو رہی تھی۔ ویسے اگرچہ ظاہر داری کے لحاظ سے نرمی روی اور رہنمائی فرما رہے تھے۔ (اسی وجہ سے) عالمگیر چاہتا تھا۔ طعن و تشنیع دور کرنے کے لئے باپ کی خدمت میں حاضر ہو کر لوگوں کا منہ بند کر دے۔ اور سلطنت کا کاروبار (باپ کی مرضی حاصل کر کے) خود سنبھال لے۔ اور دلی کدورت دور ہو جائے۔ (لیکن) شاہجہان نے اپنی بے بسی کو دیکھتے ہوئے ناراضگی اور بیزاری کا اظہار کر کے ملاقات سے انکار کر دیا۔ اگرچہ اولاً بادشاہ اپنی مرضی سے (ملنا) چاہتے تھے۔ لیکن چونکہ (اسوقت ملاقات کی) صورت نہ ہو سکی تو تقدیر خداوندی پر راضی ہو کر ظاہر داری سے بھی دستکش ہو گئے۔ اس صورت میں عالمگیر نے باپ سے ملنا اپنے مقصد میں خلل انداز سمجھا اور دارا شکوہ کو دہلی سے نکال بھگانا مصلحت سے زیادہ قریب اور مناسب[7] تر سمجھکر دہلی کی طرف کوچ کر دیا۔

---

[5] صحیح و۔ [6] ہم جمع رقیمہ۔ خط [7] صحیح: الانواع مواعید در ترغیب انہ [8] صحیح و انسب۔

عالمگیر کا دہلی کی طرف کوچ اور اس سفر کے واقعات

جب عالمگیر، داراشکوہ کی جڑ بنیاد اکھاڑنے کے ارادہ سے دہلی کی طرف چلا۔ تو شاہزادہ محمد سلطان کو افواج قاہرہ (غلبہ پانے والی فوجوں) کے ایک گروہ کے ساتھ آگرہ میں چھوڑ کر منزل مقصود کی طرف چل دیا۔ اور اسلام خان شاہزادہ کی نگرانی پر مامور ہوا۔ اور بادشاہ کا داروغہ مطبخ و گودام فاضل خان کو اپنے نظر بند باپ کی فرمائشوں اور کارخانوں (گھریلو انتظامات کے اداروں) کے بندوبست کی خدمت پر مامور کیا۔

ذوالفقار خان کو قلعہ آگرہ اور شاہجہان کے زنانخانہ اور دیگر متعلقین کی نگرانی کرنے کے لئے مقرر کیا۔ حکیم تقرب خان کو جو بادشاہ کے علاج میں مستحسن کوششیں کر کے ان کے مزاج کو اصلاح پر لے آیا تھا۔ بقایا بیماری کے معالجہ اور صحت[1] مزاج کی تدبیریں کرنے پر مامور ہوا۔ اور اسنے تین ہزار اشرفی، خاص خلعت، جڑاؤ کٹار اور موتیوں کی مالا کا انعام پایا۔ (یہ انتظامات کر کے) ۲۲ رمضان کو اورنگ زیب نے دہلی کے ارادہ سے کوچ کیا۔ اور موضع بہادر پور میں پہنچکر خیمے نصب کیے۔ اس روز شاہزادہ محمد اعظم باپ کے حکم سے اپنے بزرگ دادا کی خدمت میں لوٹ گیا۔ ۲۴ کو (موضع) کہات[2] سامی میں پڑاؤ ہوا تو دہلی سے داراشکوہ کے لاہور کی طرف بھاگ جانے کی خبر سُنی جس کا سبب[3] یہ تھا۔ کہ داراشکوہ اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کے[4] آنے بقیہ ہمراہی فوج

---

[1] صحیح:۔ بقیہ بیماری و تدبیر صحت [2] صحیح کہات سامی [3] صحیح سببش آنکہ [4] صحیح بالقیہ عساکر الخ

کے ساتھ وارد ہونے کا انتظار[ا] کر رہا تھا۔ جب وہ جلدی نہ آسکا اور عالمگیر نے اُسکے (دہلی سے نکال لینے کے) ارادہ سے آگرہ سے کوچ کر دیا تو اُسنے اپنا دہلی رہنا مناسب نہ سمجھا۔ (دوسرے) چونکہ برسات کا زمانہ بھی قریب آگیا تھا تو گارے، کیچڑ، دلدل اور سیلابوں کے خوف سے (یہ خیال کر کے کہ) کہیں ایسا نہ ہو کہ (دریاؤں کو) عبور کرنا اور (راستوں سے) گذرنا مشکل ہو جائے یہ مناسب سمجھا کہ جتنی جلد ممکن ہو کوچ کر کے لاہور جا ٹھہرے جو اسکی جاگیر میں بھی) شامل تھا۔ اور جسے وہ (اپنے لئے) مقام امن جاننے کے علاوہ ایران کی طرف نکل جانے کے لئے گذرگاہ بھی سمجھتا تھا۔ (چلنے سے پہلے) سلیمان شکوہ اور اسکے اتالیق بہادر خان کو تحریری اطلاع بھیجدی کہ اگر ممکن ہو سکے۔ تو جمنا پار کر کے سہارنپور اور بوڑیہ کے راستہ سے جلد سے جلد لاہور پہنچ جائیں۔ (اب) داراشکوہ کے حالات (آیندہ) کا انجام اسکے بعد بیان کیا جائیگا۔

چونکہ الہ آباد داراشکوہ کے قبضہ میں تھا۔ اور اس کی طرف سے سید قاسم بارھہ اس صوبہ کی حکومت اور یہاں کے قلعہ کی حفاظت پر مامور تھا۔ اور وہ داراشکوہ کے بھاگ جانے اور شکست کھا جانے کے باوجود (اورنگ زیب کی) اطاعت کے لئے تیار نہ ہوتا تھا۔ اسلئے عالمگیر نے خان دوران کو اس صوبہ اور قلعہ مذکور کی تسخیر کی مہم[۲] پر مقرر کر کے روانہ کر دیا۔ ارادت خان کو اودھ کی صوبیداری پر اور قاسم خان کو مراد آباد کی فوجداری پر بھیجا (انکے علاوہ) اور نئے لوگوں کو بھی (مختلف مقامات کی) فوجداری اور دیگر خدمات پر نامزد کیا اور پچھلے افسروں کو برخاست کر دیا۔ انہی دنوں دلجوئی کے خیال سے مراد بخش کو بھی دو سو تیس گھوڑے

ا صحیح :- داراشکوہ انتظارِ ورود ۲ صحیح :- مہم تسخیر

عنایت کئے۔ اور اپنے ساتھ کے شاہجہانی امرا میں سے ہر ایک کو اسکی حیثیت کے مطابق درجے، منصب بڑھا کر انعام و اکرام سے نوازا۔ یہانتک کہ ماہ رمضان کی آخری تاریخ میں جبکہ سلیم پور میں مقام تھا۔ بہادر خان کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ دارا شکوہ کا تعاقب کرنے پر مامور کیا۔ شاہزادہ معظم ناظم دکن، مہابت خان صوبہ دار کابل، وزیر خاں صوبہ دار خاندیس، سیادت خاں ناظم دہلی، اور سعادت خان قلعہ دار کابل کو بیش قیمت خلعتیں بھیجیں۔ رانا راج سنگھ کا بیٹا، جو کہ بارگاہ میں حاضر ہوا تھا۔ خلعت اور موتیوں کی ایک مالا کے انعام سے سرافراز ہوا۔ اور اسکے باپ رانا کو ایک سرپیچ (پگڑی) روانہ کر کے سربلند کیا گیا۔ عید کے دن کہ اسی دن سلیم پور سے کوچ بھی تھا۔ اول وقت میں مبارکباد (عید) کی رسمیں ادا ہوئیں۔ پھر کوچ ہوا۔ اسی روز دلاور خان افغان، سلیمان شکوہ سے کٹ کر آستانہ عالمگیری پہ حاضر ہوا۔ خلعت، مرصع کٹار، اور مالائے مروارید کی عطا سے نوازا گیا۔ اور ہزاری ذات اور ہزار سوار کے اضافہ سے پانچہزار ذات اور پانچہزار سوار کے منصب پہ فائز ہوا۔ نیز اسی جگہ سلیمان شکوہ کے اکثر ساتھی (اس سے کٹ کر) آئے اور عالمگیری ملازمین کے سلسلہ میں منسلک ہو گئے۔ خانجہان[۲] شائستہ خان کو جسے شاہجہان نے دارا شکوہ کے بہکانے پر منصب اور جاگیر سے معزول کر دیا تھا۔ ہفت ہزاری[۳] ہفت ہزار سوار دو اسپہ وسہ اسپہ کا منصب، خلعت خاص، مرصع کٹار خاص (شاہی)، تلوار

---

[۱] صحیح: منعین نمود [۲] صحیح: خانجہان شائستہ خان راکہ شاہجہان باغوائے الخ [۳] صحیح ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار الخ۔

ی عنایت سے سرفراز کر کے امرالامرا کے خطاب سے مامور کر دیا - نیز اسنے
ساٹھ ہزار روپیہ نقد (سکہ) اور دو کروڑ درہم بطور انعام پائے -

المگیر کی چال اور حسن تدبیر سے مراد بخش کی گرفتاری کا حال

چونکہ مراد بخش عقل سے کورا اور غرور اور گھمنڈ کی دولتی مار سے اسکے
ناخِ دماغ کی چھت بیٹھ گئی تھی - اسلئے وہ شاہجہان کا فرزند ہونے کی امید پر
ور عالمگیر کے اسے احمق بنائے رکھنے پر اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے یہ سمجھتا
تھا - کہ شاہجہان کے بعد ہندوستان کی بادشاہی اُسے ملجائے گی - اسی
لئے بیمار پڑنے کی ابتدا میں ہی شاہجہان کی بیماری کی خبر سنکر حال و
انجام کی تحقیق کئے بغیر اپنی تنگ ظرفی اور کم حوصلگی کی وجہ سے خود سر
ہو گیا - اور اپنے استقلال کا جھنڈا بلند کر دیا - اور اپنا لقب مروّج الدین
رکھکر تخت سلطنت پر بیٹھ گیا - اور اپنے کو بادشاہ کا نام دے کر
خطبہ اور سکہ اپنے نام جاری کر دیا تھا - اور بندرگاہ سورت کا قلعہ
جو اسوقت اس کی بڑی بہن جہاں آرا بیگم[1] معروف بہ بیگم صاحب کی جاگیر
میں مقرر تھا - اپنی فوج بھیجکر قبضہ کر لیا - اور اُسکی سرکاری اشیاء
اور مال و متاع سب پر قابض ہو گیا - (یہی نہیں بلکہ) لوگوں کے مال
و اسباب پر ظلم و زیادتی کے ساتھ دست درازی شروع کر دی -
محمد شریف پسر اسلام خان، جو شاہی خانہ زاد نوکر اور بندرگاہ

---

[1] صحیح :- جہاں آرا بیگم کہ بہ بیگم صاحب

مذکورہ کا کارپرداز تھا۔ اس کو دوسرے شاہی خالص جاگیروں کے کارندوں سمیت قید کر دیا۔

(علاوہ ازیں) اپنے دیوان علی نقی کو، جو اس کا مخلص خیر خواہ اور بارگاہ شاہی کے قابل اعتماد ناموروں میں سے تھا۔ اور جو اسکے باپ شاہجہان کے حکم کے مطابق اسکے سرکاری کاموں اور دفتری امور کو انجام دینے میں مصروف تھا۔ بے خطا، بے جرم محض اختلاف کرنے اور موافقت نہ کرنے کے وہم میں اُس کے بعض مخالفوں کے اتہام لگانے پر اُسے اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا۔ اور اپنی نادانی اور حماقت سے اس جسارت و بے باکی کا ارتکاب اسکے باوجود کیا کہ اُسکے بڑے بھائی عالمگیر نے قرب وجوار (اطراف ملک) میں اسکے بہ نسبت زیادہ کامل اقتدار رکھتے ہوئے بھی اپنی بلند حوصلگی اور بلا کی دانائی کی بنا پر اپنی وضع ذرا بھی نہ بدلی تھی۔ اور (اب تک) شاہزادہ کی ہی حیثیت میں تھا۔ (پھر حماقت بالائے حماقت یہ کہ) باپ کی خبر موت کے بے اصل ثابت ہونے پر بھی اسنے اپنی نامناسب حرکتوں میں تبدیلی نہ کی۔ اس سے بھی زیادہ عجیب یہ کہ باپ کے حضور میں اپنی نالائق حرکتوں کی معافی چاہے۔ اور اپنی غلطیوں کی تلافی کرے اور (اسکے ساتھ ہی) یہ بھی دیکھ رہا تھا۔ کہ اسکے بڑے بھائی عالمگیر نے اس قسم کی باتوں میں سے (اب تک) کوئی بات اپنے اندر ظاہر نہ ہونے دی تھی۔ (تو ان سب باتوں کے باوجود) انتہائی حماقت سے کام لیکر (اب بھی) اپنی ناپسند حرکتوں کا سلسلہ بند نہیں کیا اُسی طرح تخت شاہی اور چتر اور بقیہ بادشاہی کے لوازم اپنے ساتھ رکھتا تھا، عالمگیر وقتی مصلحت کی وجہ سے خیر خواہانہ اور روادارانہ برتاؤ کر رہا تھا۔ یہانتک کہ دارا شکوہ

کی جنگ اور واقعات مذکورہ کے پیش آنے کے بعد جب اس نے (مراد نے) دیکھا کہ سلطنت و حکمرانی کا کام عالمگیر سے وابستہ ہو گیا ہے۔ اور سارے بند وبست کی باگ ڈور اسکے اقتدار کے ہاتھ میں آگئی ہے۔ تو اس کی حماقت اور حسد کی رگ پھڑکی (مزید برآں) خوشامدیوں اور فتنہ پردازوں کے بہکانے اور بھڑکانے کا سلسلہ اسکے (ذاتی) غرور اور گھمنڈ کے ساتھ اور شامل ہو گیا۔ (جس سے) سلطنت کی خواہش اسکے دماغ میں پیدا ہو گئی۔ اور (بھائی کے ساتھ) برابری کی کھجلی اسکے سر میں اٹھ کھڑی ہوئی (چنانچہ) باوجود اسکے کہ خزانہ کم اور فوج کی تنخواہوں کی ادائیگی کے قابل بھی مال نہ تھا۔ (مگر پھر بھی) لشکر[1] بڑھانے کی فکر میں لگ گیا، اور کچھ بادشاہی امرا اور ملازمین کی طرح طرح سے دلجوئیاں کر کے اپنے ساتھ ہو جانے کی دعوت دی۔ کچھ بے وقوف اسکے ساتھ ہو بھی گئے اور منصب و خطابات حاصل کر لئے۔ جب عالمگیر نے آگرہ سے کوچ کیا تو پہلے تو (مراد بخش نے) ساتھ چلنے میں حیلے حوالے کر کے معذرتیں کیں۔ اور بالآخر جب ساتھ چلنا قرار پا گیا۔ تو اس سے کئی روز بعد کوچ کیا اور سب جگہ اسکے لشکر پیچھے پیچھے آتا تھا۔ اور عالمگیر کے لشکر سے کئی کوس کے فاصلہ پر ٹھہرتا تھا۔ (گویا) اپنے خیال میں موقع کی تلاش میں تھا۔ (کہ موقع پاکر عالمگیر پر حملہ آور ہو جائے) "یہ فتنہ شروع یوں ہوا کہ (داراشکوہ کے مقابلہ میں) فتح حاصل ہونے کے بعد اس نے عالمگیر کو پیغام بھیجا۔ کہ "وعدہ یہ تھا کہ ملک و سلطنت کو (دونوں میں) نصفا نصف تقسیم کر لیا جائے گا۔ اب یہ وعدہ پورا کرنا چاہیئے" عالمگیر

---

[1] صحیح۔ درصدد توفیر لشکر شدہ۔

اسکی یہ تقریر سنکر اسکو گرفتار کر لینے کی فکر میں لگ گیا۔ (مگر) جواب یہ بھیجا کہ چونکہ ابھی تک جنگ باقی ہے۔ اور بادشاہ سلامت زندہ ہیں اور ان کی توجہ داراشکوہ کی طرف بہت زیادہ ہے۔ اسلئے یہ وقت اس قسم کی باتوں کا نہیں ہے۔ مطمئن ہو جانے کے بعد یقیناً جو وعدہ ہے وہ پورا کیا جائے گا۔

۴ ماہ شوال کو جبکہ متھرا میں دریائے جمنا کے پار قیام کیا۔ (اور حالت یہ تھی کہ) دوسری فتح (بمقابلہ داراشکوہ) ہونے کے بعد سے مراد بخش عالمگیر کے حضور میں نہیں آیا تھا۔ حالانکہ عالمگیر ہمیشہ اسکو خوش تدبیریوں سے بلاتا تھا۔ (لیکن وہ احمق نہایت بے وقوفی اور حماقت سے کام لے کر اس قسم کی حرکتیں کرنے اور پیغامات بھیجنے کے بعد آج پہلے دن بڑے بھائی کی خدمت میں رسم مبارکباد ادا کرنے آیا۔ عالمگیر نے خوش بیانی سے (اولاً) اسکی دلجوئی کی اور (پھر) اسکو غافل بنا کر بڑی آسانی سے گرفتار کر لیا۔ اور رات کے دوپہر گئے (دو بجے شب) اس بدبخت کو اپنے خیر خواہ سلطنت خادموں میں سے قابل اعتماد ہستی یعنی شیخ میر کے سپرد کر دیا۔ اور دلیر خاں کو (فوج کی) ایک جمعیت کے ساتھ ہمراہ کر کے اُسے دہلی کے قلعہ میں بھیجدیا۔ اس واقعہ کے پیش آنے کے دوسرے دن جب کہ متھرا ہی میں مقام تھا۔ راجہ جے سنگھ کچھواہہ سلیمان شکوہ کے ساتھ سے کٹ کر آستانہ عالمگیری پر زمین بوس ہوا۔ خاص خلعت۔ مرصع تلوار، اور نر و مادہ ہاتھی کے انعام سے شرفیاب ہوا۔ (اسی طرح) کیرت سنگھ ولد راجہ امر سنگھ راٹھور اور ابراہیم خان پسر علی مردانخان جو مراد بخش کے ساتھ سانٹھ گانٹھ کئے ہوئے تھے۔ مراد بخش

کے دوسرے ساتھیوں اور راجاؤں کے ساتھ شرف آستان بوسی حاصل کر کے خلعتوں اور جواہرات کی بخشش سے سرفراز ہوئے (پھر عالمگیر نے) وہاں سے کوچ کر کے مسلسل پانچ (دن تک) کوچ کئے۔ ان دنوں میں امیر الامرا شائستہ خان کے بیٹے ابوطالب، ابوالفتح، بزرگ۔ امید اور[1] دوسرے اُمرا بھی مناصب منصبوں سے سرفراز ہوئے۔ ۱۴ شوال کو دہلی کے قریب، حضور آباد میں پہنچکر سنا کہ دارا شکوہ دولت اور سامان بڑھانے اور مال و زر کے جمع کرنے میں مصروف ہے۔ اور سہرند (سرہند شریف) میں اپنے قیام کے زمانہ میں، راجہ ٹوڈرمل جو اس پرگنہ کے انتظام پر مامور تھا۔ اور اس بدنصیب (دارا شکوہ) کے یہاں پہنچنے کی خبر سنتے ہی از روئے دوربینی کے اس کا راستہ چھوڑ کر لکھی جنگل میں جا چھپا تھا۔ اس کا گھر ضبط کر کے پوری چھان بین کے بعد اسکے مال میں سے، جو متعدد جگہ (گھر میں) دبا ہوا تھا، تقریباً بیس لاکھ روپیہ نکالکر اپنے قبضہ میں کر لئے اور وہاں سے لاہور کے ارادہ سے چل دیا۔ اور جب دریائے ستلج کے کنارے پہونچا۔ تو کشتیاں فراہم کر کے پار گذر جانے کے بعد کچھ کشتیوں کو توڑ ڈالا۔ اور کچھ کو ڈبو دیا۔ داؤد خاں کو جو اس کے معتمد سرداروں میں سے تھا۔ کچھ لشکر دے کر عبور گاہ نلوں میں جو اس دریا کی معتبر اور مشہور گذرگاہ ہے بٹھا دیا ہے۔ (اس خیال سے کہ، شاید وہ اس برسات میں عالمگیر کے لشکروں کو دریائے ستلج

---

[1] یہاں اصل کتاب نسخہ میں بھی عبارت مضطرب ہے۔ اگر بزرگ امید بھی باعتبار لقب امیرالامرا کے تیسرے لڑکے کا نام ہو۔ تب بھی عبارت یوں ہونی چاہئے "بزرگ امید و دیگر امرا ہم بمناصب شائستہ سرفرازی یافتند۔"

عبور کرنے سے روک سکے گا۔ اور برسات ختم ہونے تک لاہور میں (رہکر) جہاں شاہی خزانہ اور خود اس کا مال ملاکر ایک کرور روپیہ نقد اور توپ خانہ، میگزین، تمام کارخانے شان وشکوہ کا سامان اور جنگ و پیکار[1] کے آلات واسلحہ (یہ سب چیزیں) مہیا ہیں۔ اپنی حالت کی درستی میں مصروف رہ سکے گا۔ اور فوج ولشکر آراستہ کر سکے گا پس اس وجہ سے اس کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکنا عالمگیر کا مقصد اولین بن گیا۔ (چنانچہ)، چاہا کہ خود بھی اسکی ان فوجوں کے پیچھے پیچھے جائے جو اس کے مقاصد کی تکمیل پہ مامور ہیں۔ اگرچہ (راستہ میں) برسات کا کیچڑ، دلدل وغیرہ ہونے کی وجہ سے خیر خواہ خدام اس ارادہ کو قرین صواب[2] نہ سمجھ کر روک رہے تھے۔ لیکن عالمگیر نے ملازمین کی عرض و معروض پہ دھیان نہ دے کر اپنی رائے پر عمل کیا۔ لیکن چونکہ اہل نجوم کی تجویز کے مطابق تخت نشینی کی نیک گھڑی بتاریخ یکم ذی قعدہ مقرر ہوئی تھی۔ اتنا موقعہ نہ تھا کہ یہ جشن خاندان تیموری کے دستور کے مطابق منایا جاسکے۔

لہٰذا یہ طے ہوا۔ کہ قلعہ دہلی میں داخل نہ ہو۔ بلکہ چند روز باغ اعز آباد میں قیام کرکے مقررہ گھڑی میں تخت نشین ہو جائے۔ اور جشن عیش ونشاط، اور بزم مسرت وانبساط کے لوازم ورسوم میں سے جو وقت[3] وموقعہ کے گنجائش کے مطابق ہوں۔ انجام پذیر ہوں

---

[1] صحیح :۔ ادوات نبرد وپیکار۔

[2] ” :۔ این عزیمت را فدویان دولتخواہ

[3] ” :۔ آنچہ سعت وقت وفرصت۔ الخ

کیا جائے۔ اور جلدی سے مقصد اصل کی طرف متوجہ ہو جائے۔ پہلے ان اہم[1] کاموں سے فارغ ہو جائے۔ جو اس وقت سامنے ہیں۔ دوبارہ جشن تخت نشینی سلطنت کے شایان شان منایا جائے گا۔

اس فیصلہ کے مطابق ۱۶ر شوال کو خضر آباد[2] سے کوچ کر کے باغ سندر باڑی میں، جو دہلی سے ایک کوس کے فاصلہ پر بجانب لاہور واقع ہے۔ قیام کیا (پھر) باغ سندر باڑی سے کوچ کر کے باغ اعز آباد میں نزول اجلال فرمایا۔ اور چاہا کہ اپنی روانگی سے پہلے جو کہ آئندہ دس دن تک ہو سکے گی۔ اپنے لشکر اقبال میں سے ایک فوج پہلے گئے ہوئے لشکر کے پیچھے پیچھے چلتا کر دے۔ تا کہ دونوں مل کر دریائے ستلج کے کنارے پہنچکر ڈیرے ڈالدیں اور بادشاہ (عالمگیر) کے آنے تک دریا کو عبور کر لینے کے انتظامات کر رکھیں۔

اس بنا پر عمدۃ الملک خلیل اللہ خان، میر بخشی کو خاص خلعت، ہاتھی اور تلوار کے ساتھ نواز کر روانہ کیا۔ اور اسکے بیٹوں، میر خان اور روح اللہ خان کو بھی خلعت خاص، اور مع ساز طلائی گھوڑا، اور علم سے نواز کر باپ کے ساتھ روانہ کیا۔ اسی اثنا میں گوش گذار ہوا کہ سلیمان شکوہ اپنے ہمراہیوں کی ایک جماعت کے ساتھ دریائے گنگا کو پار کر کے باپ (دارا شکوہ) کی خدمت میں جانے والا ہے۔

---

[1] صحیح:۔ بعد الفراغ از امور عظیمہ الخ [2] پہلے اسی مقام کا نام حضور آباد آیا ہے۔

اسلئے اسکو دریائے گنگا پار کرنے سے روکنے کے لئے ہر دوار کے علاقہ میں بلند مرتبہ امرا میں سے قابل اعتماد ہستی یعنی شائستہ خاں امیر الامرا کو شاہی فوجوں میں سے ایک فوج دیکر روانہ کیا ۔ اور خود تخت نشینی کی تاریخ آنے تک باغ اغر آباد میں ٹھہرا رہا ۔ اس عرصہ میں بہت سے امرا، نوکری، ترقی اور منصب و درجہ کی بہتری سے بہرہ ور ہوئے ۔ یکم دسمبر ۱۹۲ء

تمت ـــــــــــ بالخیر منہ وکرمہ

ملنے کا پتہ

ملک نذیر احمد پروپرائٹر تاج بک ڈپو

اردو بازار موہن لال روڈ لاہور